اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا فَقَّھَہٗ فِی الدِّیْنِ

الحمد للہ والمنہ کہ فقہ الحنفیہ مین کتاب جامع وارد معتمد علیہ علماء ممالک بلاد اسلام مثل بخارا و بلخ
و کابل وماوراء النہر و ہندوستان و عرب و روم و شام یعنی الہدایہ کا ترجمہ

ہدایہ

مسمّٰی بہ

عمدۃ الرعایہ

جلد اول

مدلل بطریقہ اجتہاد و آیات و احادیث و اصول و اعتبارات فروع مع تذییل مسائل فتوی بہ اصلاحات
المتاخرین جامع فروع و اصول حاوی منقول و معقول مولانا السید امیر علی مترجم فتاوی عالمگیری نے بفرمائش

قانونی کتب خانہ ○ کچہری روڈ ○ لاہور

المشرکین لایمتنعون عن تعرضہ الآیہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اشعار کرنا ہدی کی حفاظت کے لیے تھا کیونکہ مشرک لوگ ہدی کے ساتھ تعرض کرنے سے نہیں باز رہتے مگر اشعار سے - ف اعتراض ہوا کہ حجۃ الوداع میں کوئی مشرک مکہ میں نہ تھا - جواب دیا کہ راستہ میں تعرض مراد ہے - معہ - میں کہتا ہوں کہ بر تقدیر تسلیم خلفاے راشدین کے وقت میں یہ قطعاً نہ تھا - م - ابن الہمام نے کہا کہ حق یہ کہ اشعار مثلہ نہیں ہے کیونکہ ہر زخم مثلہ نہیں ہوتا بلکہ مثلہ وہ کہ جس سے خلقت میں بدصورتی پیدا کیجاوے جیسے کان ناک کاٹنا آنکھیں اندھی کرنا وغیرہ ورنہ آدمی کو ختنہ کرنا مثلہ ہوگا حالانکہ قریب بواجب ہے اور جانور کو داغ دینا یا کان پھاڑنا اور اسکو خصی کرنا بدرجۂ اولی مثلہ ہونگے حالانکہ جائز ہیں - منہ - اور اگر تسلیم کیا جاوے تو معارضہ نہیں کیونکہ مثلہ سے ممانعت کرنا سال غزوۂ احد سے ہے اور اشعار کرنا دسویں سال حجۃ الوداع میں ہے پس چار نہیں کہ ممانعت مثلہ منسوخ ہے یا ایک قول پر تخصیص ہو سکتی ہے - بر تقدیر اشعار سنت نکلا - لہذا امام طحاوی رح وغیرہ کے قول امام ابو حنیفہ رح کا عمل صحیح یہ قرار دیا جو امام مصنف رح نے کہا - وقیل ان ابا حنیفہ کرہ اشعار اہل زمانہ - اور کہا گیا کہ ابو حنیفہ رح نے اپنے زمانہ والوں کا اشعار مکروہ کہا - لما یعتمہ فیہ - بوجہ اسکے مبالغہ کرنے کے اشعار میں - ف یعنی زخم گہرا دیتے تھے - علی وجہ یخاف منہ السرایۃ - ایسے طور پر کہ اس سے سرایت کا خوف ہونا - ف خصوص حجاز کی گرمی میں زخم ساری ہو کر ہدی کی ہلاکت تک پہونچاتا - پس اسکو روک دیا - ابن الہمام رح نے کہا کہ یہی عمل اولی ہے - وقیل انما کرہ اشعارہ علی التقلید - اور کہا گیا کہ ابو حنیفہ نے صرف اسکو مکروہ رکھا کہ تقلید پر اشعار کو ترجیح سمجھو - ف بلکہ تقلید اولی جانو لیکن اشعار بھی سنت ہے پس خلاف یہ کہ صاحبین کے نزدیک اشعار افضل اور امام کے نزدیک تقلید افضل ہے - پھر جو کوئی شخص اس مسئلہ سے ابو حنیفہ رح پر تشنیع کرے وہ فاسق بدکار ہے اگرچہ ہم ابو حنیفہ رح کو معصوم نہیں جانتے بین - م - قال فاذا دخل مکۃ طاف وسعی - قدوری نے کہا پھر جب متمتع مکہ میں داخل ہو تو طواف و سعی کرے - وہذا للعمرۃ علی ما بینا فی متمتع لا یسوق الہدی - اور یہ طواف و سعی عمرہ کے واسطے ہے جیسا کہ ہم ایسے متمتع کی صورت میں جس نے ہدی نہیں چلائی ہے بیان کر چکے - الا انہ لا یتحلل حتی یحرم بالحج یوم الترویۃ - مگر اتنا فرق ہے کہ ہدی چلانے والا متمتع (بعد عمرہ کے) حلال نہیں ہوگا اس حالت تک کہ یوم الترویہ کو حج کا احرام باندھے - ف جیسے قارن مگر اسکا احرام پہلے سے ہوتا ہے - لقولہ علیہ السلام لو استقبلت من امری ما استدبرت لما سقت الہدی ولجعلتہا عمرۃ وتحللت منہا - بدلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (بعد طواف سعی و عمرہ کے) اگر اپنے بارہ میں مجھے سابق سے خیال ظاہر ہوتا جو اب مجھے اب ظاہر ہوا تو میں ہدی کو نہیں چلاتا اور میں اسکو عمرہ کر دیتا اور اس سے حلال ہو جاتا - وہذا ینفی التحلل عند سوق الہدی - اور یہ حدیث نفی کرتی ہے حلال ہو جانے کی بصورت سوق الہدی کے - ف یعنی جب سوق الہدی کیا ہو تو بعد عمرہ کے حلال نہیں ہو سکتا - اور یہ حدیث دلالت نہیں کرتی کہ آپ متمتع تھے بلکہ قارن تھے لیکن عبارت نص دلیل ہے کہ بعد سوق الہدی کے حلال ہونا ممنوع ہے - یہ کلام آپ نے اپنے اصحاب رض کے خوش کرنے کو فرمایا جنکو حلال ہو جانے کا حکم دیا تھا - اور مقصود یہ شریعت جاری کرنا کہ عمرہ کرنا ایام حج میں تمتع اور قران کے ساتھ سب طرح جائز ہے اور یہ ان صحابہ کے فعل سے ہوا تو انکو قران کا ثواب مع ثواب فرمانبرداری کے حاصل ہے - فافہم - واللہ تعالی اعلم - م - ویحرم بالحج یوم الترویۃ کما یحرم اہل مکہ - اور ترویہ کے دن حج کا احرام باندھے جیسے اہل مکہ باندھتے ہیں - علی ما بینا - بنا بر اسکے ہم بیان کر چکے - ف کہ وہ مانند کی کے ہے - وان قدم الاحرام قبلہ جاز - اور اگر یوم الترویہ سے پہلے احرام کر لیا تو جائز ہے وما فعل المتمتع من الاحرام بالحج فہو افضل - اور متمتع جسقدر حج کا احرام جلدی باندھے (بعد عمرہ کے) تو وہی افضل ہے - لما فیہ من المسارعۃ وزیادۃ المشقۃ - کیونکہ اسمیں مسارعت اور زیادتی مشقت ہے - ف اور عبادت باعتبار

زیادتی مشقت کی افضل ہے۔ وبہذہ الافضلیۃ فی حق من ساق الہدی۔ اور یہ افضل ہونا اس متمتع کے حق مین بھی جس نے ہدی چلائی ہو۔ وفی حق من لم یسق۔ اور اسکے حق مین بھی جس نے نہ چلائی ہو۔ ف یعنی دونون اس افضلیت مین برابر ہین۔ وعلیہ دم۔ اور اس متمتع پر بھی قربانی ہے وہو دم التمتع علی ما بینا۔ اور یہ قربانی تمتع کی ہے اس بنا پر کہ ہم بیان کر چکے۔ وان حلق یوم النحر فقد حل من الاحرامین۔ اور جب یوم النحر کو حلق کرے تو دونون احرامون سے حلال ہو گیا ف یعنی سوائے عورتون کے سب چیزین حلال ہو گئین ع۔ لان الحلق محلل فی الحج کالسلام فی الصلوٰۃ فیتحلل بہ عنہما۔ کیونکہ حلق کرنا حج مین حلال کرنے والا ہے جیسے نمازمین سلام ہے تو حلق سے احرام عمرہ و احرام حج دونون سے حلال ہو جائیگا۔ ف اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمرہ کا احرام حلق تک باقی ہے۔ لہذا اگر قارن نے بعد وقوف عرفہ کے حلق کیا تو اسپر حج کے لیے ایک بدنہ اور عمرہ کے لیے اک بکری واجب ہے اور اگر بعد حلق کے قبل طواف کیا تو دو بکریان اور لیگی۔ علی ہذا اگر بعد وقوف کے شکار قتل کیا تو اسپر دو چند قیمت واجب ہوگی۔ ت۔ ولیس لاہل مکۃ تمتع ولا قران وانما لہم الافراد خاصۃ۔ اور اہل مکہ کے واسطے تمتع نہین اور نہ قران ہے اور انکے لیے فقط مفرد حج خاص ہے۔ خلافا للشافعی رح برخلاف قول شافعی رح کے۔ ف انکے نزدیک کی کو قران و تمتع کر سکتے ہین۔ لیکن اسپر قربانی واجب نہوگی۔ اور یہی قولین مین اک واحد کا قول ہے ع۔ والحجۃ علیہ قولہ تعالیٰ ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام۔ اور شافعی پر حجت قول الٰہی عزوجل ہے ذلک لمن لم یکن الخ۔ یعنی یہ سب اسکے حق مین ہے جسکے لوگ مسجد الحرام کے حاضرین سے نہون ولان شرعہا للترفہ باسقاط احدی السفرتین۔ اور اس دلیل سے کہ قران و تمتع کا مشروع ہونا دو سفرون مین سے ایک ساقط کر کے راحت دینے کے واسطے ہے۔ وبذا لی حق الآفاقی۔ اور یہ راحت آفاقی کے حق مین ہے۔ ف یعنی جو میقات سے باہر رہتے ہین۔ پس اہل مکہ کو حج مین عمرہ ملانا جائز نہین ہوا۔ ومن کان داخل المواقیت۔ اور جو شخص کہ میقات کے اندر رہتا ہے۔ ف یا میقات مین ہے۔ فہو بمنزلۃ المکی۔ تو وہ بمنزلہ مکہ والے کے ہے۔ حتی لا یکون لہ متعۃ ولا قران۔ حتی کہ اسکے واسطے تمتع و قران نہین ہے۔ بخلاف المکی اذا خرج الی الکوفۃ وقرن حیث یصح لان عمرتہ وحجتہ میقاتیتان فصار بمنزلۃ الآفاقی۔ برخلاف مکی کے جب کہ وہ کوفہ کو نکل گیا اور (وہان سے) قران کیا تو صحیح ہے کیونکہ اسکا عمرہ و حج دونون میقاتی ہین تو وہ بمنزلہ آفاقی کے ہو گیا۔ ف یہ اسوقت کہ قبل ایام حج کے کوفہ گیا اور اگر شوال شروع ہو جانے کے بعد گیا تو قران صحیح نہوگا کذا قال المجبوبی رح۔ قران کی قید اسلیے کی کہ تمتع نہین صحیح ہے۔ یعنی رح نے کہا کہ ہمارے نزدیک ایام حج مین اگر مکی نے عمرہ کیا تو بلا کراہت صحیح ہے لیکن تمتع کی فضیلت نہین پا ویگا۔ ع۔ واذا عاد المتمتع الی بلدہ بعد فراغہ من العمرۃ۔ اور اگر متمتع عمرہ سے فراغت کر کے اپنے وطن کو لوٹ آیا۔ ولم یکن ساق الہدی بطل تمتعہ۔ حالانکہ اسنے سوق ہدی نہین کی تھی تو اسکا تمتع باطل ہو گیا۔ ف اگرچہ وہ لوٹکر اسی سال مین حج بھی کرے۔ لانہ الم باہلہ فیما بین النسکین الماما صحیحا۔ کیونکہ اسنے دونون نسک یعنی حج و عمرہ کے درمیان مین الما صحیح کر لیا۔ ف یعنی بدون سوق ہدی کے اپنے وطن واپس آیا۔ وبذلک یبطل التمتع کذا روی عن عدۃ من التابعین۔ اور ایسا کرنے سے تمتع باطل ہو جاتا ہے یون ہی ایک جماعت تابعین سے روایت کیا گیا ہے۔ ف چنانچہ طحاوی رح نے اسکو سعید بن المسیب و عطاء بن ابی رباح و مجاہد و ابراہیم نخعی سے روایت کیا۔ منع۔ یہ اسوقت کہ سوق الہدی نہ کی ہو۔ واذا ساق الہدی فالامام لا یکون صبیحا ولا یبطل تمتعہ۔ اور اگر اسنے سوق ہدی کی ہو تو اسکا الما صحیح نہوگا اور تمتع باطل نہوگا عند ابی حنیفۃ و ابی یوسف۔ یہ ابو حنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک ہے۔ وقال محمد یبطل لانہ ادخل بہما بسفرتین۔ اور امام محمد نے کہا کہ تمتع باطل ہوگا کیونکہ اسنے عمرہ و حج کو دو سفرون مین ادا کیا۔ ولہما ان العود مستحق علیہ ما دام علی نیۃ التمتع فان

السوق تمتعه من التحلل فلا يصح الحامه - اور امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ واپس جانا اسپر حق لازم ہے یعنی شرعاً لازم ہے جبتک کہ وہ تمتع کی نیت پر ہے اسلیے کہ سوق الہدی اسکو حلال ہونے سے مانع ہے تو اسکا احرام صحیح نہ ہوگا - ف بلکہ احرام فاسد ہے اس سے تمتع باطل نہ ہوگا - ہاں اگر نیت تمتع چھوڑ دے تو اسکو اختیار ہے متمتع نہ رہیگا مگر اسوقت بھی حلال نہیں ہو سکتا - بخلاف المکی اذا خرج الی الکوفۃ - بخلاف کی کے جب وہ کوفہ کو نکل گیا - واحرم بعمرۃ - اور عمرہ کا احرام باندھا - ف بدون حج کے - وساق الہدی اور ہدی کا سوق بھی کیا - حیث لم یکن متمتعا - تو بھی متمتع نہ ہوگا - ف کیونکہ اسکا وطن تو عین مکہ ہے - لان العود ہنالک غیر مستحق علیہ - کیونکہ واپس جانا وطن سے اسپر مستحق نہیں ہے - ف کیونکہ مکہ سے مکہ جانا محال بات ہے - فصح الحامہ بالہ - تو اسکا احرام اپنے اہل میں صحیح ہوگیا - ف پس تمتع جاتا رہا - یہ سب اسوقت تھا کہ احرام عمرہ ایام حج میں مع ادائے تسکین ہو - ومن احرم بعمرۃ قبل اشہر الحج - اور جس نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا - فطاف لہا اقل من اربعۃ اشواط - پس عمرہ کے واسطے چار پھیرے سے کم طواف کیا - ف یعنی ۳ - پھیرے تک - حتی کہ طواف پورا نہ ہوا تو عمرہ ادا نہ ہوا - ثم دخلت اشہر الحج - پھر حج کے ایام آگئے - ف یعنی ماہ شوال شروع ہوگیا اور اسنے احرام عمرہ کا تجدید نہیں کیا بلکہ پہلا احرام رکھا فتمہا - پس عمرہ تمام کیا - ف یعنی طواف کے باقی پھیرے اور سعی کرلی - واحرم بالحج - اور حج کا احرام باندھا کان متمتعا - تو یہ شخص متمتع ہوگا - ف کیونکہ قبل ایام حج کے عمرہ ادا کر لینا مضر ہے نہ احرام باندھنا - لان الاحرام عندنا شرط فیصح تقدیمہ علی اشہر الحج - کیونکہ احرام تو ہمارے نزدیک شرط ہے پس حج کے مہینوں پر اسکو مقدم کرنا صحیح ہے - ف یہی مالک رحمہ اللہ کا قول ہے جیسے وقت نماز سے پہلے وضو کر لینا بالاجماع جائز ہے - وانما یعتبر ادا ر الافعال فیہا - اور معتبر تو یہ ہے کہ ادا ر ہوتا افعال عمرہ کا ایام حج میں واقع ہو - وقد وجد الاکثر - اور حال یہ کہ اکثر افعال کی ادا ر پائی گئی - ف ایام حج میں - کیونکہ طواف نصف سے زائد باقی تھا اور سعی - وللاکثر حکم الکل - اور اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے - ف گویا کل عمرہ ایام حج میں ہوا - وان طاف لعمرۃ قبل اشہر الحج اربعۃ اشواط فصاعدا - اور اگر اس شخص نے حج کے ایام سے پہلے عمرہ کے لیے طواف چار پھیرے یا زیادہ کر لیے ہوں - ثم حج من عامہ ذلک - پھر اسی سال میں حج کیا - لم یکن متمتعا - تو وہ متمتع نہ ہوگا - ف بلکہ اسکو ہر ایک کا ثواب علیحدہ ملیگا مگر تمتع کا درجہ ادا اسکی قربانی نہ ہوگی - لانہ ادی الاکثر قبل اشہر الحج - کیونکہ اسنے عمرہ کا اکثر حصہ ایام حج سے پہلے ادا کر دیا - ف حالانکہ ایام حج میں ضرور ہے - اگر کہو کہ خالی چار طواف سے کیا دلیل ہے کہ اکثر عمرہ ادا ہوگیا جواب دیا کہ - وہذا لانہ صار بحال لا یفسد نسکہ بالجماع - یہ اسواسطے ہوا کہ وہ ایسے حال پر ہوگیا کہ اب جماع کرنے سے اسکا عمرہ باطل نہ ہوگا - ف بلکہ قربانی لازم ہوگی - المبسوط جیسے بعد وقوف عرفہ کے جماع کرنے سے حج فاسد نہیں ہوتا - ع - فصار کما اذا تحلل منہا قبل اشہر الحج - تو یہ شخص ایسا ہوگیا کہ گویا ایام حج سے پہلے عمرہ سے حلال ہوگیا - ف پس تمتع فاسد ہے - ومالک یعتبر الاتمام فی اشہر الحج - اور امام مالک رح (متمتع ہوجانے کے لیے) ایام حج میں عمرہ کا تمام کرنا معتبر رکھتے ہیں - ف اکثر کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ اگر عمرہ پہلے تمام کر کے خالی احرام باقی رکھے یہاں تک کہ ایام حج آجاویں پھر حج کرلے تو متمتع ہوجاوے - الشیخ الجصاص الرازی ع - والحجۃ علیہ ما ذکرناہ - اور مالک پر حجت وہ جو ہم ذکر کر چکے - ف کیونکہ بحکم کل ہو کر ادا ہوا تو گویا حلال ہو چکا - ولان الترفق بادا ر الافعال - اور حجت یہ بھی دلیل ہے تمتع افعال ادا کرنے کے ساتھ ہے - ف یعنی تمتع و توفیق بانا عمرہ سے حج تک جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے وہ اسطرح

کہ دونون کے افعال کو ادا کرنے ع - والمتمتع المترفق بادار النسکین فی سفرۃ واحدۃ فی اشہر الحج - اور متمتع وہ ہی جس نے ترفق پایا ایام حج مین ایک ہی سفر مین دونون نسک حج وعمرہ ادا کرنے کا - ف تو ضرور ہوا کہ ایام حج مین دونون کا ادا کرنا متحقق ہو - واضح ہو کہ ابتداے ایام حج شروع شوال سے باہ جماع ہی اور خانہ مین اختلاف ہی - قال واشہر الحج شوال وذوالقعدۃ وعشر من ذی الحجۃ - قدوری نے کہا کہ حج کے مہینے شوال وذوالقعدہ اور دس روز ذی الحجہ کے ہین ف حتی کہ جب دسوین کا آفتاب غروب ہو تو حج کا وقت نکل گیا - یہی قول احمد ہی - مع - کذا روی عن العبادلۃ الثلثۃ وعبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم - ایسا ہی عبادلہ ثلثہ (عبد اللہ بن مسعود - عبد اللہ بن عمر - عبد اللہ بن عباس ہے) اور عبد اللہ بن الزبیر سے مروی ہی - ف کہ انھون نے قولہ تعالی الحج اشہر معلومات - کی تفسیر مین بھی زمانہ مان کیا اور ہر ایک نے ذی الحجہ سے دس بیان کیے پس عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس وابن الزبیر کی روایات دار قطنی نے اور ابن عمر کی روایت حاکم نے اخراج کی اور یہی قول عطاء ومجاہد وشعبی وقتادہ وسعید بن ابی عروبہ وثوری کا ہی مع - ولان الحج للوقوف بعطی عشر ذی الحجۃ - اور اس دلیل سے کہ ذی الحجہ کے دس روز گذرنے سے حج جاتا رہتا ہی - ف پھر اگر آخر ذی الحجہ تک ہونا نہ کیون جاتا - ومع بقاء الوقت لا یتحقق الفوات مع انکہ وقت باقی ہونے کے باوجود فوت نہین ہو سکتا - ولہذا یدل علی ان المراد من قولہ تعالی الحج اشہر معلومات - اور یہ دلالت کرتا ہی کہ قولہ تعالی الحج اشہر معلومات سے مراد - شہران وبعض الثالث لا کلہ - دو ماہ پورے اور تیسرے کا تہائی ہی نہ پورا ف کیونکہ اشہر لفظ جمع منکرہ ہی تو کامل تین ماہ مراد نہوے لیکن مالک رح کے نزدیک طواف زیارت مین تاخیر کرنا آخر ذی الحجہ تک بے کراہت جائز ہی - پھر معلوم ہو چکا کہ عمرہ ادا کرنے کو سال مین جب چاہے احرام کر کے ادا کر لے - یہ ایام صرف حج سے متعلق ہین مگر جب کہ حج کے ساتھ قران عمرہ کا یا تمتع کرے چنانچہ مسائل گذرے ہم - فان قدم الاحرام بالحج علیہا جاز احرامہ وانعقد حجا - پھر اگر حج کا احرام ان مہینون پر مقدم کیا تو احرام جائز اور حج کے لیے منعقد ہوگا - خلافا للشافعی فانہ یصیر محرما بالعمرۃ - برخلاف جدید قول شافعی کے کہ وہ شخص عمرہ کے ساتھ محرم ہو جائیگا - ف کیونکہ افعال حج کے ایام معین ہین تو احرام مقدم نہ ہوگا - لانہ رکن عندہ - کیونکہ شافعی رح کے نزدیک احرام ایک رکن حج ہی - ف اگر رکن ہو تو ہمارے نزدیک بھی تقدیم جائز نہ ہو - وہو شرط عندنا - اور ہمارے نزدیک احرام ایک شرط ہی - ف جیسے نماز کے لیے وضو شرط ہی - فاشبہ الطہارۃ فی جواز التقدیم علی الوقت - پس احرام وقت سے پہلے وضو کا ہر ہونے کے مشابہ ہو گیا - ولان الاحرام تحریم اشیاء وایجاب اشیاء - اور اس دلیل سے کہ احرام تو چند چیزون کو حرام کر لینا اور چند چیزون کو واجب کر لینا - وذلک یصح فی کل زمان - اور ایسا کرنا ہر زمانہ مین صحیح ہی - ف خواہ ایام حج ہون یا نہون - وصار کالتقدیم علی المکان - پس (زمانہ سے مقدم) احرام مانند مواقیت سے مقدم احرام کے ہو گیا - ف یعنی جیسے مواقیت حج سے احرام مقدم کرنا جائز اسی طرح ایام حج سے مقدم کرنا جائز ہی - قال واذا قدم المکی بالعمرۃ فی اشہر الحج وفرغ منہا وحلق او قصر - امام محمد نے جامع صغیر مین کہا اور جب کوئی آدمی ایام حج مین عمرہ کے لیے آیا اور عمرہ سے فارغ ہو کر حلق یا قصر کیا - ف یعنی حلال ہو گیا - ثم انشأ مکۃ او البصرۃ دارا پھر اپنے مکہ یا بصرہ کو اقامت کا گھر بنا لیا - ف یعنی اپنے وطن کو نہ مین نہین آیا - وحج من عامہ ذلک - اور اسی سال مین حج ادا کیا - فہو متمتع - تو یہ شخص متمتع ہی - ف حتی کہ بعد ادا ے حج کے ہدی تمتع قربانی کرے - الا اذا لم یرجع الی میقاتہ الاول صورت - ف یعنی بعد عمرہ کے مکہ مین رہ کر متمتع ہونا - فلانہ ترفق بادار النسکین فی سفر واحد فی اشہر الحج - اسلیے ہی کہ اپنے ایام حج مین ایک سفر مین دونون نسک ادا کرنے کا تمتع پایا - ف یعنی توفیق پائی اور دونون

Marfat.com

میسر کیے گئے - واما الثانی - اور رہی صورت دوم - ف - جبکہ بصرہ مین اقامت کرکے حج سے متمتع ہوا - فقیل مع بالاتفاق تو کہا گیا کہ یہ بالاتفاق ابو حنیفہ وصاحبین کا قول ہے - ف - کہ وہ متمتع ہے یہ قول امام ابوبکر الجصاص الرازی کا ہے - کمافی الفتح کیونکہ جامع صغیر مین بلاخلاف ذکر کیا - وقیل ہو قول ابی حنیفۃ - اور کہا گیا کہ متمتع ہونا قول ابی حنیفہ رح ہے - وعندہما لایکون متمتعا - اور صاحبین کے نزدیک متمتع نہین ہوگا - ف - یہ امام طحاوی نے کہا - ف - لان المتمتع من یکون عمرتہ میقاتیۃ وحجتہ مکیۃ - کیونکہ متمتع وہ شخص ہے جسکا عمرہ تو میقاتی ہو اور اسکا حج مکی ہو - ف - یعنی عمرہ کا احرام میقات سے لاوے اور حج کا احرام مکہ سے باندھے - ونسکاہ بدان میقاتیان - اور حال یہ کہ اس شخص کے دونون نسک عمرہ وحج میقاتی ہین - ف - کیونکہ حج کے لیے بھی میقات سے احرام لایا ہے - ولان السفرۃ الاولی قائمۃ - اور ابو حنیفہ کی دلیل یہ کہ پہلے ہار کا سفر برابر قائم ہے - مالم یعد الی وطنہ - جب تک کہ اپنے وطن کو واپس نہ جاوے - ف - حالانکہ وطن کو تو نہین گیا بلکہ بصرہ مین ہے - وقد اجتمع لہ نسکان فیہ - اور حال یہ کہ اسی سفر مین اسکے لیے دونون نسک مجتمع ہوے ف - پس وہ متمتع ہوا - فوجب دم التمتع - تو اسپر تمتع کی قربانی واجب ہے - ف - بعد ادائے حج کے ادا کرے - فان قدم لعمرۃ فاسدۃ او فرغ منہا وقصر - اور اگر عمرہ کے لیے آیا پس اسکو فاسد کردیا اور اس سے فارغ ہو گیا اور قصر کیا - ف - چونکہ حج وعمرہ مین فاسد کرنے پر بھی پورے افعال ادا کرنے پر حلق یا قصر سے حلال ہوتا ہے پس فارغ ہوکر قصر کرکے حلال ہو گیا - ثم اتخذ البصرۃ دارا - پھر ٹھہرنے کا گھر بنالیا بصرہ کو - ف - یعنی میقات کے پار کسی شہر کو سوائے وطن کے - ثم اعتمر فی اشہر الحج - پھر حج کے مہینون مین عمرہ ادا کیا - ف - یعنی قضا کیا - وحج من عامہ - اور اسی سال حج کیا - لم یکن متمتعا - تو متمتع نہین ہوگا - عند ابی حنیفۃ رح - یہ ابو حنیفہ کے نزدیک ہے - وقالا ہو متمتع لانہ انشاء سفرہ - اور صاحبین نے کہا کہ وہ متمتع ہے کیونکہ یہ ایجاد سفر ہے - ف - یعنی جب کہ بصرہ سے نکلا تو اسنے ایک سفر شروع کیا - وقد ترفق بمسکین - اور حال یہ کہ اسنے دونسک کی تو نیق پائی - ف - پس متمتع ہوا - ولہ انہ باق علی سفرہ مالم یرجع الی وطنہ - اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ کہ وہ شخص جب تک اپنے وطن کو لوٹ نہ جاوے اپنے سفر اول پر باقی ہے ف - اور اس سفر مین اسکا پہلا عمرہ فاسد ہو گیا تو دونسک صحیح طور پر اسکو حاصل نہ ہوے حالانکہ متمتع وہی کہ سفر واحد مین دونسک بطور صحیح حاصل کرے - مع - فان کان رجع الی اہلہ - پس اگر ایسا ہوا کہ وہ اپنے وطن لوٹ گیا ہو ف - بعد فساد عمرہ کے - ثم اعتمر فی اشہر الحج وحج من عامہ ذلک یکون متمتعا فی قولہم جمیعا - پھر ایام حج مین اسنے عمرہ کیا اور اسی سال حج کیا تو تینون اماموں کے قول مین وہ متمتع ہوگا - لان ہذا انشاء سفر - کیونکہ یہ از سر نو ایجاد سفر ہے لانتہاء السفر الاول - بوجہ سفر اول ختم ہو جانے کے - ف - جبکہ وطن لوٹ گیا - وقد اجتمع لہ نسکان صحیحان فیہ - حال یہ کہ اسی سفر دوم مین اسکے لیے دونسک بطور صحیح میسر ہوے - ولو بقی بمکۃ - اور اگر وہ مکہ مین ٹھہر گیا - ف - بعد فساد عمرہ کے - ولم یخرج الی البصرۃ - اور بصرہ کو نہین گیا - ف - یعنی میقات کے پار کسی شہر مین سوائے وطن کے نہین گیا - حتی اعتمر فی اشہر الحج وحج من عامہ - حتی کہ حج کے مہینون مین عمرہ کیا اور اسی سال مین حج کرلیا - ف - تو ہر ایک کا ثواب پایا - ولکن - لایکون متمتعا بالاتفاق - وہ بالاتفاق متمتع نہین ہوگا - لان عمرتہ مکیۃ والسفر الاول انتہی بالعمرۃ الفاسدۃ - کیونکہ اسکا عمرہ مکیہ ہے اور پہلا سفر تو فاسد عمرہ کے ساتھ ختم ہو گیا - ولا تمتع لاہل مکۃ - اور اہل مکہ کے واسطے تمتع نہین ہے - ومن اعتمر فی اشہر الحج وحج من عامہ فایہما افسد - اور جس شخص نے حج کے مہینون مین عمرہ کیا اور اسی سال حج بھی کیا تو دونون مین سے جسکو فاسد کرے - ف - یعنی جماع وغیرہ کسی فعل سے عمرہ یا حج کوئی فاسد ہو جاوے تو متمتع نہین رہیگا لیکن مقتضی نہیہ - اسکو پورا کر جاوے لانہ لایمکنہ الخروج عن عہدۃ الاحرام الا بالافعال

Marfat.com

کیونکہ اسکو عقدۂ احرام سے نکلنا ممکن نہین مگر ادائے افعال کے ساتھ - ف لہذا افعال پورے کرنے پڑتے ہین اسلیے کہ احرام تو جماع و خوشبو و لباس سلا ہوا پہننا وغیرہ سکے اپنے اوپر حرام کر لینا اور طواف و سعی وغیرہ افعال کو اپنے اوپر واجب کرنا - پس اگر ان چیزون مین قصور کیا تو دوسری چیزون کا پورا کرنا لازم ہے - پس افعال ادا کرکے احرام کا عقدہ پورا کرے ہم - وسقط دم التمتع - اور تمتع کی ہدی ساقط ہوئی - لانہ لم تتفرق باداء السکین صحیحین فی سفرۃ واحدۃ - کیونکہ اسکو ایک سفر مین دونسک صحیح ادا کرنے کی توفیق نہین ہوئی - واذا تمتعت المرأۃ - اور اگر عورت نے تمتع کیا - ف یعنی ایام حج مین عمرہ ایک احرام سے اور حج دوسرے احرام سے جمع کیے - اور اسپر تمتع کی ہدی واجب ہوئی فضحت بشاۃ - پس عورت نے بقرعید کی قربانی کی - ف جو مالک نصاب پر واجب ہوا کرتی ہے - لم یجزہا من دم المتعۃ - تو یہ قربانی اسکو ہدی المتعہ سے کافی نہوگی - لانہا اتت بغیر الواجب - کیونکہ عورت نے سوائے واجب کے دوسرا قربانی کیا ہے ف کیونکہ واجب تو ہدی المتعہ قربانی کرنا تھا مگر اسنے تو نگری کی قربانی ادا کی - وکذا الجواب فی الرجل - اور یہی حکم مرد کا ہے - ف کہ اگر اسنے تمتع کی قربانی نہ کی بلکہ تونگری کی قربانی کردی تو تمتع سے کافی نہین ہے - واذا حاضت المرأۃ عند الاحرام اغتسلت واحرمت وصنعت کما یصنعہ الحاج غیر انہا لا تطوف بالبیت حتی تطہر - اور جب احرام کے وقت عورت حائضہ ہوگئی تو غسل کرکے احرام باندھ لے اور جیسے حاجی لوگ کرینگے وہ بھی سب کرے سوائے اتنی بات کے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہ کریگی یہانتک کہ پاک ہوجاوے - لحدیث عائشۃ رضہ حین حاضت بسرف - بدلیل حدیث عائشہ رضہ کے جب کہ موضع سرف مین حائضہ ہوگئین - ف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا تھا رواہ البخاری ومسلم من عائشۃ وجابر - ولان الطواف فی المسجد - اور اس دلیل سے کہ طواف کرنا تو مسجد مین واقع ہوتا ہے - ف اور مسجد مین حائضہ نہین داخل ہوسکتی - والوقوف فی مفازۃ - اور وقوف عرفہ تو خیمل مین ہوتا ہے - ف وہان حائضہ حاضر ہوسکتی ہے لہذا اگر صرف عمرہ ہو تو تاخیر کریگی - اگر پوچھو کہ غسل سے کیا فائدہ جب کہ وہ پاک نہین ہوسکتی - جواب دیا - ولہذا قال اغتسال للاحرام لا للصلوۃ فیکون مفیدا - اور یہ غسل کرنا احرام کے لیے ہے نماز کے لیے تو مفید ہوگا - ف اور یہی حکم نفاس والی عورت کا ہے چنانچہ جابر رضہ کی حدیث مسلم مین قصہ اسماء رضہ مذکور ہے اور حدیث ابن عباس مرفوع مین حائض ونفساء دونون کا ذکر ہے - کما رواہ ابوداؤد والترمذی وصححہ - فان حاضت بعد الوقوف وطواف الزیارۃ - اور اگر عورت حائضہ (یا نفساء) ہوئی بعد وقوف عرفہ اور طواف الزیارۃ کے - ف تو صرف طواف الوداع باقی رہا - مگر عورت مذکورہ کا یہ حکم ہے کہ - انصرفت من مکۃ ولا شئی علیہا لطواف الصدر - وہ مکہ سے رخصت ہوجاوے اور طواف الوداع کے واسطے اسپر کچھ لازم نہ ہوگا - ف اگرچہ مرد پر لازم ہوتا ہے جب کہ بغیر ادا کیے چلا جاوے چنانچہ سابق گذرا - لانہ علیہ السلام رخص للنساء الحیض فی ترک طواف الصدر - کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتون کے واسطے طواف الوداع چھوڑنے مین اجازت دیدی ہے - ف چنانچہ بخاری ومسلم نے حدیث ابن عباس رضہ سے اور ترمذی ونسائی نے حدیث ابن عمر رضہ سے روایت کیا - اور اسپر اجماع ہے اور نفاس والی مثل حائضہ کے ہے - مع - ومن اتخذ مکۃ دارا فلیس علیہ طواف الصدر - اور جس شخص نے مکہ کو گھر بنالیا تو اسپر طواف الوداع نہین ہے - لانہ علی من یصدر - کیونکہ طواف الوداع اسپر واجب ہوتا ہے جو صادر ہوگا - ف یعنی مکہ سے وطن کو واپس ہوگا - پس اسوقت مین جس نے مکہ کو گھر بنالیا اس سے صادر نہین رہا - الا اذا اتخذ بادا بعد ما حل النفر الاول - مگر جب کہ اسنے نفر اول کا وقت آجانے کے بعد مکہ کو گھر بنایا ہو - ف یعنی بارھوین ذی الحجہ کے بعد بنایا ہو تو اسپر طواف الوداع کرلینا واجب ہے - فہما یروی عن ابی حنیفۃ - اس روایت مین جو ابوحنیفہ سے مروی ہے - ف اسکو کرخی وقدوری

(صاحب الایضاح نے ذکر کیا اور کہا کہ ابو یوسف کے نزدیک اب بھی ساقط ہے - وبہ روایۃ البعض عن محمد - اور بعضے اسکو امام محمد رح سے روایت کرتے ہین - ف چنانچہ اسبیجابی وصاحب المنظومہ وصاحب المختلف نے کہا کہ امام محمد رح کے نزدیک بعد نفر اول کے طواف الصدر واجب ہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک ساقط ہے - صدر الشہید نے توفیق دی کہ ابو یوسف کے نزدیک ساقط ہے اور ابو حنیفہ ومحمد کے نزدیک واجب ہے - م ع - لانہ وجب علیہ بدخول وقتہ - کیونکہ طواف الوداع اسپر واجب ہوگیا بوجہ رقت روانگی آجانے کے - ف کیونکہ اسوقت وہ پردیسی تھا - پھر اسنے کہ مین توطن کی نیت کی - فلا یسقط بنیۃ الاقامۃ بعد ذلک واللہ تعالی اعلم بالصواب - تو بعد نفر اول کے اقامت کی نیت سے وہ طواف جو واجب ہوچکا ہے ساقط نہوگا - واللہ تعالی اعلم بالصواب - ف واضح ہو کہ علماء نے آخر مسائل مین لفظ واللہ تعالی اعلم بالصواب" لکھنے کا اسلئے حکم دیا کہ یہ مسائل اجتہادی ہین جنمین علم قطعی کا دعوی نہین ہوسکتا بلکہ اجتہاد ظنی ہوتا ہے تو بعد اسکے لکھے کہ جو صواب قطعی ہے اسکو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے - اس سے یہ وہم نہو کہ اجتہاد غلط ہے بلکہ علم الٰہی مین جو صواب ہے شاید یہی ہو جو اجتہاد سے ثبوت ہوا یا اجتہاد مین کچھ قصور ہو لیکن اللہ تعالی نے جب کہ اجتہاد کو قبول فرمایا ہے تو نتیجہ یعنی ثواب ملنا بہرحال حاصل ہے فافہم فانہ نافع جدا - م -

باب الجنایات

یہ باب جنایات کے بیان مین ہے - جب احرام وحج القران وعمرہ اور قران وتمتع سب ذکر کردیے تو اب جرم بیان کیے تاکہ آدمی بچے جو ایسے افعال ہین کہ احرام یا حرم مین ممنوع ہے یا افعال حج مین کوئی قصور کیا تاکہ معلوم ہو کہ کس جرم سے حج یا عمرہ فاسد ہوجاتا ہے اور کون جرم خالی بدانہ یعنی قربانی بڑی یا چھوٹی یا طعام مساکین دینے سے پورا ہوجاتا ہے اور جرم کے مراتب وکفارہ کی صورتین معلوم ہون - م - واذا تطیب المحرم فعلیہ الکفارۃ - اور جب محرم نے تطیب کیا تو اسپر کفارہ واجب ہے - ف تطیب کے معنی لیب کو بدن مین لگانا - طیب وہ چیز جو خوشبو ہو - جیسے بنفشہ وچنبیلی وریحان وگلاب کا پھول - اور عطریات جمیع اقسام کے - م ع - پس بدن مین لگانا حرام ہے اور سونگھنا ہمارے نزدیک مخالفہ نہین خلافا للشافعی - الہدایہ رح - پھر اسکی تفصیل فرمائی - فان طیب عضوا کاملا کالفخذ فعلیہ دم - پس اگر اسنے خوشبو لگائی پورے ایک عضو کو یا اس سے زیادہ کو تو اسپر ایک قربانی لازم ہے - وذلک - اور یہ یعنی ایک عضو کامل - مثل الراس والساق والفخذ وما اشبہ ذلک - مثل سر وپنڈلی وران وجو اسکے مانند ہے - ف جیسے چہرہ وبازو اور کلائی اگرچہ تھوڑی خوشبو سے پورا عضو مطیب کیا - اور اگر بہت خوشبو تھوڑی عضو مین لگائی تو خوشبو کا اعتبار ہے نہ عضو کا حتی کہ چوتھائی عضو مین بہت خوشبو لگانے سے کفارہ دم واجب ہوگا - المحیط وغیرہ ملخص - ورس اور کسم خوشبو ہے اور کٹ ابو یوسف کی روایت مین اور خطمی مین اختلاف ہے وہ رمانعت عام ہے خواہ بدن ہو یا ازار یا جامہ یا بچھونا - اور جائز نہین کہ ازار کے کونہ مین مشک باندھے یعنی کپڑے مین باندھنا بھی روا نہین ہے - اگر بعد احرام کے کپڑے کو خوشبو کی دھونی دی پس اگر بہت لگ گیا تو اسپر دم ورنہ صدقہ ہے اور اگر صرف خوشبو ہوگئی تو کچھ نہین اور عطار کی دوکان مین بیٹھ جانا جائز ہے - پھر قلیل وکثیر کا پہچاننا عرف پر ہے ورنہ جو شخص اسمین مبتلا ہوا ہو اسکی رائے مین کثیر ہو تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے - اور بحر المحیط سے ایک بالشت طول وعرض داخل قلیل ہے - خوشبو احرام سے پہلے لگائی اگر باقی ہو گو اس سے مخالفہ نہین اور اگر وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لگ گئی تو بالاتفاق اسپر کچھ نہین ہے - ہان اگر احرام کے بعد خوشبو لگائی بہت یا عضو کامل حتی کہ کفارہ مین قربانی دی پھر وہ خوشبو اسی طرح لگی چھوڑے تو اسپر دوسرا کفارہ لازم ہوگا کما فی المنتقی عن محمد رح اور مصنف رح کے کلام سے ظاہر ہوا کہ پورا عضو یا زائد حتی کہ تمام بدن تک

Marfat.com

ایک قربانی ہو۔ اگر اعضاے متفرقہ مین کل سے حکم لگائی تو جمع کرین اگر عضو کامل ہو تو دم ورنہ صدقہ ہو اور اگر قارن ہو تو اُسپر دو کفارے ہین۔ مف۔ اگر تمتع بسوق الہدی ہو تو بھی حکم ہونا چاہیے۔ م۔ لان الجنایۃ تتکامل بتکامل الارتفاق اس دلیل سے کہ عضو کامل مین کفارہ ہی کہ جرم پورا ہوتا ہو ارتفاق کامل سے۔ ف۔ یعنی انتفاع کامل سے۔ وذلک فی العضو الکامل۔ اور پورا انتفاع ہوتا عضو کامل مین ہو۔ فیترتب علیہ کمال الموجب۔ تو عضو کامل پر پورا موجب یعنی جو کفارہ دم ہی واجب ہوگا۔ ف۔ جیسے تمام بدن مین لگانے سے موجب کامل یعنی قربانی واجب ہو پھر ایک کفارہ اُسوقت کہ ایک ہی مجلس مین کل اعضا مین لی ہو اور اگر مختلف مجلسون مین لے تو ہر بار کے لیے کفارہ ہوگا پس اگر ہر بار عضو یا زائد ہو تو دم۔ ورنہ جب اسقدر ہو تو اُسکا دم۔ اور جب نہو تو صدقہ خواہ اول بار کا دیا ہو یا نہ دیا ہو یہ شیخین کا قول ہی۔ مف۔ وان طیب اقل من عضو فعلیہ الصدقۃ۔ اور اگر عضو سے کم کو مطیب کیا تو اُسپر صدقہ ہی۔ تقصیر الجنایۃ۔ بوجہ جرم مین کمی ہونے کے۔ وقال محمد یجب بقدرہ من الدم اعتبارا للجزء بالکل اور امام محمد نے کہا کہ بقدر جرم کے دم سے واجب ہوگا بقیاس جزو کے کل پر۔ ف۔ یعنی کل عضو مین پورا دم یعنی ایک ربع تہا پس اگر نصف عضو ہو تو نصف الدم اور اگر چہارم ہو تو چہارم دم ہی۔ وفی المنتقی انہ اذا طیب ربع العضو فعلیہ دم اعتبارا بالحلق۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر محرم نے چہارم عضو کو مطیب کیا تو اُسپر پورا دم برقیاس حلق واجب ہی۔ ف۔ یعنی چہارم سر مُنڈانا بمنزلہ کل کے تو چہارم عضو کو مطیب کرنا بمنزلہ کل کے ہی۔ وسنذکر الفرق بینہما من بعد ان شاء اللہ تعالی۔ اور ہم خوشبو لگانے اور سر مُنڈانے مین من بعد فرق بیان کرینگے ان شاء اللہ تعالی۔ ف۔ پس منتقی کا قیاس ٹھیک نہین ہی۔ اگر فرجہ کی دو اربن مرہم وغیرہ کا نورہ اُسکے مانند سے مرکب استعمال کیا تو کفارہ ہی پھر اسکے ساتھ دوسرے فرجہ مین بھی استعمال کیا تو اُسپر ایک ہی کفارہ ہی جب تک کہ پہلا اچھا نہ ہو۔ واضح ہو کہ طیب کا استعمال قصد سے ہو یا بغیر قصد ہو برابر ہی چنانچہ اگر مثلاً رکن اسود کو ہاتھ سے چھوا کہ اُسمین سے بہت عطر لگ گیا تو اُسپر دم واجب ہی اور اور اگر کم ہو تو صدقہ ہی۔ المبسوط۔ اور اگر طیب چھوئی پس اگر کچھ نہین تو کچھ نہین ہی۔ الکافی۔ مف۔ ثم واجب الدم یتادی بالشاۃ فی جمیع المواضع الاتی موضعین۔ پھر واجب الدم بکری سے سب جگہون مین ادا ہو جاتا ہی سواے دو جگہ کے۔ ف۔ یعنی ہر جرم جسمین کہ جرمانہ دم یعنی قربانی واجب کی گئی ہی تو بکری کی قربانی کر دینا سب جگہون مین کافی ہو جاتی ہی سواے دو جگہ کے۔ سنذکرہا فی باب الہدی ان شاء اللہ تعالی۔ دونون جگہ کو ہم باب الہدی مین انشاء اللہ تعالی ذکر کرینگے۔ ف۔ یعنی اِحرام بدنہ واجب ہی۔ واضح ہو کہ بدنہ کے واسطے چار جگہ ہین ایک یہ کہ طواف مفروض کو حالت جنابت مین کیا دوم حیض مین سیوم نفاس مین کیا ہو۔ چہارم بعد وقوف عرفہ کے جماع کر لیا ہو تو چارون صورتون مین بدنہ واجب ہی لیکن قدوری نے صرف اول و چہارم کو ذکر کیا گویا حیض و نفاس بدرجۂ اولی ظاہر ہین۔ مف۔ وکل صدقۃ فی الاحرام۔ اور ہر صدقہ احرام مین۔ ف۔ یعنی احرام کے جرم مین۔ غیر مقدرۃ۔ جو مقدر نہین ہی ف۔ یعنی اسکی کوئی مقدار معین مذکور نہین ہی۔ فہی نصف صاع من بر۔ تو وہ گیہون سے نصف صاع مراد ہی۔ الا ما یجب بقتل القملۃ والجرادۃ۔ سواے اسکے جو کہ جون و ٹڈی مار ڈالنے مین لازم آتا ہی۔ ف۔ کہ اسمین کچھ صدقہ دیدے جسقدر چاہے۔ ہکذا روی عن ابی یوسف۔ ایسا ہی ابو یوسف رح سے روایت کیا گیا ہی۔ ف۔ حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹڈی سے ایک چھوہارا اچھا ہی۔ قال فان خضب راسہ بحناء فعلیہ دم۔ امام محمد رح نے کہا کہ پس اگر محرم نے اپنے سر مین حنا سے خضاب لگایا تو اُسپر قربانی واجب ہی۔ ف۔ بکری کافی ہی۔ لانہ طیب قال علیہ السلام الحناء طیب۔ کیونکہ حنا خوشبو ہی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حنا طیب ہی۔ ف۔ اسکو

Marfat.com

طبرانی رح نے ام سلمہ رض سے اور بیہقی نے خولہ بنت حکیم سے اُنسے اپنی ماں سے روایت کیا - اُسکی اسناد مین عبد اللہ بن لہیعہ راوی کی تضعیف کی گئی - جواب یہ کہ بعض نے اِسکی توثیق کی جیساکہ احمد بن حنبل و احمد بن صالح سے مروی ہے اور طحاوی نے اِسکی حدیث کو حجت ٹھہرایا اور نسائی نے اُسکو دوسری اسناد سے روایت کیا - اور اِسکی مؤید حدیث انس رض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حناء کے شگوفہ پسند تھے - رواہ احمد - پس حدیث حجت قوی ہے - اور مالک و شافعی و احمد کے نزدیک حناء طیب نہین اور اُنکا استدلال کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات تحین کہ خضاب حاصل کیے ہوے تھین حناء کے ساتھ حالانکہ وہ احرام مین ہوتی تھین - جواب یہ کہ اُسکو ابن المنذر نے بغیر اسناد کے ذکر کیا اور نووی رح نے کہا کہ یہ حدیث نہین ملتی ہے - اگر تسلیم کیجاوے تو معنی یہ کہ احرام سے پہلے خضاب کرتی تھین وہ احرام مین موجود ہوتا تھا بلکہ یہی معنی زیادہ واضح ہین - اور اگر ہم مان لین تو بھی حدیث مرفوع کے مقابلہ مین اُسکو ترجیح نہین ہو سکتی ہے - م - فرع پس ثابت ہوا کہ سر مین خضاب حناء سے دم لازم ہے - یون ہی اگر عورت سر یا ہاتھ مین مہندی لگاوے تو اُسپر دم واجب ہے - کما فی الفتح - وان صار ملبدا فعلیہ دمان - اور اگر سر ملبد ہو گیا (یعنی مہندی سے لیپ کیا کہ بال جم گئے) تو اُس پر دو قربانیان واجب ہونگی - دم للتطیب و دم للتغطیۃ - ایک قربانی بوجہ خوشبو لگانے کے اور ایک قربانی بوجہ ڈھانکنے کے - ف — یہ اُسوقت ہے کہ برابر ایک رات یا دن تمام سر یا چوتھائی پر اِس گاڑھی مہندی کو لیپ کیے رہا ہو - ولو خضب راسہ بالوسمۃ لاشئ علیہ - اور اگر مرد نے اپنے سر کو وسمہ سے خضاب کیا تو اُسپر کچھ لازم نہین ہے ف — اور یون ہی عورت وسمہ ایک درخت کی پتیان خضاب کے کام مین لائی جاتی ہین ع - لانہا لیست بطیب کیونکہ وسمہ خوشبو نہین ہے - ف — مین کہتا ہون کہ اگر وسمہ مین مہندی ملائی تو ظاہر یہ ہے کہ دم واجب ہو بشرطیکہ خوشبو رہے ورنہ نہین اور مین نے مسئلہ نہین پایا ہے م - وعن ابی یوسف انہ اذا خضب راسہ بالوسمۃ لاجل المعالجۃ من الصداع فعلیہ الجزاء باعتبار انہ یغلق راسہ - اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب محرم نے اپنے سر کو وسمہ سے خضاب کیا بوجہ درد سر کے معالجہ کے تو اُسپر کفارہ واجب ہے باعتبار اِسکے کہ اُسنے اپنا سر ڈھانک دیا - ف — نہ باعتبار خوشبو کے - لیکن یہ اُسوقت کہ سر یا چہارم حصہ ایک دن یا رات تک ڈھانکا ہو - ف - وہذا ہو الصحیح - اور یہی حکم صحیح ہے ف — یعنی بمقابلہ غلط روایت کے نہین بلکہ صحیح بذات خود ہے اِسمین اختلاف نہونا چاہیے کیونکہ ڈھانکنا سر کا بالاتفاق موجب الدم ہے - مف - اِس سے معلوم ہوا کہ احرام سے پہلے سر کو گوند وغیرہ سے ملبد کر لینا ممنوع ہے - پھر واضح ہو کہ یہ اُسوقت کہ وسمہ مثل خلاف کے ہو جاوے اور اگر ایسا نہو تو اُسپر کچھ نہین جیسے اشنان وغیرہ سے دھونا - ہان ابو حنیفہ سے منقول کیا گیا کہ اِسمین بھی صدقہ دے - مف - ثم ذکر فی الاصل راسہ ولحیتہ - پھر واضح ہو کہ مبسوط مین امام محمد نے سر و داڑھی کو ذکر کیا - ف — یعنی حناء کے مسئلہ مین کہا کہ سر و داڑھی مین لگاوے تو کفارہ ہے اور فخر الاسلام نے تصریح کر دی - ن - واقتصر علی ذکر الراس فی الجامع الصغیر - اور جامع صغیر مین صرف سر کے ذکر پر اقتصار کیا - دل علی ان کل واحد منہما مضمون - پس (جامع صغیر سے) دلالت ہوئی کہ دونون مین سے ہر ایک پر کفارہ واجب ہے ف — یہ ضرور نہین کہ سر مع داڑھی دونون مین لگاوے تب کفارہ ہو - اقول لیکن کفارہ واحد ہوگا جب کہ مجلس واحد ہو ورنہ ہر ایک کے لیے علیحدہ ہوگا - م - فان ادہن بزیت فعلیہ دم - اور اگر زیتون کا تیل لگایا تو اُسپر کفارۃ الدم واجب ہے - عند ابی حنیفۃ رح - یہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہے - وقالا علیہ الصدقۃ - اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر صدقہ واجب ہے - ف — خواہ بالون مین استعمال کرے یا بدن مین - الایضاح - مع - وقال الشافعی اذا استعملہ فی الشعر فعلیہ دم لازالۃ الشعث وان استعملہ فی غیرہ فلاشئ علیہ لانعدامہ - اور شافعی (و مالک رح) نے کہا کہ اگر اُسنے

Marfat.com

روغن زیتون کو بال مین استعمال کیا تو اسپر کفارۃ الدم ہو جبہ پراگندگی دور کرنے کے اور اگر اسکو سوائے بالون کے استعمال کیا تو اسپر کچھ واجب نہین ہو جبہ ازالہ نہونے کے - ولعامۃ من الاطعمۃ - اور صاحبین کی دلیل یہ کہ روغن زیتون کھانے کی چیزون سے ہر سفت نہ آرائش سے - الا ان فیہ ارتفاقا یعنی قتل الہوام وازالۃ الشعث - لیکن اتنی بات ہو کہ اسکے لگانے مین ایک طرح کا انتفاع ہو یعنی جون مارنے اور پراگندگی دور کرنے کے - فکانت جنایۃ قاصرۃ پس اتنا انتفاع ایک ناقص جرم ہوگا - ف تو صرف صدقہ لازم آویگا - ولابی حنیفۃ انہ اصل الطیب - اور ابو حنیفہ کی دلیل یہ کہ روغن زیتون طیب کی اصل ہو - ف یعنی خوشبو مین اسی مین ڈالکر غالیہ بنائی جاتی ہین تو جو چیز کہ غالیہ سے لازم ہوتی ہو وہ اسکی اصل سے لازم ہوگی جیسے جو کچھ کبوتر شکار کرنے سے لازم وہی اسکا انڈا ضائع کرنے سے واجب ہو - ع - ولا یخلو من نوع طیب - اور خود بھی ایک طرح کی خوشبو سے خالی نہین ہو - ویقتل الہوام اور وہ ہوام یعنی جون وغیرہ کو قتل کرتا ہو - ویلین الشعر - اور بالون کو نرم کرتا ہو - وینزیل التقث والشعث اور ناگوار بو کو اور پراگندگی کو دور کرتا ہو - ف پس اسکے استعمال مین بہت سی باتین انتفاع کی جمع ہو گئین - فیتکامل الجنایۃ بہذہ الجملۃ فیوجب الدم - پس ان سب کی وجہ سے جرم پورا ہو گیا تو وہ دم کا موجب ہوگا ف یہی ایک روایت احمد رح سے ہو - اگر کسی نے چربی یا روغن کا استعمال کیا تو کچھ لازم نہین ہو - ع - اگر وہم ہو کہ بعض صاحبین روغن زیتون تو کھانے کی چیز ہو نہ لگانے کی تو یہ باتین کہان سے ہونگی جواب دیا کہ - ولکونہ مطعوما لانہ فیہ کالزعفران - اور اسکا کھانے کی چیز ہونا ان باتون سے سنانی نہین جیسے زعفران - ف کہ بالاتفاق خوشبو کھانے کی چیز ہو - وہذا الخلاف فی الزیت البحت والہسل البحت - اور یہ اختلاف مذکور خالص روغن زیتون اور خالص تلی کے تیل مین ہو - ف یعنی جو مطیب - اما المطیب منہ - رہا روغن زیتون یا تل مین سے جو مطیب کیا ہوا ہو ف یعنی تیل مین خوشبودار پھول ڈالے گئے ہون - کالبنفسج والزنبق وما اشبہہما - مانند بنفشہ وچنبیلی ومانند انکے - ف سرخ گل وبیلا وغیرہ - یجب باستعمالہ الدم بالاتفاق لانہ طیب - تو اسکے استعمال سے بالاتفاق دم واجب ہوگا کیونکہ وہ طیب ہو - ف جسکے اصل روغن زیتون وتل ہو - وہذا اذا استعملہ علی وجہ التطیب اور یہ سب ایسی صورت مین کہ اسکو خوشبو لگانے کے طور پر استعمال کیا ہو - ف خواہ خالص روغن کو یا مطیب روغن بنفشہ ورروغن چنبیلی وغیرہ بناکر - ولو داوی بہ جرحہ او شقوق رجلہ فلا کفارۃ علیہ - اور اگر روغن زیتون کے ساتھ اپنے زخم یا پالون کے شگاف کا علاج کیا تو اسپر کفارہ واجب نہین ہو - لانہ لیس بطیب فی نفسہ انما ہو اصل الطیب - کیونکہ روغن مذکور بذات خود طیب نہین ہو وہ تو طیب کی اصل ہو - ف یعنی طور کہ اسمین طیب ڈال کر غالیہ وغیرہ بناتے ہین - اور یہ شافعی وصاحبین کی راے مین ظاہر ہو - او ہو طیب من وجہ - یا وہ ایک وجہ سے خود طیب ہو - ف برائے ابو حنیفہ رح فیشترط استعمالہ علی وجہ التطیب - پس اسکا استعمال بطریق خوشبو لگانیکے شرط کیا گیا ہو - ف تب کفارہ ہوگا - اور بدون اسکے وہ کفارہ واجب کرنے کی قوت نہین رکھتا - اور یہان استعمال بطور دوا رہا ہو - بخلاف ما اذا تداوی بالمسک وما اشبہہ - بخلاف اسکے جب کہ مشک وکے مانند سے دوا کی - ف جیسے عنبر وکافور وزعفران بلکہ خود روغن مذکور مطیب کیا ہوا - تو انمین بدون شرط مذکور کفارہ ہو - وان لبس ثوبا مخیطا - اور اگر محرم نے سلا ہوا کپڑا پہنا - او غطی راسہ - یا اپنا سر ڈھکا - یوما کاملا - ایک دن پورا - ف یا ایک رات پوری یا زیادہ دنون پہنے یا ڈھکے ع - فعلیہ دم - تو اسپر دم لازم ہو - ف خواہ احرام باندھنے کی حالت مین پہنے ہوے ایک دن گذارنا یا بعد احرام کے پہنا - اور خواہ اپنے اختیار سے پہنا ہو یا کسی کے زبردستی یا بحالت

Marfat.com

خراب ہوا یا۔ مف۔ پس شرط الدم پورا دن یا پوری رات ہے۔ وان کان اقل من ذلک فعلیہ صدقۃ۔ اور اگر ایک دن کامل سے کم ہوا تو اسپر صدقہ لازم ہے۔ وعن ابی یوسف انہ اذا لبس اکثر من نصف یوم فعلیہ دم۔ اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب محرم نے آدھے دن سے زائد مخیط پہنا تو اسپر دم واجب ہے۔ ف۔ کیونکہ اکثر بحکم الکل ہے۔ وہو قول ابی حنیفۃ اولا۔ اور یہی پہلے ابو حنیفہ رح کا قول تھا۔ ف۔ پھر امام رح نے اس سے رجوع کیا کہ دن پورا چاہیے کیونکہ اکثر بحکم کل احتیاط مین ہے اور یہان کم مین صدقہ موجود تو کامل جرمانہ کے لیے کمال جرم ضرور ہے۔ یہی ظاہر الروایۃ ہے۔ م۔ وقال الشافعی یجب الدم بنفس اللبس۔ اور شافعی رح نے کہا کہ پہنتے ہی دم واجب ہو جائیگا۔ ولنا ان الارتفاق بالاستعمال علی بدنہ۔ کیونکہ انتفاع راحت حاصل کرنا اسکے بدن پر شامل ہوتے ہی کامل ہو جائیگا۔ ولنا ان معنی الترفق مقصود من اللبس۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پہننے سے راحت کے معنی مقصود ہین۔ ف۔ یعنی سردی یا گرمی دفع کرنا۔ کیونکہ پہننا اسی واسطے ہے۔ فلا بد من اعتبار المدۃ یتحصل علی الکمال ویجب الدم۔ تو مدت کا معتبر ہونا ضرور ہے تاکہ راحت مقصود بدرجہ کمال حاصل ہو اور دم واجب ہو۔ فقدر بالیوم پس وہ مدت ایک یوم مقرر کی گئی۔ لانہ یلبس فیہ ثم ینزع عادۃ۔ کیونکہ عادت کی راہ سے دن مین لباس پہنا جاتا پھر اتار دیا جاتا ہے۔ ف۔ یہ ہمارے تینون اماموں کا قیاس ہے پس اگر اسنے معمولی راحت کامل ایک روز پہنکر حاصل کی تو دم واجب ہے۔ وتقاصر فیما دونہ الجنایۃ۔ اور اس مدت سے کم پہننے کی صورت مین جرم مین قصور ہوگا فیجب الصدقۃ۔ تو صدقہ واجب ہوگا۔ غیر ان ابا یوسف اقام الاکثر مقام الکل۔ لیکن اتنی بات مین اختلاف ہے کہ ابو یوسف نے دن کے اکثر حصہ کو کل کے قائم مقام کر دیا۔ ف۔ ورنہ ابو یوسف کے نزدیک بھی مدت معتبر ایک دن ہے۔ اور عرنین رح نے کہی مین صدقہ رکھا خزانۃ الاکمل مین ہے کہ ایک گھڑی سے کم ہو تو ایک مٹھی گیہون ورنہ نصف صاع گیہون ہین۔ مف۔ یہ سب اسوقت ہے کہ پہننے کے کپڑے ایسی طور پر پہنا ہو۔ ولو ارتدی بالقمیص۔ اور اگر محرم نے قمیص کو بطور چادر اوڑھا۔ او اتشح بہ۔ یا قمیص سے اتشاح کیا۔ ف۔ یعنی دائین بغل سے نکال کر بائین مونڈھے پر ڈالی جیسے محرم پہنا کرتے ہین۔ او ائتزر بالسراویل۔ یا پائجامہ کے ساتھ لنگی باندھی۔ ف۔ یعنی پائنچون مین لپیٹ لیا جیسے لنگی۔ فلا باس بہ۔ تو اسکا کچھ مضائقہ نہین ہے۔ ف۔ یعنی ان صورتون مین اسپر صدقہ بھی لازم نہین ہے۔ لانہ لم یلبسہ لبس المخیط۔ کیونکہ اسنے سلے ہوئے کپڑے کو اسکے پہننے کے طور پر نہین پہنا۔ وکذا لو ادخل منکبیہ فی القباء ولم یدخل یدیہ فی الکمین۔ اور اسی طرح اگر قبا مین اپنے مونڈھے ڈالے اور آستینون مین اپنے دونون ہاتھ نہین ڈالے۔ ف۔ تو بھی اسپر صدقہ نہین ہے۔ خلافا لزفر۔ بخلاف قول زفر کے۔ ف۔ اور بخلاف قول شافعی کے کہ انکے نزدیک کفارہ ہے۔ اور ہمارے نزدیک بالاتفاق نہین ہے۔ لانہ ما لبسہ لبس القباء۔ کیونکہ اسنے قبا کے پہنانے کے طور پر اسکو نہین پہنا۔ ف۔ اور یہی حکم طیلسان مین ہے۔ ولہذا یتکلف فی حفظہ۔ اور اسی جہت سے وہ اسکی حفاظت مین تکلف کریگا۔ ف۔ کیونکہ وہ کندھے پر نہین ٹھہر سکتی ہے۔ لہذا ہم نے کہا کہ اگر طیلسان یا قبا کو گنڈی یا تکمہ وغیرہ سے روک دیا ہو تو ایک دن بھر مین اسپر کفارۃ الدم واجب ہوگا۔ اور اگر چادر مین گرہ دی یا ازار کو کمربند سے کس لیا پس ایک دن تک مکروہ ہے کیونکہ سلی ہوئی کے مشابہ ہوئی۔ اور اگر قبا کی سلائی توڑ کر لنگی باندھی تو کچھ مضائقہ نہین ہے۔ مف۔ وتعتبر فی تغطیۃ الراس من حیث الوقت ما بیناہ۔ اور سر ڈھکنے کے بارہ مین وقت کی راہ سے وہی اندازہ ہے جو ہم نے بیان کر دیا۔ ف۔ یعنی ایک روز کامل۔ ولا خلاف انہ اذا غطی جمیع راسہ یوما کاملا یجب علیہ الدم۔ اور کچھ خلاف نہین کہ اگر سب سر کو پورے ایک روز ڈھانکے تو اسپر قربانی واجب ہوگی۔ لانہ ممنوع عنہ۔ کیونکہ یہ امر ممنوع ہے۔ ولو غطی

Marfat.com

بعض راسہ - اور اگر اپنے تہوڑا سر مونڈھا تا کا - ف - تو اسمین اختلاف ہی - فالمروی عن ابی حنیفۃ انہ اعتبر الربع اعتبارا بالحلق والعورۃ - تو ابو حنیفہ رح سے اسپر دم لازم ہی یہی مروی ہی کہ امام رح نے چہارم کو اعتبار کیا بر قیاس حلق وعورت کے - ف - یعنی جیسے حلق مین چہارم سر مونڈنا کافی ہی یا احرام مین مونڈنے سے اور چہارم شرمگاہ کھلنے سے نماز فاسد ہی اسی طرح چہارم سر ڈھکنے سے کفارہ واجب ہوگا - اگر وہم ہو کہ وجوب الدم تو انتفاع مقصود سے ہوتا ہی تو اسکی تحقیق کر دی بقولہ - وبذالان ستر البعض استمتاع مقصود یعتادہ بعض الناس - اور یہ اسوجہ سے ہی کہ بعض سر ڈھکنا انتفاع مقصود ہی یہ بعض لوگون کی عادت ہی - ف - یعنی عادت کے درجۂ کامل کو یہ انتفاع پہونچا حتی کہ ترک وعراق لوگ ایسی چھوٹی ٹوپی پہنتے ہین کہ بقدر چہارم سر ڈھکتا ہی - وعن ابی یوسف انہ یعتبر اکثر الراس اعتبارا للحقیقۃ - اور ابو یوسف سے مروی ہی کہ انھون نے زیادہ حصہ سر کو معتبر رکھا بقیاس حقیقت کے - ف - یعنی بقیاس حقیقی کثرت کے اور حقیقی کثرت بمقابلہ کثرت کے معلوم ہوا کرتی ہی حتی کہ ثمانی بہ نسبت چوتھائی کے کثیر ہی مگر نصف سے قلیل ہی ہر ہر ایک ثمانی وچہ تھائی بلحاظ حکم کے کثیر ہین نہ حقیقت مین - کذا قال العینی - اور ظاہر یہ کہ بقیاس حقیقت یعنی حقیقی سر ڈھکنے پر قیاس کیا اور وہ پورا سر کو ڈھکنے سے ہی اور اکثر بمنزلہ کل ہوتا ہی تو اکثر مین بھی دم واجب ہوگا جیسے حقیقی ڈھکنے مین ہی اور یہی فتح القدیر سے واضح ہوتا ہی اگرچہ اس جملہ کی تفسیر نہین لکھی - بدائع مین یہی قول امام محمد سے ذکر کیا ہی - محقق نے کہا کہ یہی قول منظور دلیل اوجہ واقوی ہی - الخ - پھر لکھا کہ چوتھائی کے اعتبار پر یہ مسائل نکالے گئے کہ اگر محرم نے سر یا چہرہ مین پٹی باندھی ایک رات یا ایک دن تو اسپر صدقہ ہی مگر جب کہ چہارم مقدار ڈھکے تو دم ہی - اگر کہنی اور جسم مین باندھے تو کچھ نہین - اگرچہ بہت ہو مگر بغیر عذر مکروہ ہی - اگر مرد یا عورت چوتھائی چہرہ ڈھکے تو اسپر دم ہی - دونون کان اور گدی اور سوڑی سے نیچے کی ہوئی داڑھی ڈھکنے مین مضائقہ نہین - جیسے ناک پر ہاتھ رکھنا نہ پڑا - واضح ہو کہ جہان ایک دم یا صدقہ بیان کیا ہی اگر قارن ہو تو اسپر دو گنا ہی یعنی بوجہ دو احرام عمرہ وحج کے - واذا حلق ربع راسہ اور ربع لحیتہ فصاعدا - اور اگر محرم نے مونڈا اپنا چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی یا اس سے زیادہ - ف - کل سر وکل داڑھی تک - فعلیہ دم - تو اسپر قربانی لازم ہی - فان کان اقل من الربع فعلیہ صدقۃ - پس اگر چہارم سے کم ہو تو اسپر صدقہ ہی - ف - ترکیب بیان مفید ہی کہ اگر متفرق جگہون سے حلق کرے تو مجموعہ قدر چہارم یا زائد ہو پس اگر کم ہو تو صدقہ ہی م - بالجملہ چہارم کا اعتبار بالاتفاق علامہ شائع نے ذکر کیا اور یہی صحیح ہی سع - وقال مالک لاتجب الا بحلق الکل - اور مالک نے کہا کہ دم نہین واجب مگر کل سر یا کل داڑھی مونڈنے مین - ف - کیونکہ قولہ تعالی لا تحلقوا رؤسکم یعنی مت مونڈو اپنے سرون کو - کل سر مونڈنے پر ہی - وقال الشافعی یجب بحلق القلیل اعتبارا بنبات الحرم - اور شافعی رح نے کہا کہ قربانی واجب ہی قلیل مونڈنے مین (یعنی بقدر تین بال ع) بر قیاس حرم کی نباتات کے - ف - یعنی جس نے حرم کی گھاس ونبات مین سے کوئی ممنوع اکھاڑی یا چمبلی تو قلیل ہو یا کثیر ہو دم واجب ہی کیونکہ وہ حرام کی گئی یون ہی احرام مین بال محفوظ کیے گئے ہین سم - ولنا ان حلق بعض الراس ارتفاق کامل لانہ معتاد - اور ہماری دلیل یہ کہ تہوڑا سر مونڈنا بڑا ارتفاق یعنی انتفاع ہی کیونکہ یہ معتاد ہی - ف - یعنی لوگون کی عادت ہی پس عادت بوجہ اپنے مقصود راحت و نظافت سے ہی چنانچہ ترک عرف وریان سے چاند مونڈتے ہین تو جب معلوم ہو گیا کہ سر مین سے بعض مونڈنا بھی انتفاع ہی اور یہی احرام مین ممنوع - فکامل بہ البنایۃ - تو اسی قدر پر جرم پورا ہو جائیگا - ف - غیر از نیکہ احتمال زیادت ہی تو احتیاطا دم واجب ہوا - ف - اس سے معلوم ہوا کہ بیان سبق کا اعتبار ہمارے ائمہ کے نزدیک بالاتفاق ہی - وبقاصر فیما دونہ - اور اس سے کم کی صورت مین جرم ناقص ہوگا - ف - پس صدقہ ہی - بخلاف تقلیب

سربع العضو لانہ غیر مقصود - برخلاف چہارم عضو کو خوشبو لگانے کے کیونکہ وہ غیر مقصود ہے - ف - اور معلوم ہو چکا کہ جنایت جب بر وجہ مقصود کامل ہو تب کفارۃ الدم ہوتا ہے - یہ تو چہارم سر مین تقریر تھی - وکذا حلق بعض اللحیۃ معتاد بالعراق وارض العرب - اور یون ہی داڑھی مین سے بعض مونڈنا عراق وعرب مین معتاد ہے - ف - پس یہ فعل اگرچہ جائز نہ ہوا اتنا تو معلوم ہوا کہ کل سے کم مین بعض لوگون کا انتفاع حاصل کرنا معمول ہو رہا ہے اور مدار جرمانہ کا اسی پر کہ راحت وانتفاع ممنوعہ مین تصور کرے پس چہارم داڑھی مونڈنے مین بھی کامل جرم لہذا کامل جرمانہ یعنی دم واجب ہے سر نوع اپنا سر مونڈا وقربانی دی پھر دبین اپنی ڈاڑھی مونڈی تو دوسرا دم دے - اگر ایک ہی جلسہ مین سر وڈاڑھی وبغلین وتمام بدن مونڈا یا منڈایا تو اسپر ایک ہی قربانی ہے اور اگر جلسہ مختلف ہون تو ہر جلسہ کے واسطے ایک قربانی ہے یہ شیخین کا قول ہے - وضورین کچھ بال سر وداڑھی سے ٹوٹے تو اسپر ایک لپ گیہون ہین - یون ہی جب روٹی پکانے مین جل جاوین خزانۃ الاکمل مین ہے کہ ایک لٹ بال مین نصف صاع ہے - مف - وان حلق الرقبۃ کلہا فعلیہ دم - اور اگر اپنی سب کدی منڈائی تو اسپر ایک دم ہے - لانہ عضو مقصود بالحلق - کیونکہ یہ ایسا عضو ہے کہ قصد کر کے مونڈا جاتا ہے - ف - چنانچہ بہت لوگ راحت وزینت کے لیے مونڈتے ہین - ف - اگرچہ مکروہ فعل ہے - م - وان حلق الابطین او احدہما فعلیہ دم - اور اگر محرم نے دونون بغل یا ایک کو حلق کیا تو اسپر ایک دم لازم ہے - ف - اور قاضیخان مین ہے کہ اگر بغل مین بہت بال ہون تو چہارم بغل سے دم ہے ورنہ کل سے مگر معروف وہ ہے جو شیخ مصنف رح نے مطلقاً ذکر کیا - ف - اور ہر ایک موجب الدم ہے - لان کل واحد منہما مقصود بالحلق لدفع الاذی وتیل الراحۃ فاشبہ العانۃ - کیونکہ ہر بغل مونڈنے مین قصد کیجاتی ہے تاکہ گندگی دور اور راحت حصول ہو تو عانہ کے مشابہ ہو گئی - ف - یعنی زیر ناف کیونکہ زیر ناف مونڈنے مین دم واجب ہے تو ہر بغل مین بھی - پھر افادہ کیا کہ - ذکر فی الابطین الحلق ہہنا - امام محمد رح نے بغلون کے بارہ مین یہان یعنی جامع صغیر مین لفظ حلق ذکر کیا - ف - یعنی مونڈنا - وفی الاصل النتف - اور مبسوط مین لفظ نتف یعنی بال اکھاڑنا ذکر کیا - ف - تو کچھ اختلاف نہین ہے بلکہ نتف بغل مین عادت ہے - وہو السنۃ اور یہی سنت ہے - ف - اور مبسوط مین کہا مونڈنا بھی جائز بے کراہت ہے - پھر دیگر اعضاء مین امام رح سے روایت نہین - الکافی مع - وقال ابو یوسف ومحمد اذا حلق عضوا فعلیہ دم وان کان اقل فطعام - اور ابو یوسف ومحمد نے کہا کہ اگر ایک عضو حلق کیا تو اسپر قربانی واجب ہے اور اگر عضو سے کم ہو تو طعام لازم ہے - ف - یون ہی امام محمد نے جامع صغیر مین ذکر کیا - اراد بہ الصدر والساق وما اشبہ ذلک - مراد امام محمد کے لفظ عضو سے سینہ وران وجو اسکے مشابہ ہو - ف - جیسے پنڈلی مراد مقصود بحلق سے یہ کہ لوگون مین بقصد راحت وانتفاع اسکا مونڈنا پایا جاوے اگرچہ وہ خلاف سنت فعل کرین لہذا سینہ وساق کامل مین دم واجب ہے - لانہ مقصود بطریق التنور کیونکہ یہ ہر ایک عضو بطریق نورہ لگانے کے مقصود ہوتا ہے - ف - یہی فخر الاسلام نے ذکر کیا - یعنی بعضی لوگ اپنی راحت وزینت کی غرض سے آنکے باون کو قصداً نورہ لگا کر دور کرتے ہین اور حلق بھی بال دور کرتا ہے - فیتکامل بحلق کلہ - پس جرم پورا ہوگا پورا عضو مونڈنے کے ساتھ - ف - تو دم آیا - ویتقاصر عند حلق بعضہ - اور جرم ناقص ہوگا تھوڑا عضو مونڈنے کی صورت مین - ف - پس صدقہ ہے - واضح ہو کہ مبسوط مین صریح سینہ وساق کو مونڈنے مین غیر مقصود کہا ہے - شیخ ابن الہمام نے کہا کہ یہی وجہ ہے کیونکہ آنکا حلق دوسرے عضو کے ضمن مین ہوتا ہے قصدی - کمافی الفتح - مین کہتا ہون کہ مقصود بحلق کے یہ معنی نہین کہ دوسرے کے ضمن مین ہو ورنہ بغل وعانہ سے کچھ لازم نہو بلکہ جو ترجمہ نے ذکر کیے پس وہ اگرچہ امام محمد کے زمانہ مین متعارف نہو مگر ہمارے زمانہ ودیار مین لوگون مین کثرت رائج ہے تو صحیح وہ جو مصنف رح نے اختیار فرمایا

Marfat.com

تعالیٰ اعلم ہم - اور چار دن ائمہ مجتہدین کے نزدیک کفارہ واجب ہونے مین حلق یعنی مونڈنے اور اکھاڑنے اور
نورہ لگا کر گرانے مین کچھ فرق نہین ہے ع - وان اخذ من شاربہ فعلیہ طعام حکومۃ عدل - اور اگر محرم نے اپنی مونچھ
سے کتر لیا (یا مونڈا الی آخر صح - ف) تو اسپر طعام ہے وہ حکومت عدل ہے - ف یعنی دو عادل جو عدل سے حکم
کردین گر اپنی راے سے نہین بلکہ - معناہ انہ ینظران ہذا المأخوذ کم یکون من ربع اللحیۃ - اسکے معنی یہ کہ دیکھا جاوے
گا جو کترا ہے وہ چہارم داڑھی سے کتنا ہوتا ہے - ف یعنی چہارم داڑھی مین دم واجب ہے تو یہ چوتھائی سے کیا نسبت رکھتا
ہے - مثلاً چوتھائی داڑھی سے چوتھائی کی یا آٹھوین حصہ کی - فیجب علیہ الطعام بحسب ذلک - پس اسپر اسی
حساب سے طعام واجب ہوگا - حتی لو کان مثلا مثل ربع ربع اللحیۃ یلزمہ ربع قیمۃ الشاۃ - حتی کہ اگر فرض
کرو کہ چہارم داڑھی کا چوتھائی ہو تو بکری کے قیمت کا چوتھائی لازم ہوگا - ف اور اگر نصف ہو تو قیمت کا نصف
لازم ہے - پھر اس قیمت کا طعام خرید کر مساکین کو تقسیم کرے ہم - ولفظہ الاخذ من الشارب - اور مونچھ سے اخذ
کرنا یعنی لینا - ف یہ لفظ اس امر کی دلیل نہین کہ اگر مونڈے تو قربانی لازم ہوگی بلکہ - تدل علی انہ ہو السنۃ
فیہ دون الحلق - یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ مونچھ مین یہی سنت ہے نہ کہ مونڈنا - ف یعنی مونڈنا اور کتر لینا برابر ہے
اور اخذ یعنی کتر لینا امام محمد نے اسلیے ذکر کیا کہ مونچھ مین کترنا ہی سنت ہے - پھر کترنا تھوڑا یا بہت - تو فرمایا - والسنۃ
ان یقص حتی یوازی الاطار - اور سنت آثار تینا کہ اطار سے مقابل ہو جاوے - ف اطار جہان ہونٹھوں کی کھال
و گوشت ملا ہے پس اسکے مقابل ہو جاوے تو اسکو قص کہا اور اس سے زیادہ رہنے کو حفو کہتے ہین - پھر جو مصنف رحمہ نے
ذکر کیا یہ بعض متاخرین مشائخ کے نزدیک سنت اور یہی مذہب فقہاء مدینہ اور مالک رح کا ہے اور جمہور کے نزدیک احفاء
سنت ہے یعنی قص سے زیادہ جو مونڈنے کے برابر ہے حتی کہ امام طحاوی نے اسکو مونڈنا لکھا اور کہا کہ یہی ابو حنیفہ و صاحبین
کا قول ہے - اور یہی محیط مین مذکور ہے اور دلیل فریق اول کی وہ احادیث جنمین لفظ قص واقع ہے از انجملہ حدیث عمار بن یاسر
و مغیرۃ بن شعبہ عند ابی داؤد اور حدیث عائشہ رض عند مسلم والاربعۃ - وحدیث ابو ہریرۃ عند مسلم - اور دلیل فریق دوم
کی یہ کہ قص سے مراد احفاء کے درجہ تک رہنا کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جو لفظ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بول دہی
یاد کر کے روایت کرتے اور ابن عمر رض سے احفاء روایت کیا - رواہ مسلم والترمذی وہی حدیث انس مین ہے روایت طحاوی
والبزار رح ہے - مع - واضح ہو کہ حدیث انس مین موچھین رہنے اور داڑھی چھوڑنے کے حکم کے بعد طحاوی کی روایت
مین زائد ہے کہ یہودیون سے مشابہت مت کرو - اور بزار رح کی روایت مین ہے کہ مجوس سے مخالفت کرو - پس ظاہر ہے
کہ یہود سے موچھون مین اور مجوس سے داڑھی مین مخالفت ہے - پس اگر داڑھی مونڈی یا مونڈنے کے مانند کردی تو مشابہت
مجوس بلکہ نصاری یا یہود سے مکروہ تحریمی ہے حتی کہ شیخ محقق سند لکھا کہ کسی نے اسکو جائز نہین کہا - رہی ایک مشت کی
تقدیر تو اسمین اتباع آثار سلف ہے - اور اگر موچھین بڑھائین اور نہ کتریں تو مشابہت یہود بلکہ نصاری و مجوس سے مکروہ
تحریمی ہے - واللہ تعالیٰ اعلم ہم - قال وان حلق موضع المحاجم فعلیہ دم عند ابی حنیفہ رح - قدوری نے کہا کہ
اگر پچھنے لگانے کی جگہ کو مونڈا تو امام ابو حنیفہ کے اجتہاد مین اسپر قربانی واجب ہے - وقالا علیہ صدقۃ لانہ انما یحلق
لاجل الحجامۃ وہی لیست من المحظورات فکذا ما یکون وسیلۃ الیہا - اور صاحبین نے کہا کہ اسپر صدقہ لازم
ہے کیونکہ اسنے تو فقط پچھنے لینے کی جہت سے مونڈا اور پچھنے لگانا احرام کی ممنوعات سے نہین ہے تو جو چیز پچھنے لینے کا
وسیلہ ہو وہ بھی ممنوع نہین ف تو اس راہ سے اسمین کچھ جرم بھی نہین ہے - الا ان فیہ ازالۃ شیء من التفث
لیکن اس مونڈنے مین تفث مین سے کچھ دور کرنا ہوا - ف یعنی احرام مین جو عاشقانہ صورت مین دینا دانیہا سے

بے بوٹ ہوکر مردہ کی طرح میل کچیل پراگندہ بال لگائے رہتا ہے اس مونڈنے مین اتنی جگہ سے میل کچیل دور کرنا بھی جائز ہے تفث دور کرنا منع ہے لیکن اسنے پورا تفث دور نہین کیا۔ فتجب الصدقۃ۔ تو صدقہ واجب ہوگا۔ ف اور زیلعی نے صاحبین کے استدلال مین کہا کہ یہ مونڈنا قلیل ہے تو قربانی کا موجب نہ ہوگا جیسے سوائے حجامت کے قلیل مونڈنے مین قربانی نہین ہے۔ ابن الہمام نے اسکو اظہر کہا۔ ولابی حنیفۃ ان حلقہ مقصود لانہ لایتوسل الی المقصود الا بہ۔ اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ اسکا مونڈنا مقصود ہے کیونکہ تقصود کی جانب بدون اسکے توسل نہین ہو سکتا۔ وقد وجد ازالۃ التفث۔ حالانکہ پایا گیا تفث دور کرنا۔ ف قصد کے ساتھ۔ عن عضو کامل۔ پورے عضو سے فتجب الدم۔ تو قربانی واجب ہوگی۔ ف پورے عضو سے یہ ارادہ کیا کہ پچھنے لگانے کے حق مین یہ پورا ہے۔ وان حلق راس محرم بامرہ اوبغیر امرہ۔ اور اگر محرم نے دوسرے محرم کا سر مونڈا خواہ اسکے حکم سے یا بغیر اسکے حکم کے۔ ف شاید سونا تھا۔ اگرچہ چہارم سر یا چہارم داڑھی وانند اسکے بغل وغیرہ اور ناخن کترنا جو مذکور ہوا۔ م ع۔ فعلی الحالق الصدقۃ۔ تو مونڈنے والے پر صدقہ واجب ہے۔ وعلی المحلوق دم۔ اور جسکا سر مونڈا گیا اسپر قربانی واجب ہے۔ ف اسی کو شافعی کے شاگرد مزنی رح نے اختیار کیا۔ ع۔ وقالی الشافعی لایجب ان کان بغیر امرہ بان کان نائما۔ اور شافعی رح نے کہا کہ محلوق پر قربانی نہین واجب اگر بدون اسکے حکم کے ہو باین طور کہ محلوق سوتا ہو ف یا اغماء وغیرہ سے بیہوش ہو یا مجبور کیا گیا ہو اس حالت مین حالق نے مونڈا۔ بلکہ اصح قول مین حالق پر فدیہ ہے اور یہی مالک واحمد کا قول ہے۔ اور محلوق بغیر حکم کے صورتون مین بری ہے ع۔ لان من اصلہ ان الاکراہ یخرج المکرہ من ان یکون موآخذا بحکم الفعل۔ کیونکہ شافعی رح کی اصل سے یہ ہے کہ جس شخص پر اکراہ کیا گیا ہو تو اکراہ اس مجبور کو اس امر سے خارج کر دیتا ہے کہ فعل کے حکم سے وہ ماخوذ ہو۔ ف نہ دنیا مین نہ آخرت مین تو سر مونڈنے کے حکم یعنی قربانی سے جو مجبور کیا گیا ہو بری ہے۔ والنوم ابلغ منہ۔ اور نیند تو اکراہ سے بڑھے ہوئے درجہ پر ہے۔ ف پس سوتا ہوا محلوق بدرجۂ اولی بری ہے۔ وعندنا بسبب النوم والاکراہ تنتفی المأثم دون الحکم۔ اور ہمارے نزدیک بسبب خواب کے اور اکراہ کے گناہ دور ہوتا ہے نہ حکم۔ ف یعنی آخرت مین اسپر مواخذہ نہوگا۔ مگر دنیاوی حکم نہین دور ہوتا چنانچہ اصول مین مدلل تحقیق ہے۔ تو قربانی ساقط نہوگی۔ وقد تقرر سببہ۔ درحالیکہ قربانی کا سبب متقرر ہو چکا۔ وہو مانال من الراحۃ والزینۃ۔ اور یہ سبب وہ راحت وزینت ہے جو اسنے پائی۔ ف زینت یہ کہ بالون کی میل کچیل دور ہوئی فیلزمہ الدم حتما۔ تو اسپر قربانی حتماً لازم ہوگی۔ ف یعنی صرف قربانی حتمی ہوگی اور اسکو سوائے قربانی کے روزہ یا طعام دینے سے چھٹکارا نہوگا۔ بخلاف المضطر۔ برخلاف مضطر کے۔ ف یعنی جو شخص کسی بیماری سے سر کے حلق پر لاچار ہوا ہو۔ حیث یتخیر۔ کیونکہ وہ مختار کیا جاتا ہے۔ ف چاہے قربانی دیدے یا چھ مساکین کو طعام دیدے یا تین روزے رکھے۔ لان الآفۃ ہناک سماویۃ وہہنا من العباد۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مضطر کی صورت مین آفت آسمانی ہے اور یہان محلوق کی صورت مین بندون کی طرف سے ہے۔ ف رہا یہ کہ اچھا محلوق نے قربانی دی مگر چونکہ اسنے گناہ کیا تھا تو حالق نے اسپر ظلم کیا پس کیا ظالم سے اپنا تاوان واپس لے۔ جواب دیا۔ ثم لایرجع المحلوق بما اسدی علی الحالق۔ پھر جسکا سر مونڈا گیا وہ مونڈنے والے سے واپس نہین لے سکتا۔ ف جو مال اسنے قربانی مین خرچ کیا۔ لان الدم انما لزمہ بما نال من الراحۃ۔ کیونکہ قربانی تو اسپر اسی راحت کی وجہ سے لازم آئی جو اسنے پائی ہے ف تو قربانی اپنی راحت کا عوض دی ہے۔ فصار کالمغرور فی حق العقر۔ تو محلوق مذکور مانند مغرور کے دربارہ عقر ہو گیا ف یعنی یہ محلوق تاوان مالی اٹھانے مین اس مغرور کے مانند ہو گیا جس نے عقر دینے مین تاوان اٹھایا۔ ف

جس نے دعوے کا کہا یا۔ عقر دہ مال جو کسی موجب شبہ سے دعوی کرنے کے لازم آوے چنانچہ کتاب النکاح مین انشاء اللہ آویگا۔ اور اسکی بہت صورتین ہین ازانجملہ یہ کہ زید نے بکر سے ایک باندی خرید کر جورو بنایا اور اس سے بچہ ہوا پھر خالد نے دعوی کیا کہ یہ باندی میری ملک ہے بغیر میری اجازت کے بکر نے اسکو فروخت کیا چنانچہ قاضی نے خالد کے واسطے فیصلہ کیا تو زید پر واجب ہوگا کہ باندی مع اسکے دعوی کرنے کے عقر اور بچہ کی قیمت کے خالد کو دے پھر بچہ کی جو قیمت دینی پڑی وہ زید فروخت کرنے والے سے واپس لیگا جس نے اسکو دھوکا دیا مگر عقر نہین لے سکتا کیونکہ عقر بوجہ وطی کے ہے جسکا نفع خود اسنے لیا ہے۔ اسی طرح مسئلہ کتاب مین حلق کا نفع محلوق نے پایا تو قربانی کی قیمت حالق سے نہین لے سکتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعید واصد اعلم یہ بھی ہے کہ قربانی کا سبب اگرچہ جرم حلق ہے لیکن واجب قربانی ادا کرنے مین حصول ثواب تقسیم پس باوجود اس ثواب کے اسکو اختیار نہین ہے کہ حالق سے قیمت واپس لے جب کہ ثواب اسکے واسطے ہوا۔ فافہم۔ وکذا اذا کان الحالق حلالا لانختلف الجواب فی المحلوق رأسہ۔ اور اسی طرح جب مونڈنے والا حلال ہو یعنی محرم نہ ہو تو بھی محلوق کے حق مین حکم جدا نہین ہوگا۔ ف بلکہ جب حلال نے محرم کا سر خواہ باجازت یا بے اجازت مونڈا تو محرم پر دمًا قربانی متعین ہے کیونکہ راحت تو اسی کو حاصل ہے۔ اما الحالق تلزمہ الصدقۃ فی مسألتنا فی الوجہین۔ رہا مونڈنے والا تو ہمارے اس مسئلہ مین دونون صورتون مین اسپر صدقہ واجب ہوگا۔ ف یعنی حالق جب محرم ہو تو خواہ اجازت سے مونڈا ہو یا بغیر اجازت کے ہر صورت حالق پر قربانی لازم ہے۔ وقال الشافعی لاشئی علیہ۔ اور شافعی رح نے کہا کہ حالق پر کچھ نہین ہے۔ ف یعنی رح نے لکھا کہ یہی قول مالک و احمد ہے لیکن قبل اسکے شرح الوجیز سے نقل کیا کہ یہ اسوقت کہ محلوق کے حکم سے مونڈا ہو اور اگر بغیر حکم مونڈے تو اصح قول مین اسپر فدیہ ہے اور یہی قول مالک و احمد ہے۔ فتدبر۔ وعلی ہذا الخلاف اذا حالق المحرم رأس حلال۔ اور اسی اختلاف پر حکم ہے جب کہ محرم نے حلال کا سر مونڈا ہو۔ ف تو ہمارے نزدیک محرم حالق پر صدقہ ہے اور شافعی رح کے نزدیک نہین۔ لہ ان معنی الارتفاق لاتتحقق بحلق شعر غیرہ وہو الموجب۔ شافعی کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کا سر مونڈنے مین ارتفاق کے معنی نہین تحقق ہوتے ہین حالانکہ ارتفاق ہی موجب فدیہ ہے۔ ف تو جب موجب نہین تو فدیہ بھی نہین۔ ولنا ان ازالۃ ما یمون بدن الانسان من محظورات الاحرام۔ اور ہماری دلیل یہ کہ احرام کے ممنوعات مین سے ہے یہ بات کہ جو چیز کسی آدمی کے بدن سے جمتی ہے اسکو دور کرے۔ ف خواہ اپنے بدن سے یا غیر کے بدن سے ہو۔ جیسے زمین حرم کی جمی ہوئی نباتات دور کرنا جرم ہے۔ لاستحقاقہ الامان بمنزلۃ نبات الحرم۔ کیونکہ بدن سے نامی مستحق الامن ہے جیسے حرم کی نباتات۔ ف محرم ہے اس سے کہ کوئی اسکو کسی حالت مین دور کرے۔ فلا یفترق الحال بین شعرہ وشعر غیرہ تو اپنے بال اور غیر کے بال مین حالت کا کچھ فرق نہ ہوگا۔ الا ان کمال الجنایۃ فی شعرہ۔ سوائے اتنی بات کے کہ اپنے بال دور کرنے مین جرم پورا ہے۔ ف کیونکہ اپنے ذاتی اختیاری بال کی امن و دعہ کی اور اس سے راحت حاصل کی۔ فان اخذ من شارب حلال او قلم اظفارہ اطعم ما شاء۔ جامع صغیر مین ہے کہ اگر حلال کی مونچھ سے لیا یا اسکے ناخون کی تقلیم کی یعنی کترے تو جو طعام چاہے صدقہ دیدے۔ ف یعنی فطرہ کے طعامون سے جو چاہے بقدر فطرہ دے۔ زع۔ لیکن محقق رح نے اسکو مطلق رکھا کہ چاہے جسقدر دے اور یہی نص محمد رح سے ظاہر ہے۔ م۔ والوجہ فیہ ما بینا۔ اور وجہ اسمین وہی جو ہم ابھی بیان کر چکے۔ ف یعنی ازالہ بدن انسان کی نامی چیز کا ممنوع ہے۔ الخ۔ و لایعری عن نوع ارتفاق۔ اور یہ ایک طرح کی راحت سے بھی خالی نہین ہے۔ لانہ یتأذی تبقث غیرہ وان کان اقل مما یتأذی تبقث نفسہ فیلزمہ الطعام۔ کیونکہ وہ غیر کے میل کچیل سے اذیت اٹھاتا ہے اگرچہ اس سے کم ہو

Marfat.com

جو اپنے فانی میل کچیل سے ایذاء پاتا ہو پس اسپر طعام لازم ہو۔ وان قص اظافیر یدیہ ورجلیہ فعلیہ دم۔ اور اگر محرم نے اپنے دونون ہاتھون اور دونون پانون کے ناخن کترے تو اسپر قربانی لازم ہو۔ لانہ من المحظورات لما فیہ من قضاء التفث وازالۃ ما تیمو من البدن۔ کیونکہ ناخن کاٹنا احرام کی ممنوعات سے ہو اسلیے کہ اسمین میل کچیل دور کرنا اور جو چیز بدن سے اُلجھتی ہو اُسکو زائل کرنا موجود ہو۔ فاذا قلمہا کلہا فہو ارتفاق کامل فیلزمہ الدم۔ پس جب محرم نے سب ناخنون کو کتر دیا تو کامل ارتفاق ہو پس اسپر قربانی لازم ہوگی۔ ف عدم جو ازپر چارون ائمہ رح متفق ہین ع۔ ولا یزاد علی دم ان حصل فی مجلس واحد۔ اور ایک دم پر زیادتی نہین کیجائیگی بشرطیکہ سب ناخنون کا کترنا ایک ہی جلسہ مین واقع ہو۔ ف یہی قول چارون ائمہ کا ہو ع۔ لان الجنایۃ من نوع واحد۔ کیونکہ جرم نوعی واحد سے ہو۔ ف تو ایک چہارم سے زیادہ کا کترنا متداخل ہوجائیگا۔ فان کان فی مجالس ۲ اور اگر ناخن کترنا متفرق جلسون مین واقع ہو یعنی ہر ہاتھ و پانون کے پانچ ناخن چار جلسون مین کاٹے۔ فکذلک عند محمد۔ تو بھی امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہو۔ ف کہ جرم متداخل ہوکر ایک ہی دم واجب ہوگا۔ لان بناہا علی التداخل کیونکہ اس کفارہ کا مبنی تو تداخل پر ہو۔ ف جبکہ جنس واحد ہو۔ فاشبہ کفارۃ الفطر۔ تو کفارہ افطار سے مشابہ ہوگیا۔ ف یعنی جب کہ رمضان مین عمداً کئی دن روزہ توڑ دیا تو جنس متحد ہونے سے آخر مین جب کفارہ دے تو ایک ہی کفارہ لازم ہوتا ہو بوجہ تداخل کے پس چارون کے متفرق کرنے مین بھی تداخل ہوکر آخر مین جب کفارہ دے تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی۔ اور یہی ایک قول مالک و شافعی رح ہو۔ الا اذا تخللت الکفارۃ۔ مگر جب کہ ناخنون کے متفرق کترنے کے بیچ مین کفارہ واقع ہوجاوے۔ ف اسطرح کہ ایک ہاتھ یا پانون کے ناخن کترکے کفارہ دے دیا پھر دوسری مجلس مین دوسرے کے ناخن کترے تو پھر دوسرا کفارہ لازم ہوگا۔ لارتفاع الاولی بالتکفیر۔ کیونکہ پہلا جرم بوجہ کفارہ دینے کے دور ہوچکا تھا۔ ف تو پہلا کفارہ صرف موجودہ جرم کا ہوگیا پس جدید جرم کا دور کرنے والا دوسرا کفارہ ہوگا۔ وعلی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف یجب اربعۃ دماء ان قلم فی کل مجلس یدا او رجلا۔ اور ابو حنیفہ وابو یوسف کے قول پر چار قربانیان واجب ہونگی اگر اُسنے چار مجلسون مین ہر مجلس مین ایک ہاتھ یا ایک پانون کے پانچون ناخن کاٹے۔ ف خواہ پہلے کا کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ لان الغالب فیہ معنی العبادۃ۔ کیونکہ اس کفارہ قربانی مین عبادت کے معنی غالب ہو رہے ہین۔ ف اسی جہت سے یہ کفارہ ایسے شخص پر بھی واجب ہوتا ہو جو معذور ہو مثلاً بیماری سے لاچار ہو یا جاہل یا بھولا ہوا یا زبردستی مجبور کیا گیا ہو۔ بخلاف کفارۃ الفطر کہ وہ معذور پر واجب نہین ہو۔ لہذا کفارات قربانی مین تداخل مطلق نہین رہا۔ فیتقید التداخل باتحاد المجلس کما فی آی السجدۃ۔ تو تداخل مقید ہوگا مجلس متحد ہونے کے ساتھ جیسے سجدہ کی آیتین تلاوت کرنے مین ہو۔ ف کہ اگر مجلس واحد مین تکرار ہو تو سب سے ایک سجدہ کافی ہو اور اگر مجالس مختلفہ ہون تو ہر ایک کے لیے علیحدہ سجدہ لازم ہو اسی جہت سے کہ اسمین معنی عبادت ہین تو تداخل نہوگا مگر جب کہ مجلس متحد ہو۔ وان قص یدا او رجلا فعلیہ دم۔ اور اگر اسنے ایک ہاتھ یا پانون کے سب ناخن کترے تو اسپر قربانی واجب ہو۔ اقامۃ للربع مقام الکل کما فی الحلق۔ بوجہ قائم کرنے چہارم کے مقام کل کے جیسے مونڈنے مین۔ ف کہ چہارم سر کے مونڈنے مین مثل کل کے کفارۃ الدم واجب ہو ع۔ وان کان قص اقل من خمسۃ اظافیر فعلیہ صدقۃ۔ اور اگر محرم نے پانچ ناخنون سے کم کترے تو اسپر صدقہ ہو۔ ف یہ معنی نہین کہ ایک ہی صدقہ ہو بلکہ۔ معناہ یجب لکل ظفر صدقۃ۔ اسکے معنی یہ ہین کہ ہر ناخن کے واسطے اسپر ایک صدقہ ہو۔ ف پھر پانچ سے ایک بھی کم ہو تو صدقہ رہیگا

Marfat.com

اور اکثر کے اعتبار سے دم نہوگا - وقال زفر یجب الدم بقبض ثلثہ منہا - اور زفر رح نے کہا کہ پانچون مین سے تین کترنے سے دم واجب ہوگا - وہو قول ابی حنیفۃ الاول - اور یہ امام ابو حنیفہ کا پہلا قول ہے - لان فی اظافیر الید الواحدۃ - کیونکہ ایک ہاتھ کے ناخنون مین دم واجب ہوتا ہے - ف - اور وہ پانچ ناخن ہین - والنکث اکثرہا - اور تین ناخن انمین سے اکثر ہین - ف - یعنی پانچ کا نصف اور تین اکثر حصہ ہوے - اور اکثر کا حکم مانند کل کے ہے - پھر ابو حنیفہ رح نے قول اول سے رجوع کیا اس جانب جو کتاب مین مذکور ہے - وجہ المذکور فی الکتاب ان اظافیر کف واحد اقل ما یجب الدم بقلمہ - جو کتاب مین مذکور ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ کسر حد جسکے کترنے سے دم واجب ہو وہ ایک ہاتھ (یا پانون کے پانچون) ناخن ہین - ف - لیکن اصل مین چار دن ہاتھ پانون کے کل ناخنون پر دم واجب ہوا تھا - وقد اقمنا ہا مقام الکل - اور ہم نے ایک ہاتھ کے (یا پانون کی) ناخنون کو کل کے قائم مقام کر دیا ہے - ف - اور جب اکثر ایسا کر چکے - فلا یقام اکثر ہا مقام کلہا - تو پھر ایک ہاتھ کے اکثر کو مقام کل کے نہین کیا جائیگا - لانہ یودی الی ما لا یتناہی - کیونکہ یہ غیر متناہی کی طرف مودی ہے - ف - حتی کہ جب تین ناخنون مین دم واجب ہو تو ہم کہتے ہین کہ اگر اسنے دو ناخن کترے تو یہ تین کا اکثر حصہ ہے اور اکثر بجاے کل تو دو ناخن مین دم واجب ہوگا - پھر دو تہائی مین پھر ایک مین اسی طرح جاری ہوگا - مترجم کہتا ہے کہ چاہیون استدلال کرو کہ جب ایک ہاتھ کے ناخنون کو قائم مقام چار دن کے کیا تو ہاتھ کے اکثر یعنی تین کو ہاتھ کے قائم مقام نہین کر سکتے کیونکہ لازم آتا ہے کہ وجوب الدم مین اصل پانچ ناخن ہون حالانکہ چار دن ہاتھ پانون کے سب ناخن ہین - اور جو امام مصنف رح نے ذکر کیا لازم ہے - فافہم پھر پانچ ناخن جنسے دم واجب ہوتا ہے وہ کہ سب ایک ہاتھ یا پانون کے ہون - وان قص خمسۃ اظافیر متفرقۃ من ید او رجل فعلیہ الصدقۃ - اور اگر اسنے پانچ ناخن دونون ہاتھون اور دونون پانون سے متفرق کاٹے تو اسپر صدقہ واجب ہے - عند ابی حنیفۃ وابی یوسف - ابو حنیفہ وابو یوسف کے نزدیک - وقال محمد دم اعتبارا بما لو قصہا من کف واحد وبما اذا حلق ربع الراس من مواضع متفرقۃ - اور امام محمد نے کہا کہ قربانی واجب ہے بقیاس پانچ ناخنون کے جب کہ انکو ایک ہی ہاتھ مین سے کاٹے اور بقیاس چہارم سر کی مقدار مونڈنے کے جب کہ سر کے متفرق حصون سے مونڈے - ف - کیونکہ پانچ ناخن ملکر ایک ہاتھ یا پانون کے ہو جاتے ہین اور مونڈنے مین متفرق مقامات کو جمع کر کے چہارم کا اندازا اعتبار کرتے ہین تو یہی بیان کرین ہم - ولہما ان کمال الجنایۃ بنیل الراحۃ والزینۃ - اور شیخین کی دلیل یہ کہ کامل جرم تو راحت و زینت حاصل ہونے کے ساتھ ہے - وبالقلم علی ہذا الوجہ یتاذی - اور اس طور پر متفرق کاٹنے سے وہ ایذا پاویگا - ولشینہ ذلک - اور یہ ہیات اسکو عیبدار کریگی - ف - تو راحت و زینت نہوئی پس کمال جرم نہونے سے دم نہ ہوا - بخلاف الحلق - بخلاف سر مونڈنے کے یعنی متفرق - لانہ معتاد علی ما مر - کیونکہ اسکی عادت کی گئی ہے چنانچہ گذرا - ف - کہ بعض لوگ فقط چندیا - اور بعضے پیشانی مونڈاتے ہین واذا تقاصرت الجنایۃ تجب فیہا الصدقۃ - اور جب کہ جرم مین کمی ٹھہرے تو اسمین صدقہ واجب ہوگا فیجب بقلم کل ظفر طعام مسکین - تو ہر ناخن کترنے کے عوض مسکین کا طعام واجب ہوگا - ف - جو صدقۃ الفطر مین ہے وکذلک تو قلم اکثر من خمسۃ متفرقا - اور اسی طرح اگر پانچ سے زیادہ ناخن کو متفرق کترے - ف - تو ہر ایک کا نصف صاع گیہون صدقہ دے - الا ان یبلغ ذلک دما - مگر یہ سب صدقہ ملکر ایک قربانی تک پہونچ جاوے - ف - یعنی قیمت مین - فحینئذ ینقص عنہ ما شاء - تو ایسی حالت مین اس قیمت سے جو چاہے کم کر دے - ف - کیونکہ دم تو کمال جرم پر ہوا کرتا ہے اور جب یہ تین تو کمی کرے - قال وان انکسر ظفر المحرم فتعلق فاخذہ فلا شئ علیہ -

Marfat.com

کما امر اگر محرم کا ناخن ٹوٹ کر گر پڑا پس اسکو لے لیا تو اسپر کچھ لازم نہین ہی۔ ف اسپر اجماع ہی خواہ تراش لیا یا نوچ لیا یا کسی طرح یا موے م۔ لانہ لاینمو بعد الانکسار فاشبہ الیابس من شجر الحرم۔ کیونکہ وہ ٹوٹنے کے بعد نہین بڑھیگا تو درخت حرم سے خشک کے مشابہ ہوگیا۔ ف اور خشک درخت حرم کاٹ لینا جائز ہی۔ وان تطیب او لبس او حلق من عذر۔ اور اگر خوشبو لی یا سلا کپڑا پہنا یا حلق کیا بوجہ عذر کے۔ ف یعنی ان ممنوعات مین سے جو کیا وہ عذر سے کیا مثلاً مرض کی لاچاری سے ایسی دوا لی جسمین خوشبو ہی اسی طرح لباس جنگ مین یا حلق۔ مرض مین کیا بلکہ جون بہت ہو کر ایذا دین تو عذر ہی۔ م ش ع۔ فھو مخیر۔ تو محرم اختیار دیا گیا ہی۔ ف یعنی تو اسپر ایک کفارہ واجب ہی مگر وہ کفارہ تین چیزون مین سے ایک ہی اسکا اختیار محرم کو ہی کہ۔ ان شاء ذبح شاۃ۔ اگر چاہے ایک بکری ذبح کر دے۔ وان شاء تصدق۔ اور اگر چاہے تو صدقہ دیدے۔ علی ستۃ مساکین۔ چھ مسکینون پر۔ ثلثۃ اصوع من الطعام۔ تین صاع طعام۔ ف ہر ایک کو نصف صاع۔ وان شاء صام ثلثۃ ایام۔ اور اگر چاہے تو تین دن روزے رکھے۔ ف انمین سے ہر ایک اسکو روا ہی۔ لقولہ تعالی۔ بدیل قول اسر تعالی۔ ف فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ۔ پس جو شخص تم مین سے مریض ہو یا اسکو ایذا ہو سر سے۔ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک تو اسپر فدیہ واجب ہی روزہ رکھنے سے یا صدقہ دینے سے یا قربانی کرنے سے۔ ف پس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر ایک اسکو جائز ہی۔ وکلمۃ او للتخییر۔ اور کلمہ او یعنی یا واسطے مختار کرنے کے آتا ہی۔ ف پھر واضح ہو کہ مصنف رح نے اول قربانی کو ذکر کیا اور آیت کریمہ مین اول روزہ رکھنا مذکور ہی تو مصنف نے اشارہ کیا کہ انمین سے جسکو چاہے ادا کر دے کچھ یہ شرط نہین کہ روزہ نہ رکھ سکے تب صدقہ جائز بلکہ ابتدا ہی صدقہ روا ہی۔ پھر آیت مین تعداد روزون یا صدقہ کی مذکور نہین ہی۔ وقد فسرہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باذکرنا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کو اسی کے ساتھ تفسیر فرمایا ہی جو ہم نے ذکر کی۔ ف یعنی تین روزے یا تین صاع چھ مساکین کو یا ایک قربانی۔ والآیۃ نزلت فی المعذور۔ اور یہ آیت نازل ہوئی تھی معذور کے حق مین۔ ف وہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ہین جنکے سر مین بہت جون پڑ گئی تھین چنانچہ حضرت کعب رض نے کہا کہ نازل تو خاصکر میرے حق مین ہوئی حالانکہ وہ تم سب کے واسطے عام ہی۔ کما فی الصحیحین۔ پس جب کہ معذور کے حق مین نزول ہوا لہذا ہم نے اسکو معذور کا حکم لیا اور جو بلا عذر ایسا کرے تو اسپر صرف قربانی حتمی ہی بنا بر آنکہ سابق مین گذرا۔ م۔ ثم الصوم یجزیہ فی ای موضع شاء پھر اس فدیہ مین روزہ رکھنا تو ہر جگہ جہان چاہے کافی ہی۔ ف کچھ مقام حرم کی خصوصیت نہین ہے ہمارے ائمہ ثلاثہ متفق ہین۔ ہمارے نزدیک متفرق رکھنا بھی جائز ہی ع م۔ لانہ عبادۃ فی کل مکان۔ کیونکہ صوم تو ہر جگہ مین عبادت ہی۔ ف تو کسی جگہ کی خصوصیت نہوگی۔ وکذلک الصدقۃ عندنا لما بینا۔ اور یون ہی صدقہ مذکور (ہر جگہ جائز ہی) ہمارے نزدیک بوجہ مذکورہ بالا۔ ف کہ صدقہ ہر جگہ دینا صدقہ ہی بخلاف قول شافعی و احمد کے کہ صدقہ حرم مین ادا کرنا شرط ہی۔ واما النسک مختص بالحرم بالاتفاق لان الاراقۃ لم تعرف قربۃ الا فی زمان اور رہا قربانی کرنا تو وہ بالاتفاق حرم کے ساتھ مختص ہی (دمین قربانی کرنا شرط ہی) اسلیے کہ خون بہانا ذبح کرکے قربت نہین پہچانا گیا مگر ایک زمانہ مین۔ ف وہ ایام قربانی ہین۔ اور مکان۔ یا جگہ مین۔ ف وہ مقام حرم ہی لہذا محل چوپکہ ذبح کا ثواب ہونا بغیر دخل قیاس کے ہمکو شرع سے معلوم ہوا کہ قربانی طاعت ہی ایام النحر مین یعنی دسوین گیارھوین بارھوین ذی الحجہ مین۔ یا طاعت ہی اگر موضع حرم مین ذبح کرے۔ ان دونون صورتون کے سوا سے کوئی صورت خون بہانے مین قربت کی معلوم نہ ہوئی۔ وبذا الدم لاختص بزمان فتعین اختصاصہ بالمکان۔ اور یہ قربانی کسی

زانہ کے ساتھ مختص دین تو بکہ کے ساتھ مختص ہوتا تعین ہو گیا۔ ف پس اگر صدقہ و فدیہ مین قربانی دے تو جب ہی ادا ہوگی کہ حرم مین ذبح کرے۔ اور صوم و صدقہ کا قربت ہونا قیاس سے معلوم ہی تو جان ادا کرے ادا ہو جائیگا۔ و ہو اختیار الطعام اجزاہ فیہ النقد و النسیئۃ۔ اور اگر صدقہ محرم نے طعام دینا اختیار کیا تو اسکو طعام دینے مین صبح کا کھانا کھلانا اور شام کا کھانا کھلانا کافی ہوگا۔ عند ابی یوسف اعتبارا بکفارۃ الیمین۔ یہ ابو یوسف کے نزدیک بر قیاس کفارہ قسم ہی۔ ف کہ اسمین یہی کافی ہی اور حدیث کعب۔ نزلت فی الطعم فرقا التحوہ ہی یعنی تین صاع جو مسکینون کو کھلا دے وعند محمد لا یجزیہ لان الصدقۃ تنبئ عن التملیک۔ اور امام محمد کے نزدیک دونون وقت کھلانا کافی نہین ہی کیونکہ صدقہ تملیک سے آگاہ کرتا ہی ف یعنی صدقہ کے معنی لغت مین ایسے ہین کہ جسسے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ اسمین غیر کو بے عوض کے مالک کر دینا چاہیے۔ پس صدقہ مین مالک کرنا چاہیے۔ و ہو المذکور۔ اور قرآن مین مذکور بھی صدقہ ہی۔ ف پس ایسے طور پر دینا ضرور ہوا کہ مسکین کو مالک کر دے بخلاف کھانا کھلانے کے کہ وہ تو مباح کرنا ہوتا ہی۔ اعتراض ہوا کہ حدیث مین ہی کہ مرد کا نفقہ اپنی جورو کو صدقہ ہی۔ اس سے ظاہر ہی کہ مالک کرنا صدقہ مین ضرور نہین ہی ع۔ مین کہتا ہون کہ خود اپنا کھانا کپڑا بھی صدقہ قرار دیا گیا جیسا کہ حدیث صحیح مین ہی تو لہذا صدقہ یعنی مجازی بنا و ثواب ہی اور آیت مین حقیقت مبین تملیک ضرور ہی۔

فصل۔ یہ فصل احرام مین جماع اور اسکے متعلقات مین ہی۔ فان نظر الی فرج امراتہ۔ اور اگر محرم نے اپنی جورو کی فرج کی طرف نظر کی۔ ف اگرچہ داخل فرج مین جہان پردہ بکارت ہوتا ہی اگرچہ نظر دیر تک یا مکرر سہ کرر ہو۔ اور یون ہی حرام طور پر اجنبیہ عورت کی فرج کی طرف نظر کی۔ بشہوۃ۔ شہوت کے ساتھ۔ ف عمدا۔ فامنی۔ پس انزال ہو گیا۔ لا شئ علیہ۔ تو اسپر کچھ لازم نہین ہی۔ ف یعنی غسل جنابت کرے اور احرام کی جہت سے کچھ دم یا صدقہ لازم نہین ہی۔ لان المحرم ہو الجماع ولم یوجد۔ کیونکہ (احرام مین) حرام کردا گیا تو ممنوع ہی اور جماع پایا نہین گیا۔ ف فی الحقیقۃ اوجدہ حکما۔ فصار کما لو تفکر فامنی۔ پس یہ ایسا ہو گیا جیسے فکر باندھا پس انزال ہو گیا۔ ف چنانچہ تصوری انزال پر کچھ نہین لازم آتا۔ اور مالک رح کے نزدیک دیر تک نظر کر کے انزال مین حج فاسد ہی یعنی قبل وقوف کے اور اگر دل سے اسکو دفع کیا تو اسپر بدنہ واجب ہی۔ اور اگر مکرر نظر کی ہو تو ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسپر بدنہ واجب ہی۔ کما فی المغنی مع۔ وان قبل او لمس بشہوۃ فعلیہ دم۔ اور اگر شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا چھوا تو اسپر دم واجب ہی۔ ف اگرچہ جورو ہو۔ اور اس مسئلہ مین انزال کی قید نہین لگائی حالانکہ اسمین اختلاف روایت ہی۔ فی الجامع الصغیر یقول اذا مس بشہوۃ فامنی۔ جامع صغیر مین فرمایا کہ جب شہوت سے چھوا پس انزال ہو گیا۔ ف تو اسپر دم ہی۔ قاضیخان نے کہا کہ یہی صحیح ہی لیکن قدوری کے نزدیک جامع صغیر مین انزال کی قید اتفاقی ہی۔ ولا فرق ہین ما اذا انزل اولم ینزل ذکرہ فی الاصل۔ اور کچھ فرق نہین درصورتیکہ انزال ہوا یا انزال نہین ہوا اسکو مبسوط مین ذکر فرمایا۔ ف یہی اصح ہی کیونکہ یہ عورت سے لذت حاصل کرنا ہوا احرام مین منع ہی تو دم واجب ہوا۔ م ع۔ وکذا الجواب فی الجماع فیما دون الفرج۔ اور یہی حکم ایسی مباشرت مین ہی جو فرج کے سوائے مین ہو۔ ف فرج مقام پیشاب و پخانہ یعنی سوائے شرمگاہ کے ران یا پیٹ سے آلہ تناسل رگڑا۔ تو دم واجب ہی اگرچہ انزال نہ ہو۔ اور یہی مذہب شافعیہ کا شیخ نووی نے شرح مہذب مین ذکر کیا۔ مع۔ وعن الشافعی انہ یفسد احرامہ فی جمیع ذلک اذا انزل واعتبرہ بالصوم۔ اور شافعی رح سے ایک روایت ہی کہ ان سب صورتون مین احرام فاسد ہو جائیگا جب کہ انزال ہو اور اسکو روزہ پر قیاس کیا۔ ف یہ روایت اگرچہ امام المحرمین و غزالی رح نے

Marfat.com

ذکر کی کہ علماے شافعیہ نے انکی غلطی بیان کی - مع ولنا ان فساد الحج یتعلق بالجماع - اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حج ناقابل فساد ہے مبنا جماع سے متعلق ہے - ف یعنی جماع مقصود سے - ابن المنذر نے اسپر اہل العلم کا اجماع نقل کیا ہے - ولہذا لا یفسد بسائر المحظورات - اور اسی واسطے باقی سب ممنوعات سے حج فاسد نہیں ہوتا - ولہذا لیس بجماع مقصود - اور یہ کوئی فعل مقصود ہی جماع نہیں ہے - ف یعنی شہوت سے بوسہ مساس و مباشرت کوئی جماع مقصود نہیں ہے کسی طرح کا استمتاع ہو - فلا یتعلق بہ ما یتعلق بالجماع - تو اس سے وہ حکم متعلق نہ ہوگا جو جماع سے متعلق ہے - ف یعنی فساد حرام نہوگا - الا ان فیہ معنی الاستمتاع والارتفاق بالمرأۃ - مگر اتنی بات ہے کہ اس ہر قبل میں عورت کے ساتھ عین ولذت حاصل کرنے کے معنی ہیں - وذلک محظور الاحرام - اور عین ولذت حاصل کرنا احرام میں ممنوع ہے - فیلزمہ الدم - تو اسپر قربانی لازم ہوگی - بخلاف الصوم لان المحرم فیہ قضاء الشہوۃ ولا یحصل بدون الانزال فیما دون الفرج - برخلاف روزہ کے کیونکہ روزہ میں شہوت پوری کرنی حرام کی گئی ہے اور یہ بات فرج کے سوائے میں بغیر انزال ہوئے حاصل نہیں ہوتی ہے ف لہذا جب انزال کر لیا تو ممنوع کا مرتکب ہوا - حالانکہ اس سے روکنا صوم کا رکن تھا تو فاسد ہو گیا - اور حج میں قضاے شہوت سے فساد نہ ہوگا جب کہ فرج میں نہو مگر ممنوع ہے بلکہ ممنوع مطلقا عورت سے لذت و راحت لینا تو یہ بدون انزال موجود ہے جب کہ شہوت سے ہو لہذا قربانی لازم ہے فہم - وان جامع فی احد السبیلین - اور اگر مجامعت کی محرم نے دونوں راہوں میں سے کسی میں - ف مرد ہو یا عورت ہو خواہ برغبت و اختیار ہو یا باکراہ و اجبار ہو اگرچہ بھولے سے ہو - قبل الوقوف بعرفۃ - قبل وقوف عرفہ کے فسد حجہ - تو محرم کا حج فاسد ہوگا - ف یعنی مرد و عورت ہر ایک کا حج قبل وقوف عرفہ کے جماع واقع ہونے سے فاسد ہو جائیگا - وعلیہ شاۃ - اور اسپر ایک بکری کی قربانی لازم ہوگی - ویمضی فی الحج کما یمضی من لم یفسدہ - اور حج کے افعال میں گذرے جیسے وہ گذرتا ہے جس نے حج کو فاسد نہیں کیا - ف پھر مرد کی طرح عورت بھی بکری یا ساتواں حصہ بدنہ دے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک پورا بدنہ ہے اور جامع صغیر میں کہا کہ صرف حشفہ غائب ہونا جماع میں معتبر ہے اور اگر ذکر پر کپڑا لپیٹکر داخل کیا پس اگر فرج کی گرمی پائی تو فاسد ہے ورنہ نہیں اور شافعی کے نزدیک مطلقا فاسد ہے عورت نے اگر گدھے کا نرہ یا کٹا ہوا نرہ لیکر داخل کر لیا تو بالاجماع عورت کا حج فاسد ہوا - پھر فساد کی صورت میں احرام سے نکلنے کے لیے افعال پورے کرنا لازم ہے - مع - والاصل فیہ ما روی ان رسول اللہ علیہ السلام سئل عمن واقع امرأتہ وہما محرمان بالحج قال یمضیان فی حجہما وعلیہما الحج من قابل - اور اصل اس مسئلہ میں وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوئی کہ آپ سے ایسے مرد کا حکم پوچھا گیا کہ جس نے اپنی جورو سے جماع کیا حالانکہ دونوں حج کے احرام میں تھے تو فرمایا کہ دونوں ایک قربانی کریں (یعنی ہر ایک دونوں میں سے قربانی دے) اور دونوں اپنے حج میں گذرجاویں اور آئندہ سال میں حج واجب ہے - ف یہ حدیث ابوداؤد نے مراسیل میں یزید بن نعیم تابعی ثقہ سے باسناد متصل ثقات روایت کیا اور مرسل ہمارے و جمہور کے نزدیک حجت ہے اور اسکے مویدہ بھی ہے روایت کی - مف - وبکذا نقل عن جماعۃ من الصحابۃ - اور ایسا ہی ایک جماعت صحابہ رض سے منقول ہے - ف چنانچہ دارقطنی نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے یہی حکم عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا - ورواہ الحاکم والبیہقی بطریق الدارقطنی احد اسنادہ صحیح ثقات مشہورین ہے - بیہقی نے صحیح کہا - مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ مجاہد رح سے پوچھا کہ محرم نے اپنی عورت سے جماع کیا - تو مجاہد رح نے فرمایا کہ یہ واقعہ حضرت عمر رض کے وقت میں ہوا تھا تو آپ نے

ف عبد اللہ بن عمرو رض

حکم دیا کہ اپنے حج کے افعال دونون ادا کرین پھر حلال ہوکر لوٹ جاوین پھر جب آیندہ سال ہو تو دونون حج کرین اور دونون ہدی بھیجین اور جس جگہ مین دونون کو یہ واقعہ پہونچا تھا وہان سے جدا ہو جاوین - مالک رحمہ نے مرطامین بلاغاً ایسا روایت دارقطنی کے حضرت عمر و علی و ابوہریرہ سے ذکر کیا - ف - وقال الشافعی تجب بدنۃ - اور شافعی نے کہا کہ بدنہ واجب ہے - ف - یہی قول اک روایت احمد کا ہے - اعتبارا بما لو جامع بعد الوقوف - برقیاس اس صورت کے کہ اگر بعد وقوف عرفہ کے جماع کیا - ف - کیونکہ اس صورت مین باتفاق بدنہ ہے تو قبل وقوف بھی بدنہ ہے - والجامع علیہ اطلاق ما روینا - اور ہماری حجت امام شافعی پر اطلاق اس حدیث کا جو ہم روایت کر چکے - ف - یعنی امام شافعی کی دلیل تو قیاس ہے اور قیاس جائز نہین جب کہ نص کی دلیل موجود ہو اور نص مذکور مین بتقدیر یقان دنا - دافع ہے اور دم نکرہ مطلقاً قربانی گانی ہونے کی دلیل ہے تو بکری بھی جائز ہے پس قیاس سے بدنہ کی خصوصیت باطل ہوئی - ولان القضاء لما وجب - اور اس دلیل سے کہ جب قضاء واجب ہوئی - ف - یعنی آیندہ سال مین - ولا یجب الا لاستدراک المصلحۃ - اور قضاء واجب نہین ہوا کرتی مگر مصلحت حاصل کرنے کو ف - تو گویا یہ حج فاسد ہی نہین ہوا جب کہ قضاء اسکے قائم مقام ہوگی اور دم بھی نہ ہونا چاہیے لیکن اسکے جلدی کرنے سے دم واجب ہوا - تو حاصل یہ نکلا کہ پوری اصلاح جب دم وغیرہ سے نہین ہو سکتی تو قضاء واجب ہوتی ہے - اور جب یہان قضاء واجب ہوئی - خف معنی الجنایۃ فیکتفی بالشاۃ - تو جرم کے معنی خفیف پڑ گئے تو خالی بکری پر کفایت کیجائیگی - بخلاف ما بعد الوقوف لانہ لا قضاء - برخلاف جماع بعد الوقوف کے کیونکہ اس صورت مین قضاء واجب نہین ہے - ف - بلکہ حج پورا ہو گیا تو معلوم ہو گیا کہ قبل وقوف عرفہ کے جماع مین اور بعد وقوف کے جماع مین یہ فرق ہے کہ اول مین قضاء واجب ہو کر اصلاح ہوئی پس ابھی کسی چیز سے اصلاح نہوئی حتی کہ بدنہ واجب کرنا مفید نہین - اور دوسری صورت مین قضاء نہین بلکہ بدنہ دینے سے اصلاح ہو جائیگی - م - ہم سوی بین المبتدئین پھر قدوری رحمہ نے دونون راہون مین جماع یکسان قرار دیا - ف - حتی کہ مفسدین جماع سے مثل فرج کے، دم و قضاء ہے جب کہ قبل الوقوف ہو - یہی قول صاحبین کا اور ایک روایت ابوحنیفہ رحمہ سے ہے - وعن ابی حنیفۃ ان الوطی فی غیر القبل منہما - اور ابوحنیفہ رحمہ سے یہ بھی روایت ہے کہ وطی کرنا (قبل وقوف کے) سوائے فرج کے مرد و عورت سے - ف - یعنی مفسدین مرد و عورت سے وطی کرنا - لا یفسدہ لتقاصر معنی الوطی - حج کو فاسد نہین کرتا بوجہ نقصان معنی وطی کے - ف - کیونکہ کامل وطی تو عورت کی فرج مین ہے - فکان عنہ روایتان پس ابوحنیفہ رحمہ سے دو روایتین ہو گئین - ف - اور یہ معلوم نہین کہ کون قول مقدم ہے اور اصح یہ کہ جس پر صاحبینؒ نے بھی اتفاق کیا لہذا من کتاب مین مختار ہے - الحاصل فرج یا مفسدین جب کہ قبل وقوف عرفہ جماع کیا تو فاسد ہوا پس دم دے اور آیندہ سال دونون قضاء کرین - م - ولیس علیہ ان یفارق امرأتہ فی قضاء ما افسداہ - اور محرم پر واجب نہین کہ جدا رکھے اپنے جورو کو قضاء کرنے مین اس حج یا عمرہ کے جسکو فاسد کر دیا تھا ف - ہان افتراق رکھنا مستحب ہے بشرطیکہ عورت کو محرم مل جاوے - خلافا لمالک اذا خرجا من بیتہما لزفر اذا احرما للشافعی اذا انتہیا الی المکان الذی جامعہا فیہ - برخلاف قول مالک رحمہ کے (کہ افتراق واجب ہے) جب ہی سے کہ مرد و عورت اپنے گھر سے نکلین - اور برخلاف قول زفر کے جب سے کہ دونون احرام باندھین اور برخلاف قول شافعی کے کہ جب دونون اس مقام پر پہونچین جہان عورت سے جماع واقع ہو گیا تھا ف - اصح یہ کہ قول مالک مثل قول زفر ہے اور قول احمد مثل قول الشافعی - مگر جدا بدنہ مین افتراق مستحب ہے

Marfat.com

لهم انهما ینداکران ذلک فیقعان فی المواقعة فیفترقان - مالک وزفر وشافعی کی دلیل یہ کہ مرد وعورت گذشتہ واقعہ کو یاد کرینگے تو مجامعت مین پڑجاوینگے پس دونون ہمدار ہین - ف - اور اسکی ضرورت بعد احرام کے ہے اور شافعی نے کہا کہ یاد ہونا اس مقام سابق مین ہوگا - اور یہی اثر حضرت عمر رض مین مذکور ہے - کما مر - ولنا ان الجامع وهو النكاح بينهما قائم - اور ہماری دلیل یہ کہ جو رد مرد کا یکجا کرنے والا اور وہ دونون مین نکاح ہر برابر موجود ہے - فلا معنى للافتراق قبل الاحرام لاباحة الوقاع ولا بعده لانهما ینداکران مالحقهما من المشقة الشديدة بسبب لذة يسيرة فيزدادان ندما وتحسرا فلا معنى للافتراق - تو دونون مین جدائی کے کچھ معنی نہین قبل احرام کے کیونکہ ابھی جماع کرنا حلال ہے اور نہ بعد احرام کے کیونکہ دونون یاد کرینگے کہ انکو کیسی کچھ مشقت سخت بوجہ ایک خفیف لذت کے اٹھانی پڑی ہے تو انکو زیادہ ندامت اور پریشیر ہوگا پس افتراق کے کچھ معنی نہین ہین ف - یعنی افتراق کے واسطے کوئی ایسی علت وجہی نہین نکلتے جس سے وجوب ثابت ہو لیکن منتفی نہین کہ دلیل اہم مصنف رح ایسے شخص کے حق مین ہے جو اول مرتبہ نہ جاتا تھا کہ اسکو قضا کی مشقت اٹھانی ہوگی پس اولی استدلال یہ کہ اول جماع کے موقع پر جیسے لذت سابق یاد ہوگی تو ساتھ ہی مشقت لاحق بھی ہان افتراق اچھا ہے تاکہ مخمصہ دور ہو اور نفس کو جدائی کی سزا اٹھانی پڑے لیکن واجب نہین کیونکہ بسا اوقات عورت کو دوسرا محرم میسر نہین ہوتا ہے م - اگر قبل وقوف کے ایک مجلس مین کئی عورتون سے یا کئی بار ایک عورت سے خواہ فرج مین یا علی الاصح مقعد مین جماع کیا تو بھی ایک قربانی ہے - ظاہر الروایہ مین منصوص ہے کہ محرم نے اگر عورتون سے جماع کیا اور احرام چھوڑ دیا اور بے احرام والون کی طرح جماع و شکار وغیرہ کرنے لگا تو اسپر واجب ہے کہ عود کرکے محرم ہوجاوے کیونکہ بغیر افعال الا کیے وہ احرام سے صرف نیت کرنے یا ترک کئے یا ممنوعات کا مرتکب ہونے سے خارج نہین ہوگا - اگر بالغہ نے طفل قابل جماع سے وطی کرائی تو بالغہ عورت کا حج فاسد ہوا نہ طفل کا - اور اگر مرد نے غیر بالغہ سے کیا تو حکم برعکس ہے چوپایہ سے وطی کی تو بغیر انزال کچھ نہین اور بعد انزال کے اسپر دم واجب ہے مگر حج فاسد نہین - جیسے ہاتھ سے زنی لگانے مین بھی حکم ہے کیونکہ چوپایہ کی وطی فعل خبیث وقابل تنفر ہے حتی کہ زنی لگانے سے بڑھکر نہین ہے - قارن نے عمرہ چار پھیر طواف کرنے سے پہلے جماع کیا تو حج و عمرہ دونون فاسد اور دونون کی قضا ہے اور بعد چار پھیر طواف کے عمرہ نہین مگر حج فاسد ہے اور قران نہین رہا پھر بہرحال اسپر دو قربانیان جرم کی واجب ہین - صف - یہ سب قبل وقوف عرفہ کا جماع ہے - ومن جامع بعد الوقوف بعرفة لم يفسد حجه وعليه بدنة - اور جس شخص نے (مرد یا عورت) بعد وقوف عرفہ کے جماع کیا تو اسکا حج فاسد نہ ہوا اور اسپر بدنہ واجب ہے - ف - جبکہ حلق سے پہلے کیا اور بعد حلق کے صرف بکری کافی ہے - ف - خلافا للشافعی فیما اذا جامع قبل الرمی - بخلاف قول شافعی کے وہ صورت جبکہ اسنے جمرۃ العقبہ رمی کرنے سے پہلے جماع کیا ہے - ف - کیونکہ رمی اکبر وانکے نزدیک حلال ہونیکا سبب ہے اور قبل اسکے احرام مطلق ہے حتی کہ اسکو کوئی ممنوع احرام جائز نہین - پھر انکے نزدیک بعد رمی کے سوائے جماع کے دوسری چیزین حلال ہوجاتی ہین تو قبل رمی کے جماع کرنا حج کو فاسد کرتا ہے اور ہمارے نزدیک یہ قیاس متروک ہے اور حج فاسد نہین ہوتا - لقوله عليه السلام من وقف بعرفة فقد تم حجه - بدلیل قول آنحضرت صلعم کے کہ جسنے عرفہ مین وقوف کرلیا تو اسکا حج تمام ہوگیا - ف - یعنی حکم مین تمام کے ہے حتی کہ کسی چیز سے فاسد نہین ہوسکتا ہے ورنہ ابھی طواف زیارت کا رکن باقی ہے اور حدیث مذکور پہلے گذر چکی ہے اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم سے جس وقوف عرفات مین اہل نجد نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ حج کیونکر ہے فرمایا کہ عرفہ ہے جو کوئی شب مزدلفہ کے فجر ہونے سے پہلے عرفہ آگیا اسکا تمام ہوگیا - رواہ احمد وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم - اور ایک روایت مین ہے کہ جسنے طلوع فجر سے پہلے عرفہ پایا اسنے حج پایا - رواہ ابو داؤد - مع - اگر کہا جاوے

Marfat.com

ترتیب جمع تمام ہو گیا بدین معنی کہ فاسد نہین ہو سکتا تو بدنہ کیون واجب ہو۔ جواب دیا کہ۔ وانما تجب البدنۃ بقول ابن عباس بدنہ واجب ہوتا تو بقول ابن عباس ہے۔ اولانہ اعلی انواع الارتفاق فیتغلظ موجبہ۔ یا اسوجہ کہ یہ جماع لذت لینے کا اعلی درجہ ہے تو جو کچھ یہ واجب کرے وہ سخنی پر ہے۔ ف یعنی بدنہ ہے۔ توضیح یہ کہ بعد وقوف عرفہ کے حج فاسد نہ ہونا اسکو مقتضی نہین ہے کہ کوئی جرم کرے تو جرمانہ لازم نہو کیا نہین دیکھتے کہ بعد رمی الجمرہ کے باوتفاق فساد نہین مگر جرمانہ واجب ہے۔ پھر رہا یہ کہ اس صورت مین کیا جرمانہ ہوگا تو اسمین ایک قیاس ہے وہ یہ کہ وجوب بکری یا بدنہ کا جمع مین معلوم ہوا پس یہان اعلی درجہ کی حالت سے بدنہ لازم ہے اور دوم دلیل قول ابن عباس رض کہ ایک نے آپ سے سوال کیا کہ مین نے طواف زیارت سے پہلے جورو سے جماع کر لیا ہے آپ نے فرمایا کہ بدنہ قربانی دے۔ رواہ مالک وابن ابی شیبہ۔ اور ہمارے نزدیک ایسی صورت مین قول صحابی حجت و قیاس پر مقدم ہے خصوص جب کہ یہ فتوی موافق بحدیث ہے چنانچہ حج فاسد ہونے کا حکم نہ دیا بخلاف فتوی ابن عمرؓ کے جو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اور اسمین باوجود بدنہ کی قربانی کے سال آیندہ مین قضاے حج کا حکم دیا ہے پس ہم نے اسکو بوجہ مخالفت حدیث کے نہین لیا۔ فافہم۔ اگر دوسرے بار جماع کر لیا تو اول بار کے بدنہ کے ساتھ دوسری بار کے لیے صرف بکری لازم ہے۔ اگر قارن نے بعد الوقوف جماع کیا تو حج کے واسطے بدنہ اور عمرہ کے لیے بکری لازم ہے۔ ومن جامع بعد الحلق فعلیہ شاۃ۔ اور اگر محرم نے بعد حلق کے جماع کیا تو اسپر بکری قربانی کرنا لازم ہے۔ لبقاء احرامہ فی حق النساء بوجہ باقی ہونے احرام محرم کے عورتون کے حق مین۔ ف یعنی ابھی احرام کا حکم عورتون سے جماع کے حق مین باقی ہے دون لبس المخیط وما اشبہہ۔ نہ سلا ہوا پہننے وغیرہ کے مانند۔ ف خوشبو ملنے وغیرہ مین۔ پس احرام درحقیقت نہین ہے مگر حکم مین عورت کے بارہ مین ہے۔ فخفت الجنایۃ فاکتفی بالشاۃ۔ پس جرم خفیف ہوا تو بکری قربانی کرنے پر اکتفا کی گئی۔ ومن جامع فی العمرۃ قبل ان یطوف اربعۃ اشواط فسدت عمرتہ۔ اور جس نے احرام عمرہ مین جماع کیا قبل اسکے کہ عمرہ کے واسطے چار پھیرے طواف کرلے تو اسکا عمرہ فاسد ہو گیا فیمضی فیہا ویقضیہا وعلیہ شاۃ۔ پس عمرہ کے افعال پورے کر جاوے اور عمرہ کو قضا کرے اور اسپر ایک بکری لازم ہے۔ ف اور عمرہ جب چاہے قضا کرے۔ ومن جامع بعد ما طاف اربعۃ اشواط او اکثر۔ اور جس نے جماع کیا عمرہ مین بعد طواف کرنے چار پھیرون یا زیادہ کے فعلیہ شاۃ ولا تفسد عمرتہ۔ تو اسپر بکری واجب ہے اور اسکا عمرہ فاسد نہ ہوگا۔ ف کیونکہ چار پھیرے رکن طواف ہین اور عمرہ بھی طواف پس اب فساد نہین ہو سکتا پس بکری کی قربانی سے استدراک ہو گیا پھر چار پھیرے کے بعد خواہ طواف پورے کرنے سے پہلے یا سعی سے یا حلق سے پہلے طواف کیا تو بھی قربانی واجب ہے۔ کما فی المحیط۔ وقال الشافعی تفسد فی الوجہین۔ اور شافعی نے کہا کہ دونون صورتون مین عمرہ فاسد ہوگا۔ ف خواہ چار پھیرے کے پہلے جماع کرے یا بعد کے وعلیہ بدنۃ۔ اور بہرحال اسپر بدنہ کی قربانی واجب ہے۔ ف یہی قول مالک ہے۔ اعتبارا بالحج اذہی فرض عندہ کالحج۔ برقیاس حج کے کیونکہ عمرہ امام شافعی کے نزدیک مثل حج کے فرض ہے۔ ولنا انہا سنۃ۔ اور ہماری حجت یہ کہ عمرہ سنت ہے۔ ف کیونکہ جابر رض کی حدیث مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا عمرہ واجب ہے فرمایا کہ نہین مگر ادا کرنا بہت اچھا ہے ع۔ پس جب عمرہ سنت ہوا۔ فکانت احط رتبۃ منہ۔ تو فرض حج سے رتبہ مین بہت نیچا ہوا۔ ف الحج مین بدنہ واجب ہوتا ہے۔ فتجب الشاۃ فیہا والبدنۃ فی الحج اظہارا للتفاوت۔ تو تفاوت ظاہر کرنیکے واسطے عمرہ مین بکری اور حج مین بدنہ واجب ہوگا۔ ف اسمین تامل ہے کہ قربانی بخلاف قیاس ہو تو کیونکر اظہار تفاوت سے واجب کیا جاوے۔ اور جواب یہ کہ ثبوت بدلیل آثار ہے اور اسکی وجہ یہی فرق ہے یا جواب اسطرح کہ حج مین ایسے درجہ احرام مین بکری ہے تو عمرہ مین بھی۔ م۔ اگر قبل طواف عمرہ کے جماع کیا تو بالاجماع فاسد ہوا۔ ومن جامع ناسیا لم یکن جامع

Marfat.com

متعمدا - اور جس شخص نے بھولے سے جماع کیا وہ مثل اُسکے جس نے عمداً جماع کیا - ف - یہی قول مالک و قدیم قول شافعی ہے - وقال الشافعی جماع الناسی غیر مفسد للحج - اور شافعی رح نے کہا کہ بھولنے والے کا جماع حج کو مفسد نہین ہے - ف - جیسے صوم مین نسیان مفسد نہین ہے - وکذا الخلاف فی جماع النائمۃ والمکرہۃ - اور ایسا ہی اختلاف اس عورت کے جماع مین ہے جو سوئی ہوئی تھی یا بالکراہ مجبور کی گئی تھی - ف - ہمارے نزدیک اُسکا حج فاسد ہوگیا اگرچہ گنہگار نہوگی اور شافعی کے نزدیک نہین فاسد ہوگا - وہو یقول الخطر یعدم بہذہ العوارض فلم تقع الفعل جنایۃ - اور شافعی کہتے ہین کہ حرمت ان عوارض سے معدوم ہوجاتی ہے تو یہ فعل جنایت ہی نہ ہوا - ف - اور حج فاسد ہونا جنایت یعنی جرم سے ہے - ولنا ان الفساد باعتبار معنی الارتفاق فی الاحرام ارتفاقا مخصوصا - اور ہماری دلیل یہ کہ فاسد ہونا احرام مین خاص طور کے معنی ارتفاق حاصل کرنے سے ہوتا ہے - ف - یعنی بعض چیزین احرام مین خاص ممنوع ہین انمین سے کسی معنی سے لذت و راحت حاصل کرنا ایسے وقت احرام مین کہ کامل احرام موجود ہو تو مفسد ہے اگرچہ کسی وجہ سے وہ گناہ نہ رہے - وہذا لا ینعدم بہذہ العوارض - اور یہ معنی ارتفاق کے بوجہ ان عارض کے معدوم نہین ہوتے ہین - ف - بلکہ بھولنے وسونے ومجبور ہونے سے گناہ البتہ معدوم ہوتا ہے - والحج لیس فی معنی الصوم اور حج کچھ صوم کے معنی مین نہین ہے - ف - بلکہ نماز کے معنی مین ہے - لان حالات الاحرام مذکرۃ بمنزلۃ حالات الصلوۃ بخلاف الصوم واللہ اعلم - اسلیے کہ احرام کی سب حالتین یاد دلانے والی ہین بمنزلہ نماز کے حالتون کے بخلاف صوم کے واللہ اعلم - ف - بلکہ صوم مین نسیان مفسد نہ ہونا نص سے بخلاف قیاس ثابت ہوا ہے تو ورائے صوم سب جگہ قیاس پر حکم رہیگا - واللہ اعلم - م -

فصل - یہ فصل در بیان طہارت ہے - ومن طاف طواف القدوم محدثا فعلیہ صدقۃ - اور جس شخص نے بغیر وضو کے حالت مین طواف قدوم کیا تو اُسپر صدقہ واجب ہے - ف - اور طواف ادا ہوگا - وقال الشافعی لا یعتد بہ اور شافعی رح نے کہا کہ طواف محدث کا شمار نہین ہے - ف - یعنی طواف نہین ہوا - لقولہ علیہ السلام الطواف بالبیت صلوۃ الا ان اللہ تعالی اباح فیہ النطق - بدلیل قولہ علیہ السلام کہ خانہ کعبہ کا طواف کرنا نماز ہے مگر اتنی بات کہ اللہ تعالی نے اسمین بات کرنا مباح کردیا ہے - ف - پس جو شخص تم مین سے بات کرے تو سوائے اچھی بات کے نہ بولے - کما رواہ الترمذی وغیرہ عن ابن عباس - فتکون الطہارۃ من شرطہ - پس طہارت طواف کی شرط سے ہوگی - ف - جیسے نماز کی شرط ہے - مخفی نہین کہ دیگر شرائط نماز اسمین باتفاق مشروط نہین تو طہارت کی کیا خصوصیت ہوگی - ولنا قولہ تعالی ولیطوفوا بالبیت العتیق - اور ہماری حجت قولہ تعالی ولیطوفوا الخ یعنی اور وے لوگ بیت العتیق کا طواف کرین - ف - پس مطلقاً طواف کا حکم دیا - من غیر قید الطہارۃ - بغیر طہارت کی قید کے - ف - یعنی یہ حکم نہین دیا کہ وضو سے طواف کرین - فلم تکن فرضا - تو طہارت فرض نہ ہوئی - ف - ہان واجب یا سنت کسی دلیل حدیث سے ہوسکتی ہے - ثم قیل ہی سنۃ - پھر کہا گیا کہ طواف مین طہارت ہونا سنت ہے - ف - فعلی ہذا ترک طہارت سے صرف ملامت ہو اور کچھ واجب نہو حالانکہ مذہب مین قربانی واجب ہے لہذا کہا - واللائق انہا واجبۃ لانہ یجب تبرکہا الجابر - اور لائق یہ کہ طہارت ہونا واجب ہے اس دلیل سے کہ ترک طہارت سے جبر نقصان کرنے والا واجب ہوتا ہے - ف - فرض طواف مین قربانی اور طواف سنت مین صدقہ - ولان الجبر یوجب العمل فیثبت بہ الوجوب - اور اس دلیل سے کہ خبر آحاد موجب عمل ہے تو اس سے وجوب ثابت ہوجائیگا - ف - اور حدیث عائشہ رض مین خود ثابت ہے کہ - خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے یہانتک کہ حیض سے پاک ہوجاوے اور حدیث ہمارے رض

عین نفاس سے پاک ہوجاوے۔ جیسا کہ حیض وغیرہ سے اوپر گذرین۔ پس طہارت سے ادا کرنا اور بغیر طہارت منع کرنا مفید ہے کہ طہارت واجب ہے حتی کہ ترک سے جو نقص آوے وہ کفارہ سے پورا ہوگا۔ پھر فرض طواف ہو تو کفارہ قربانی ہے اور قدوم سنت ہو تو صدقہ ہے۔ فاذا شرع فی ہذا الطواف وہو سنۃ۔ حالانکہ طواف قدوم دراصل سنت ہے پھر جب اسکو شروع کر دیا۔ یصیر واجبا بالشروع۔ تو شروع کرنے سے واجب ہوجائیگا۔ ویدخلہ نقص ترک الطہارۃ۔ اور طہارت چھوڑنے سے اسمین نقص آجائیگا۔ فیجبر بالصدقۃ اظہار الدنو رتبۃ عن الواجب بایجاب اللہ تعالی وہو طواف الزیارۃ۔ تو اس نقصان کا پورا کرنا صدقہ سے ہوگا تاکہ اظہار ہو اس طواف کے کم رتبہ ہونیکا اس طواف سے جو اللہ تعالی کے فرض کرنے سے واجب ہے اور وہ طواف زیارت ہے۔ ف کیونکہ طواف زیارت میں قربانی ہے۔ وکذا الحکم فی کل طواف ہو تطوع۔ اور یہی حکم ہر ایسے طواف میں ہے جو نفل ہو۔ ولو طاف طواف الزیارۃ محدثا فعلیہ شاۃ۔ اور اگر بے وضو طواف زیارت کیا تو اسپر بکری کی قربانی واجب ہے۔ لانہ ادخل النقص فی الرکن فکان افحش من الاول فتجبر بالدم۔ کیونکہ اسنے طواف رکن میں نقص ڈال دیا تو یہ اول یعنی نقص قدوم سے بدتر حرکت ہے تو اس نقص کا پورا کرنا قربانی سے ہوگا۔ وان کان جنبا فعلیہ بدنۃ۔ اور اگر طواف زیارت بحالت جنابت کیا تو اسپر بدنہ واجب ہے۔ کذا روی عن ابن عباس۔ ایسا ہی ابن عباس رض سے مروی ہے۔ ف یہ روایت نہیں ملتی ہے ع۔ ولان الجنابۃ اغلظ من الحدث فتجب جبر نقصانہا بالبدنۃ اظہارا للتفاوت اور اس دلیل سے کہ حدث سے جنب ہونا زیادہ غلیظ ہے تو دونوں میں تفاوت ظاہر کرنے کے واسطے جنابت کے جبر نقصان میں بدنہ واجب ہے۔ ف کیونکہ حج میں نقصان کا جبر یعنی پورا کرنے والا صدقہ اور قربانی ہے بخلاف نماز کے کہ اسمیں صرف سجدہ سہو ہے لہذا فرض نماز و نفل میں کچھ تفاوت نہیں حتی کہ دونوں میں سجدہ سہو ہے۔ پھر یہ سب اسوقت کہ پورا طواف حالت جنابت یا حدث میں ہو۔ وکذا اذا طاف اکثرہ جنبا او محدثا۔ اور یوں ہی جب طواف الزیارۃ میں سے اکثر پھیروں کو حالت جنابت یا حدث میں ادا کیا ہو۔ ف تو قربانی بدنہ یا بکری کی واجب ہے لان اکثر الشئی لہ حکم کلہ۔ کیونکہ جو شئی کا اکثر حصہ ہو اسکے واسطے حکم کل کا ہے۔ ف پس کل سات پھیروں میں سے چار اور اس سے اوپر اکثر ہیں۔ والافضل ان یعید الطواف مادام بمکۃ ولا ذبح علیہ۔ اور افضل یہ کہ طواف مذکور کو اعادہ کرلے جب تک مکہ میں ہے اور اسپر قربانی نہ رہیگی۔ وفی بعض النسخ وعلیہ ان یعید۔ اور مختصر القدوری کے بعض نسخون میں ہے وعلیہ ان یعید۔ ف یعنی اسپر اعادہ واجب ہے جب تک مکہ میں ہے۔ والاصح انہ یومر بالاعادۃ فی الحدث استحبابا وفی الجنابۃ ایجابا۔ اور اصح حکم یہ کہ حدث کی صورت میں اسکو بطور استحباب اعادہ کا حکم دیا جائیگا اور جنابت کی صورت میں بطور ایجاب۔ ف پس نہ مطلقاً افضل اور نہ مطلقاً واجب بلکہ بے وضو طواف میں اعادہ مستحب ہے اور جنابت میں اعادہ واجب ہے۔ لفحش النقصان بسبب الجنابۃ وقصورہ بسبب الحدث۔ کیونکہ جنابت کے سبب سے نقص فاحش ہے اور حدث کے سبب سے نقص قاصر ہے۔ ثم اذا اعادہ وقد طافہ محدثا لا ذبح علیہ لان اعادہ بعد ایام النحر۔ پھر جب کہ اسنے طواف کا اعادہ کیا حالانکہ پہلے حالت حدث میں طواف کیا تھا تو اسپر قربانی لازم نہیں ہے اگرچہ بعد ایام النحر کے اعادہ کیا ہو۔ لان بعد الاعادۃ لا تبقی الا شبہۃ النقصان کیونکہ بعد اعادہ کے کچھ باقی نہیں ہے سوائے شبہۂ نقصان کے۔ ف اور وہ حدث کا طواف ہے لیکن اس شبہہ سے کچھ واجب نہیں ہوتا۔ پھر واضح ہو کہ شاید یہ بقول صاحبین ہے کہ باوجود تاخیر رکن کے کچھ واجب نہیں ہے۔ رہا بقول ابی حنیفہ رح تو درصورت اعادہ ایام النحر کے کچھ نہیں اور درصورتیکہ بعد ایام النحر اعادہ کیا تو تاخیر سے قربانی لازم ہے۔ کما فی شرح الطحاوی

وغیرہ - النہایہ - مع - اور حق یہ کہ اسمین اتفاق ہی اسواسطے کہ معتبر تو اول طواف ہی پس وہ وقت پر ہوچکا اور حدث کا استدراک دوبارہ اعادہ سے ہوگیا تو صرف شبہہ نقصان رہا جو کچھ موجب نہین ہی - یہی صحیح ہی - م - وان اعادہ وقد طافہ جنبا فی ایام النحر فلا شئی علیہ لانہ اعادہ فی وقتہ - اور اگر اسنے طواف کو حالت جنابت مین کیا تھا اسکو ایام النحر مین اعادہ کیا تو اسپر کچھ واجب نہین رہا کیونکہ اسنے طواف کو اپنے وقت مین اعادہ کیا - وان اعادہ بعد ایام النحر لزمہ الدم عند ابی حنیفۃ رح لتاخیر علی ما عرف من مذہبہ - اور اگر اسنے طواف بحالت جنابت کو ایام النحر کے بعد اعادہ کیا تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک بوجہ تاخیر کے اسپر قربانی لازم ہوگی بنا بر آنکہ ابو حنیفہ کی اصل سے معلوم ہوا - ف کہ اپنے وقت سے رکن کو تاخیر کرنا موجب الدم ہی - شیخ ابو بکر الرازی الجصاص رح نے کہا کہ تاخیر جب ہی کہ دوسرا طواف معتبر ہو پس جنابت کی صورت مین بوجہ اول مین فاحش نقصان کے دوسرا طواف معتبر ہی اور یہی صحیح ہی اور کرخی رح نے کہا کہ جنابت وحدث دونون مین معتبر اول طواف ہی اور دوسرا صرف جبر نقصان ہی - ایضاح مین کہا کہ یہی ارجح و اوفقہ ہی - مع - کیونکہ اول طواف سے عورتون کی حلت ہوگئی - اور اگر عمرہ کے طواف کو رمضان مین بحالت حدث یا جنابت کیا پھر شوال مین اعادہ کرکے اسی سال حج کیا تو متمتع نہوگا - کما فی المبسوط تو اول ہی معتبر کہا گیا - بف - ولو رجع الی اہلہ وقد طافہ جنبا علیہ ان یعود - اور اگر آفاقی اپنے وطن کو لوٹ گیا حالانکہ اسنے جنابت مین طواف زیارت کیا تھا تو اسپر لوٹ آنا لائق ہی ف یعنی افضل ہی کہ طہارت مین طواف کرے - لان النقص کثیر فیومر بالعود استدراکا لہ - کیونکہ نقصان بہت ہی تو اسکو پورا کرنے کے واسطے واپس آنے کا حکم دیا جائیگا - ویعود باحرام جدید - اور احرام جدید کے ساتھ لوٹے ف جبکہ وہ میقات سے گذر گیا ہی اور اگر تجاوز نہ کیا ہو تو جدید احرام کی حاجت نہین ہی - مع - وان لم یعد وبعث بدنۃ اجزاہ - اور اگر وہ واپس نہ آیا اور ایک بدنہ بھیجدیا تو اسکو کافی ہوگیا - لما بینا انہ جابر لہ الا ان الافضل ہو العود - کیونکہ ہم کہہ چکے کہ بدنہ اس نقص کا پورا کرنے والا ہی مگر افضل یہی کہ واپس آوے - ف پس جنابت کی صورت مین واپسی افضل ہی - ولو رجع الی اہلہ وقد طافہ محدثا ان عاد وطاف جاز وان بعث بالشاۃ فہو افضل - اور اگر وہ اپنے اہل وطن مین لوٹ گیا درحالیکہ حالت حدث مین یعنی بغیر وضو طواف زیارت کیا تھا پس اگر واپس آکر طواف اعادہ کر لیا تو جائز ہی اور اگر بکری بھیجدی تو یہ افضل ہی - لانہ خفف معنی النقصان وفیہ نفع للفقراء - کیونکہ نقصان کے معنی خفیف کیے اور بکری بھیجنے مین فقراء کا نفع ہی - ف اور اسکی واپسی مین احرام لازم و اسکی حفاظت مین خطرہ ہی - ولو لم یطف طواف الزیارۃ اصلا - اور اگر اسنے طواف سرے سے نہ کیا - ف یا چار پھیرے یا زیادہ چھوڑے ہون - ف - حتی یرجع الی اہلہ فعلیہ ان یعود بذلک الاحرام - یہانتک کہ اپنے اہل وطن مین لوٹ گیا تو اسپر واجب ہی کہ اسی احرام کے ساتھ واپس آوے - ف جو پہلے باندھا لانعدام التحلل منہ - کیونکہ اس احرام سے حلال ہونا ندارد ہی - ف یعنی پورا حلال ہونا نہین ہوا جب کہ طواف زیارت نہین کیا - وہو محرم عن النساء ابدا حتی یطوف - اور وہ عورتون سے ہمیشہ کو برابر محرم ہی یہانتک کہ طواف زیارت کرے - ف لہذا قبل طواف کے جب کبھی عورت سے جماع کریگا اسپر قربانی لازم آئی جائیگی متعدد مجلس مین الا آنکہ دوسرے جماع سے احرام سے باہر ہونے کا قصد کرے اور کچھ بیان گذر چکا - مف - ومن طاف طواف الصدر محدثا فعلیہ صدقۃ - اور جس نے طواف الصدر کو بے وضو کیا تو اسپر صدقہ واجب ہی - لانہ دون طواف الزیارۃ وان کان واجبا فلا بد من اظہار التفاوت - کیونکہ طواف الوداع کمتر از طواف زیارت ہی اگرچہ طواف وداع واجب ہی تو دونون مین تفاوت ظاہر کرنا ضرور ہوا - ف پس جب کہ زیارت مین بکری تو وداع مین

Marfat.com

صدقہ ہے کیونکہ قربانی یا صدقہ کے سوائے کوئی امر جبابر معلوم نہیں ہوا۔ وعن ابی حنیفۃ انہ تجب شاۃ۔ اور ابو حنیفہ سے یہ بھی روایت ہے کہ بکری واجب ہے۔ ف مثل طواف زیارت کے۔ رواہ الکرخی۔ الا ان الاول اصح۔ مگر روایت اول اصح ہے۔ ف رواہ القدوری۔ ولو طاف جنبا فعلیہ شاۃ۔ اور اگر طواف وداع کو بحالت جنابت کیا تو اسپر بکری واجب ہے۔ ودنہ نقص کثیر۔ کیونکہ یہ بہت نقص ہے۔ ثم ہو دون طواف الزیارۃ۔ پھر طواف وداع کم درجہ ہے طواف زیارت سے۔ ف جسمیں جنب پر بدنہ آتا ہے۔ فیکتفی بالشاۃ۔ تو ایک بکری پر کفایت کیجائیگی۔ ف تاکہ طواف زیارت سے فرق رہے۔ ومن ترک من طواف الزیارۃ ثلثۃ اشواط فما دونہا فعلیہ شاۃ۔ اور جس نے طواف زیارت مین سے تین یا اس سے کم پھیرے چھوڑے تو اسپر ایک بکری واجب ہے۔ ف مگر آنکہ وقت پر اعادہ کرلے۔ غرض کہ موجود چار پھیرے ہین جو رکن ہین۔ تو بمنزلہ تمام کے ہے۔ لان النقصان تبرک الاقل یسیر فاشبہ النقصان بسبب الحدث فیلزمہ شاۃ۔ کیونکہ نصف سے کم چھوڑنے کی وجہ سے نقصان خفیف ہے تو بغیر وضو کی وجہ سے نقصان کے مشابہ ہوگیا پس اسپر بکری لازم ہے۔ فلو رجع الی اہلہ اجزاہ ان لا یعود ویعث شاۃ۔ پھر اگر وہ اپنے اہل وطن کی طرف لوٹ گیا تو اسکو کافی ہے کہ واپس نہ آوے اور ایک بکری بھیجدے۔ لما بینا۔ بوجہ اسکے جو ہم بیان کرچکے۔ ومن ترک اربعۃ اشواط بقی محرما ابدا حتی یطوفہا۔ اور جس نے طواف زیارت سے چار پھیرے چھوڑے تو ہمیشہ محرم باقی رہیگا یہانتک کہ طواف ادا کرے۔ لان المتروک اکثر فصار کانہ لم یطف اصلا۔ کیونکہ چھوڑے ہوئے پھیرے زائد ہین تو ایسا ہوا کہ گویا اسنے بالکل طواف نہین کیا۔ ومن ترک طواف الصدر او اربعۃ اشواط منہ فعلیہ شاۃ۔ اور جسنے طواف الصدر کو یا اسمین سے چار پھیرے چھوڑے تو اسپر بکری واجب ہے ف جب کہ وطن لوٹ گیا اور واپسی کا حکم نہین ہے۔ لانہ ترک الواجب او الاکثر منہ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسنے واجب کو یا واجب مین سے اکثر حصہ کو چھوڑ دیا ہے۔ ف اور ترک واجب مین قربانی سے نقصان پورا ہوتا ہے۔ وما دام بمکۃ یومر بالاعادۃ۔ اور جب تک کہ مین موجود ہے اسکو طواف الصدر اعادہ کرنے کا حکم ہوگا۔ اقامۃ للواجب فی وقتہ۔ تاکہ واجب اپنے وقت مین ادا ہوجاوے۔ ومن ترک ثلثۃ اشواط من طواف الصدر فعلیہ الصدقۃ۔ اور جس نے طواف الوداع سے تین پھیرے چھوڑے تو اسپر صدقہ ہے۔ ف سہ پھیرے کے واسطے نصف صاع گیہون ہے۔ ومن طاف الطواف الواجب فی جوف الحجر۔ اور جس نے طواف واجب کو جوف الحجر مین کیا۔ فان بمکۃ اعادہ۔ پس اگر مکہ مین موجود ہو تو طواف کو اعادہ کرلے۔ لان الطواف وراء الحطیم واجب علی ما قدمناہ۔ کیونکہ طواف کرنا حطیم کے گرد سے واجب ہے بنا بر آنکہ ہم سابق مین ذکر کرچکے۔ ف یعنی حدیث الحطیم من البیت۔ و الطواف فی جوف الحجر ان یدور حول الکعبۃ ویدخل الفرجتین اللتین بینہا وبین الحطیم۔ اور جوف الحجر مین طواف کرنا یہ کہ کعبہ کے گرد پھرے اور دونون کشادگیان جو کعبہ وحطیم کے درمیان ہین انمین داخل ہو ف حتی کہ حطیم اس پھیرے مین چھوٹ جاوے۔ فاذا فعل ذلک فقد ادخل نقصانا فی طوافہ۔ پس جب اسنے ایسا کیا تو اپنے طواف مین نقص داخل کرلیا۔ ف کیونکہ شافعی ومالک واحمد کے نزدیک تو یہ طواف جائز ہی نہ ہوا اور ہمارے نزدیک حطیم کا بیت سے ہونا اخبار آحاد سے ثابت ہوا تو بدرجہ واجب ہے پس ترک واجب سے نقص آیا۔ فما دام بمکۃ اعادہ کلہ لیکون مودیا للطواف علی الوجہ المشروع۔ پس جب تک کہ مکہ مین ہو تو کل طواف کو اعادہ کرے تاکہ طواف کو بطریق مشروع ادا کرنے والا ہو۔ وان اعاد علی الحجر خاصۃ اجزاہ۔ اور اگر اسنے فقط حجر کا طواف کرلیا تو کافی ہوگیا۔ لانہ تلافی ما ہو المتروک۔ کیونکہ جو کچھ متروک کیا تھا اسکی تلافی کرلی۔ وہو ان

Marfat.com

یاخذ عن یمینہ خارج الحجر حتی ینتہی الی آخرہ ثم یدخل الحجر من الفرجۃ ویخرج من الجانب الآخر۔ اور حجر کا طواف یہ کہ حجر کے باہر دائین طرف سے شروع کرے پھر نا یہانتک کہ حجر کے آخر تک پہونچے پھر حجر مین کشادگی سے داخل ہوکر دوسری جانب نکلے۔ ف یہ ایک پھیرا ہوا۔ کذا یفعلہ سبع مرات۔ یون ہی اسکو سات بار کرے۔ فان رجع الی اہلہ ولم یعدہ فعلیہ دم۔ پھر اگر وہ اپنے اہل وطن مین واپس آیا اور اعادہ نہین کیا تو اسپر قربانی واجب ہی لانہ یمکن نقصان فی طوافہ تبرک ما ہو قریب من الربع فلا تجزیہ الصدقۃ۔ کیونکہ اسکے طواف مین قریب چہارم کے چھوٹنے سے نقصان آگیا ہی تو اسکو صدقہ کافی نہ ہوگا۔ ف کیونکہ پھیرے سے چہارم چھوٹنا طواف کے معنی مین نقص ہی۔ ومن طاف طواف الزیارۃ علی غیر وضوء وطواف الصدر فی اخر ایام التشریق ظاہر الطہارۃ فعلیہ دم۔ اور جس نے طواف زیارت کو بغیر وضوء کیا اور طواف الصدر کو آخر ایام تشریق مین طہارت پر کیا تو اسپر ایک قربانی واجب ہی۔ ف بکری۔ فان کان طاف طواف الزیارۃ جنبا فعلیہ دمان۔ پھر اگر اسنے طواف زیارت کو جنابت مین کیا ہو تو اسپر دو قربانیان ہین۔ ف دونون بکریان۔ عند ابی حنیفۃ رح۔ یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہی۔ وقالا علیہ دم واحد۔ اور صاحبین نے کہا کہ اسپر ایک ہی قربانی ہی۔ لان فی الوجہ الاول لم ینقل طواف الصدر الی طواف الزیارۃ۔ کیونکہ اول صورت مین طواف الزیارۃ کی طرف طواف الصدر منتقل نہین کیا گیا۔ لانہ واجب واعادہ طواف الزیارۃ بسبب الحدث غیر واجب وانما ہو مستحب۔ اسواسطے کہ طواف الصدر واجب ہی اور طواف الزیارۃ بوجہ بے وضو ہونے کے واجب نہین بلکہ مستحب ہی۔ ف تو طواف الزیارت جو کیا ہی وہی رہیگا اور طواف وداع اپنی جگہ پر رہیگا۔ فلم ینقل الیہ۔ پس طواف الصدر بجانب طواف زیارت منتقل نہ ہوگا ف بلکہ حدث کی وجہ سے ایک دم واجب ہوگا کیونکہ نقص خفیف ہی۔ وفی الوجہ الثانی ینقل طواف الصدر الی طواف الزیارۃ لانہ مستحق الاعادۃ۔ اور دوسری صورت مین طواف الصدر کو بجانب طواف زیارت کے منتقل کرینگے کیونکہ طواف الزیارۃ اعادہ کا مستحق ہی۔ ف کیونکہ حالت جنابت مین کیا اور یہ نقص فاحش موجب لاعادہ ہی اور آخر ایام تشریق مین اسنے دوسرا طواف کیا تو یہ طواف الزیارۃ کا اعادہ ٹھہرایا جائیگا۔ لیکن طواف الزیارۃ کا وقت نہین ہی۔ فیصیر تارکا لطواف الصدر وموخرا لطواف الزیارۃ عن ایام النحر۔ پس وہ طواف الصدر چھوڑنے والا ہوا اور طواف الزیارۃ کو ایام النحر سے تاخیر کرنے والا ہوا۔ فیجب الدم بترک الصدر بالاتفاق۔ پس طواف الصدر ترک کرنے سے بالاتفاق ایک دم واجب ہوگا۔ وبتاخیر الاخر علی الخلاف۔ اور طواف زیارت تاخیر کرنے سے ایک دم واجب ہوگا باختلاف۔ ف یعنی امام رح کے نزدیک واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نہین۔ الا انہ یومر باعادۃ طواف الصدر ادام بمکۃ۔ لیکن جب تک وہ مکہ مین ہی اسکو طواف الصدر اعادہ کرنے کا حکم دیا جائیگا۔ ف پس ترک کی قربانی ساقط ہوگی۔ ولا یومر بعد الرجوع الی ما بینا۔ اور بعد وطن لوٹ جانے کے اسکو یہ حکم نہ ہوگا بنا بر انکہ ہم بیان کر چکے۔ ف تو دوسری قربانی بھی متعین ہوجائیگی۔ ومن طاف لعمرتہ وسعی علی غیر وضوء وحل۔ اور جس شخص نے اپنے عمرہ کے واسطے بغیر وضوء کے طواف وسعی کی اور حلال ہوگیا۔ فما دام بمکۃ یعید بہما۔ تو جب تک مکہ مین ہی طواف وسعی کو اعادہ کرے۔ ف یعنی اعادہ واجب ہی۔ ولا شیٔ علیہ۔ اور اسپر کچھ واجب نہین ہی۔ اما اعادۃ الطواف فلتمکن النقص فیہ لسبب الحدث۔ پس اعادہ طواف کا تو حدث کی وجہ سے اسمین نقص بیٹھ جانے سے ہی۔ واما السعی فلانہ تبع للطواف۔ اور سعی رہی تو اسکا اعادہ اسلیے کہ وہ طواف کے تابع ہی۔ ف اگرچہ اسمین طہارت واجب نہین مگر جب طواف اعادہ ہوا تو وہ بھی اسی کامل طواف کے پیچھے ہوگی۔ واذا

اعادہ بما لا شئ علیہ لارتفاع النقصان - اور جب اسنے دونون کو اعادہ کر لیا تو اسپر کچھ لازم نہ ہوا بوجہ نقصان دور ہو جانے
کے - وان رجع الی اھلہ قبل ان یعید فعلیہ دم - اور اگر طواف اعادہ کرنے سے پہلے وہ اپنے اہل وطن مین واپس گیا
تو اسپر قربانی واجب ہی - لترک الطہارۃ فیہ - بوجہ طواف مین طہارت ترک کرنے کے - ولا یؤمر بالعود - اور اسکو واپس
آنے کا حکم نہ دیا جائیگا - لوقوع التحلل باداء الرکن کیونکہ رکن عمرہ ادا کرنے کے ساتھ احرام سے نکلنا واقع ہوا ہی - اذ
النقصان یسیر - کیونکہ نقصان خفیف ہی - ف - خلاصہ یہ کہ اسنے حدث کی حالت مین عمرہ کا رکن یعنی طواف ادا کیا
تو اسپر خفیف نقص ہونے سے رکن ادا ہوا پھر حلال ہو گیا تو دوبارہ احرام کے ساتھ اگر اعادہ کا حکم نہ دیا جائیگا جب کہ
نقصان خفیف کا پورا ہونا قربانی سے حاصل ہی - پس اسپر قربانی لازم ہی - ولیس علیہ فی السعی شئ - اور اسپر سعی صفا و
مروہ کے بارہ مین کچھ واجب نہین ہی - لانہ اتی بہ علی اثر طواف معتد بہ - کیونکہ وہ لایا سعی کو پیچھے ایسے طواف کے
جو شرعاً شمار کیا گیا ہی - ف - کیونکہ طواف بحالت حدث ہمارے نزدیک طواف ہی اگرچہ کچھ نقص ہو - اور سعی مین بالاتفاق
طہارت واجب نہین ہی - مف - وکذا اذا اعاد للطواف ولم یعد السعی - اور اسی طرح اگر فقط طواف کو اعادہ کر لیا اور سعی
کو اعادہ نہ کیا - ف - تو بھی سعی کی وجہ سے کچھ واجب نہین ہی - فی الصحیح - صحیح قول مین - ف - اور دوسرا قول غیر صحیح
یہ کہ طواف اعادہ ہونے سے سعی متقدم ہو گئی پس دم واجب ہی اور جواب یہ کہ معتبر طواف اول ہی اور دوسرا صرف تکملہ ہی -
مف - یہ عمرہ کا بیان تھا - ومن ترک السعی بین الصفا والمروۃ فعلیہ دم وحجتہ تامۃ - اور جس نے حج مین سعی صفا
و مروہ چھوڑ دی تو اسپر دم واجب اور اسکا حج پورا ہی - لان السعی من الواجبات عندنا فیلزم بترکہ الدم دون
الفساد - اسواسطے کہ ہمارے نزدیک سعی مذکور منجملہ واجبات کے ہی تو اسکے ترک سے قربانی ہی واجب ہو گی نہ فساد حج -
ف - اور شافعی کے نزدیک یہ رکن ہی اسکے ترک سے حج فاسد ہی - جواب یہ کہ بالاتفاق وہ ظنی ہی پس رکن جو قطعی ہی اس سے
ثابت نہوگا - ومن افاض قبل الامام من عرفات فعلیہ دم - اور جو شخص عرفات سے امام سے پہلے چل دیا تو اسپر قربانی
واجب ہی - ف - یہی قول مالک و احمد و ایک قول شافعی ہی - یہ اسوقت کہ حد عرفات سے خارج ہو گیا - وقال الشافعی
لاشئ علیہ لان الرکن اصل الوقوف فلا یلزمہ بترک الاطاقۃ شئ - اور شافعی رح نے کہا کہ اسپر کچھ واجب نہین
کیونکہ رکن تو اصل وقوف عرفہ ہی (نہ طول وقوف) پس طول دینے کو ترک کرنے سے کچھ اسپر لازم نہ ہوگا - ولنا
ان الاستدامۃ الی غروب الشمس واجب لقولہ علیہ السلام فاوقعوا بعد غروب الشمس - اور ہماری حجت
یہ کہ برابر وقوف رکھنا غروب آفتاب تک واجب ہی بدلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ بعد غروب آفتاب کے روانہ
ہو - ف - اگرچہ اس لفظ کے ثبوت مین کلام ہی - لیکن شک نہین کہ آپ نے لوگون کو فرمایا تھا کہ تم اپنے مناسک ہمسے
لے لو یعنی جسطرح مین کرون اس سے سیکھ لو اور شک نہین کہ آپ بعد غروب کے روانہ ہوے پس اگر اس سے پہلے جائز
ہوتا تو تعلیم فرماتے - پس معلوم ہوا کہ واجب ہی - فیجب بترکہ الدم - تو اسکے ترک سے قربانی واجب ہوگی - ف -
اور یہ اس شخص کے لیے جس نے افضل وقت دن مین امام کے ساتھ وقوف کیا - بخلاف ما اذا وقف لیلا - بخلاف
اسکے جب کسی نے دن گذر کر رات مین وقوف عرفہ پایا - ف - تو اسپر دم واجب نہین ہی - لان استدامۃ الوقوف
علی من وقف نہارا لا لیلا - کیونکہ برابر غروب تک وقوف اس شخص پر جس نے دن مین وقوف کیا نہ رات مین
فان عاد الی عرفۃ بعد غروب الشمس لا یسقط عنہ الدم فی ظاہر الروایۃ - پھر اگر غروب آفتاب ہونے کے بعد
وہ عرفہ کو واپس آیا (حتی کہ امام کے ساتھ روانہ ہوا) تو اس سے قربانی ساقط نہوگی ظاہر الروایۃ مین - ف - اور طحاوی نے
امام رح سے روایت کی کہ اسنے استدراک کر لیا تو ساقط ہو گئی - اور جواب یہ کہ استدراک نہین ہوا - لان الترک

لا یصیر مستدرکا - کیونکہ جو زمانہ متروک ہو گیا وہ مستدرک نہین ہو جائیگا - واختلفوا فیما اذا عاد قبل الغروب -
اور اماموں نے اس صورت مین اختلاف کیا جب کہ وہ غروب سے پہلے واپس آیا - ف پس زفر رح کے نزدیک
ساقط نہین اور ابو حنیفہ وصاحبین کے نزدیک ساقط ہو جائیگی ع - ومن ترک الوقوف بالمزدلفة فعلیه دم - اور
جس نے مزدلفہ کا وقوف ترک کیا تو اسپر قربانی واجب ہے - لانه من الواجبات - کیونکہ وقوف مزدلفہ واجبات سے
ف تو یہ نقصان قربانی سے پورا ہو گا - ومن ترک رمی الجمار فی الایام کلها فعلیه دم - اور جس نے سب ایام
مین رمی الجمار ترک کیا تو اسپر قربانی واجب ہے - لتحقق ترک الواجب - بوجہ ترک واجب ثابت ہونیکے - ف
اور جلدی سترہین - ویکفیه دم واحد - اور اسکو ایک قربانی کافی ہے - لان الجنس متحد کما فی الحلق - کیونکہ جنس
متحد ہے جیسے مونڈنے مین - ف اگر تمام بدن کے بال مونڈے تو بھی ایک قربانی واجب ہے - والترک انما یتحقق
بغروب الشمس من آخر ایام الرمی لانه لم یعرف قربته الا فیها - اور ترک متحقق ہونا اسی طرح کہ رمی کے ایام
مین سے آخر دن کا آفتاب غروب ہو جاوے کیونکہ رمی کا قربت ہونا نہین معلوم ہوا مگر انہین ایام مین - ف تو
بعد اسکے قضا نہین ہو سکتی ہے - وما دامت الایام باقیة فالاعادة ممکنة - اور جب تک ایام باقی ہین تو اعادہ ممکن ہے
ف حتی کہ آخر دن مین قبل غروب آفتاب کے بھی سب کا رمی کرنا ممکن ہے - فیرمیها علی التالیف - پس سب کو
ترتیب کے طور پر رمی کرے - ف اگرچہ اپنے وقت سے تاخیر ہو گئی - ثم بتاخیرها یجب الدم - پھر رمی کی تاخیر
سے قربانی واجب ہو گی - عند ابی حنیفة خلافا لهما - یہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہے بخلاف صاحبین کے - ف
اور معنی تاخیر کے یہی کہ ہر ایک رمی اپنے وقت سے تاخیر کی گئی لیکن اسی قدر کہ ایام الرمی خارج نہین ہوے - اور جو
رمی فوت ہو گئی چنانچہ اوپر بیان ہوا - وان ترک رمی یوم فعلیه دم - اور اگر کسی روز کی رمی ترک کی تو اسپر قربانی
واجب ہو گی - ف حتی کہ تیسرے روز ٹھہرنا اختیار کیا یا نفر چارم طلوع ہو گئی پھر ترک کی تو قربانی لازم ہے - لانه نسک
تام - کیونکہ یہ بھی پورا ایک نسک ہے - ف اور کل ایام کے ترک سے ایک ہی قربانی اسلیے کہ جنس متحد مین تداخل
ہو جاتا ہے - واصح ہو کہ دسوین کو صرف رمی جمرة العقبہ ہے اور باقی ایام مین ہر روز تین جمرات کی رمی ہے پس ایک روز کے
تینون جمرات کا رمی کرنا چھوڑا اور اخیر دن تک اسکو ادا نہ کیا یہانتک کہ آفتاب ڈوب گیا تو اب متروک کرنا لازم ہو گیا
ومن ترک - اور جس نے ترک کیا - رمی احدی الجمار الثلث - تینون جمرات مین سے کسی ایک جمرہ کی رمی کو گیا
اور وہ کولا یا حالانکہ تینون کا رمی کرنا اسدن واجب ہے - فعلیه الصدقة - تو اسپر صدقہ واجب ہے - ف ہر کنکری
نصف صاع گیہون - لان الکل فی هذا الیوم نسک واحد - کیونکہ تینون جمرات رمی کرنا اس دن مین ایک ہی
نسک ہے - ف اور اسنے ایک جمرہ چھوڑا - فکان المتروک اقل - تو متروک نصف سے کم ہوا - ف پس
صدقہ ہے - الا ان یکون المتروک اکثر من النصف فحینئذ یلزمه الدم لوجود ترک الاکثر - لیکن متروک جب
نصف سے زائد ہو تو ایسی صورت مین اکثر ترک کرنے سے دم لازم ہو گا - ف مثلاً ایک جمرہ پورا چھوڑا اور دوسرے
کو بھی ایک دو کنکری ماری - وان ترک رمی جمرة العقبة فی یوم النحر فعلیه دم - اور اگر اسنے یوم النحر مین رمی
جمرة العقبہ چھوڑنی تو اسپر دم واجب ہے - لانه ترک کل وظیفة هذا الیوم رمیا - کیونکہ اسنے اس روز کا رمی کا
وظیفہ پورا چھوڑ دیا - ف کیونکہ یوم النحر کو رمی فقط جمرة العقبہ کی واجب ہے - وکذا اذا ترک الاکثر منها - اور اسیطرح
جب اسنے رمی کا اکثر چھوڑ دیا - ف مثلاً سات کنکریون مین سے چار یا زیادہ چھوڑین تو بھی دم واجب ہے - اور ترک
کے معنی اوپر ذکر کیے کہ ایام رمی مین اسکو ادا نہ کیا یہانتک کہ یوم چہارم کا آفتاب ڈوب گیا - اور اگر دوسرے سے

چوتھے روز تک رمی کرلے تو امام رح کے نزدیک جنایہ کا کفارہ ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہی۔ وان ترک
شیا حصاۃ او حصاتین اوثلثا۔ اور اگر اسنے کسی رمی الجمار مین سے (بعد وجوب کے) ایک کنکری یا دو کنکریان
یا تین کنکریان ارنی چھوڑدین۔ ف۔ یعنی چار سے کم چھوڑین۔ تصدق لکل حصاۃ نصف صاع۔ تو ہر کنکری
کے واسطے نصف صاع طعام صدقہ دے۔ الا ان یبلغ دما فینقص اشاء۔ لیکن اگر یہ سب صدقہ ملکر ایک بکری کی
قیمت کو پہنچ جاوے تو جسقدر چاہے کم کردے۔ ان المتروک ہوالاقل فعلیہ الصدقۃ۔ کیونکہ متروک تو کم
نصف سے ہی پس اسکو صدقہ دینا کافی ہوگا۔ ف۔ کیونکہ کچھ نقص ہی تو دم نہ ہوگا لہذا جب صدقہ ملکر دم کی قیمت کو
پہنچے تو کچھ کم کردیا جاوے۔ ومن اخر الحلق حتی مضت ایام النحر فعلیہ دم۔ اور جس نے حلق (یا کنکر) تاخیر
کیا یہانتک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اسپر ایک ذبح لازم ہی۔ عند ابی حنیفۃ رح۔ یہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہی۔ وکذا
اذا اخر طواف الزیارۃ۔ اور یون ہی جب اسنے طواف زیارت کرنے مین تاخیر کی۔ ف۔ تو امام رح کے نزدیک
تاخیر کا دم لازم ہی۔ وقالا لاشئی علیہ فی الوجہین۔ اور صاحبین نے کہا کہ دونون صورتون مین اسپر کچھ واجب نہین ہی
ف۔ خواہ حلق مین تاخیر کرے یا طواف زیارت مین۔ وکذا الخلاف فی تاخیر الرمی وفی تقدیم نسک علی
نسک کالحلق قبل الرمی ونحر القارن قبل الرمی والحلق قبل الذبح۔ اور ایسا ہی اختلاف موجود ہی امام و
صاحبین من وجہ صورت رمی الجمار تاخیر کرنے کے اور ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم کرنے کے جیسے حلق کو رمی الجمار
پر مقدم کیا اور قارن نے مبدی القران کو قبل رمی کے ذبح کیا اور حاجی نے ذبح سے پہلے حلق کرلیا۔ ف۔ پس امام کے
نزدیک تاخیر نسک اپنے وقت سے موجب کفارہ ہی بخلاف صاحبین کے۔ لہذا ان فات مستدرک بالقضاء ولا
یجب مع القضاء شی آخر۔ اور صاحبین کی دلیل یہ کہ جو چیز اپنے وقت سے فوت ہوئی وہ قضاء کے ساتھ استدراک
کرلی گئی اور قضاء کے ساتھ کوئی دیگر چیز واجب نہین ہوتی ہی۔ ف۔ بلکہ صحیحین مین حجۃ الوداع مین ہی کہ پس اس روز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز جو مقدم یا موخر کرلی گئی اسکو نہین پوچھا گیا مگر آنکہ آپ نے بھی فرمایا کہ کرلے اور
کچھ حرج نہین ہی۔ جواب یہ کہ حدیث محمول ہی کہ حرج یعنی گناہ نہین ہی چنانچہ خود اسی حدیث مین ہی کہ ایک آیا اور اسنے
کہا کہ یارسول اللہ مین نے جانا نہین پس مین نے ذبح سے پہلے حلق کرلیا تو فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہین ہی پھر دوسرے
نے کہا کہ یارسول اللہ مجھے معلوم نہ ہوا پس مین نے رمی جمرۃ العقبہ سے پہلے قربانی کرلی تو فرمایا کہ کر اور حرج نہین ہی۔
مخفی نہین کہ سیاق کلام اگرچہ جواز ہی خصوص جب کہ کفارہ واجب نہین کیا لیکن تاویل مذکور بغرض توفیق کی گئی
چنانچہ لکھا۔ ولہ حدیث ابن عباس انہ قال من قدم نسکا علی نسک فعلیہ دم۔ اور ابو حنیفہ کی حجت قول
ابن عباس رض ہی کہ جس نے کسی نسک کو دوسرے پر مقدم کرلیا تو اسپر قربانی واجب ہی۔ ف۔ رواہ ابن ابی شیبہ
باسناد جید۔ والطحاوی۔ پس یہ اثر قرینہ ہی کہ حجۃ الوداع مین آپ کے ابتدائی معاملہ ہونے سے عفو کیا ہی یا مراد یہ
گناہ نہین ہوا۔ پہلے کہ توفیق مقدم ہی۔ ولان التاخیر عن المکان یوجب الدم فیما ہو موقت بالمکان کالاحرام
اور اس قیاس سے کہ جو چیز کسی جگہ سے موقت کی گئی ہی جیسے احرام میقات تو اس جگہ سے تاخیر کرنے مین دم واجب
ہوتا ہی۔ ف۔ بالاتفاق۔ فکذا التاخیر عن الزمان فیما ہو موقت بالزمان۔ پس یون ہی جو چیز کسی وقت
کے ساتھ موقت کی گئی ہی اسوقت سے تاخیر کرنے مین دم واجب ہوگا۔ ف۔ لیکن اسمین تردد ہی کہ احرام مین
میقات سے گنجائش نہین اور رمی وحلق وطواف وغیرہ مین شاید تاخیر نہو بلکہ وقت وسیع ہو۔ فافہم۔ فان حلق
فی ایام النحر فی غیر الحرم فعلیہ دم۔ پس اگر ایام النحر مین حرم کے سوائے محل مین حلق کیا تو اسپر دم واجب ہی

Marfat.com

ومن اعتمر فخرج من الحرم وقصر فعليه دم - اور جس نے عمرہ کیا یعنی طواف وسعی ادا کرلی پھر حرم سے باہر گیا اور قصر کیا تو اسپر دم واجب ہے - عند ابی حنیفة ومحمد - یہ امام ابوحنیفہ ومحمد کے نزدیک ہے - وقال ابو یوسف لا شیء علیه اور ابو یوسف نے کہا کہ اسپر کچھ واجب نہیں ہے - قال ذکر فی الجامع الصغیر قول ابی یوسف فی المعتمر ولم یذکره فی الحاج - مصنف رح نے کہا کہ امام محمد نے جامع صغیر میں ابو یوسف کا قول عمرہ کرنے والے کے حق میں ذکر کیا اور حج کرنے والے میں نہیں ذکر کیا - وقیل هو بالاتفاق - اور کہا گیا کہ یہ حکم حاجی کا بالاتفاق ہے - ف - یعنی حرم سے خارج ہوکر حلق کرنے سے بالاتفاق دم واجب ہے - لان السنة جرت فی الحج بالحلق بمنی وهو من الحرم - کیونکہ حج میں منی میں حلق کرنے کی سنت جاری ہے اور منی حرم میں سے ہے - ف - تو حرم سے باہر حلق کرنا موجب الدم ہے کیونکہ یہ سنت یعنی طریقہ برابر صحابہ وتابعین سے متوارث چلا آتا ہے تو واجب ہونے کی دلیل ہے - لیکن مخفی نہیں کہ اسمیں آسانی ظاہر ہے اور کل کا یہی فعل معلوم نہیں ہوسکتا ہاں اکثر کا البتہ تو کیونکر حجت ہو خصوص یہ کہ خلاف اسکے قربانی واجب کرتا ہے تاوہ برین اس سے ابو یوسف رح کا اتفاق کرنا بھی ظاہر نہیں ہوتا - م - والاصح انه علی الخلاف - اور اصح یہ کہ حاجی کی یہ صورت بھی اختلاف پر ہے - ف - جیسے معتمر میں اختلاف ہے - هو یقول ان الحلق غیر مختص بالحرم لان النبی علیه السلام واصحابه احصروا بالحدیبیة - ابو یوسف کہتے ہیں کہ حلق کرنا کچھ حرم سے مختص نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم حدیبیہ میں روکے گئے - ف - جب کہ آپ فتح مکہ سے پہلے عمرہ کرنے کو مکہ معظمہ تشریف لیجانے تھے تو قریب مکہ کے حدیبیہ میں کفار قریش نے روکا آخر صلح ٹھہری کہ آئندہ سال تین روز کے لیے مکہ خالی کردینگے - پس آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حدیبیہ میں احرام سے حلال ہوجانے اور سر منڈانے کا حکم فرمایا - وحلقوا فی غیر الحرم - اور انہوں نے حرم سے باہر حلق کیا - ف - کیونکہ حدیبیہ خارج حرم ہے ع - تو حلق کچھ حرم سے مختص نہ ہوا - ولهما ان الحلق لما جعل محللا صار کالسلام فی آخر الصلوة - اور ابو حنیفہ و محمد کی دلیل یہ کہ حلق کرنا جب کہ احرام سے حلال کرنے والا قرار دیا گیا ہے تو وہ نماز کے آخر میں سلام کرنے کے مانند ہوا تھا فانه من واجباتها وان کان محللا - کیونکہ سلام بھی نماز کے واجبات سے ہے اگرچہ تحریمہ نماز سے حلال کرنیوالا ہو - ف - الحاصل حلق بھی آخری فعل احرام ہے اگرچہ وہ احرام سے محلل ہو - فاذا صار نسکا اختص بالحرم - پس جب حلق بھی نسک ٹھہرا تو وہ حرم سے مختص ہوگا - ف - جیسے تمام مناسک حج کے حرم سے مختص ہیں - کالذبح - جیسے مثلاً ذبح کرنا - ف - رہی حدیبیہ کے قصہ سے استدلال محتمل ہے - وبعض الحدیبیة من الحرم فلعلهم حلقوا فیه - اور حدیبیہ کا بعض جزو حرم سے ہے تو شاید صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی جزو میں حلق کیا ہو - ف - اعتراض ہوا کہ ہدی ذبح کرنے کا محل بالاتفاق حرم ہے اور قصہ حدیبیہ میں قرآن نازل ہوا چنانچہ فرمایا والهدی معکوفا ان یبلغ محله یعنی ہدی اس امر سے روکی گئی کہ اپنے محل پہونچے - پس اگر حدیبیہ میں سے بعض حرم ہوتا تو ہدی کہاں ممنوع ہوتی - جواب دیگر شاید محل سے منی مراد ہو - اور ابن الہمام نے کہا کہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے حل میں اترے اور نماز حرم میں پڑھتے تھے - اگر وہم ہو کہ شاید اسکا سبب روکا جانا ہو تو جواب یہ کہ ممنوع یہی کہ ہدی کو حرم بھیجے - م - فالحاصل ان الحلق یتوقت بالزمان والمکان عند ابی حنیفة - اور حاصل یہ کہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک حلق کرنا زمانہ اور جگہ دونوں سے موقت ہے - ف - یعنی ایام النحر ہوں اور حرم ہو - وعند ابی یوسف لا یتوقت بهما - اور ابو یوسف رح کے نزدیک دونوں سے موقت نہیں ہے - ف - حتی کہ جب وجہاں چاہے حلق کرے - وعند محمد یتوقت بالمکان دون الزمان - اور امام محمد کے نزدیک مکان حرم سے موقت ہے نہ زمانہ نحر سے

وعند زفر یوقت بالزمان دون المکان - اور زفر رح کے نزدیک زمانہ نحر سے موقت ہے نہ مقام حرم سے - وبذا الخلاف فی التوقیت - اور یہ اختلاف توقیت کا - ف - یعنی جو مذکور ہوا جمع میں - فی حق التضمین بالدم - قربانی سے ضمان لازم ہونے کے حق میں ہے - ف - اما لا یتوقت فی حق التحلل بالانفاق - رہا احرام سے نکلجانے کے حق میں بالاتفاق موقت نہیں ہے - ف - حتی کہ جہاں کہیں حلق کرے باتفاق احرام سے نکل جائیگا لیکن جس نے اسکو حرم اور زمانہ سے موقت کیا اسکے نزدیک خلاف کرنے سے دم لازم ہوگا اور جس نے موقت نہیں کیا اسکے نزدیک حلال ہوگیا اور کچھ لازم بھی نہیں ہے - اور یہ حج کے بارہ میں ہے - ف - والتقصیر والحلق فی العمرۃ غیر موقت بالزمان بالاجماع اور عمرہ میں حلق (قصر کرنا) باتفاق زمانہ نحر سے موقت نہیں - ف - بلکہ جس زمانہ میں کرے بلاخلاف صحیح ہے - لان اصل العمرۃ لا یتوقت بہ - کیونکہ عمرہ خود اس زمانہ سے موقت نہیں ہے - ف - بلکہ جس زمانہ میں چاہے کرے مگر سوائے ایام ممنوعہ کے تو پھر عمرہ کا حلق یا قصر کیونکر ایام النحر سے موقت ہوگا - بخلاف المکان لانہ موقت بہ - بخلاف مکان یعنی حرم کے کیونکہ عمرہ اس سے موقت ہے - ف - یعنی وہ طواف خانہ وسعی صفا ومروہ ہے پس حلق یا قصر کرنا ابوحنیفہ ومحمد کے نزدیک حرم سے موقت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نہیں - ف - حاجی اگر ایام النحر میں حرم سے نکلا اور قصر نہ کیا حتی کہ بعد ایام النحر کے لوٹ کر حرم میں حلق یا قصر کیا تو امام رح کے نزدیک تاخیر کا دم لازم ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں - ن - قال - امام محمد نے جامع صغیر میں کہا - فان لم یقصر - پھر اگر معتمر نے قصر نہ کیا - ف - یعنی باہر حرم کے - حتی رجع - یہانتک کہ لوٹ آیا - ف - حرم میں - وقصر - اور قصر کیا - فلا شئ علیہ فی قولہم جمیعا - تو باتفاق اسپر کچھ لازم نہیں ہے - معناہ اذا خرج المعتمر ثم عاد - معنی کلام محمد کے یہ ہیں کہ عمرہ لانے والا حرم سے نکلا پھر حرم میں لوٹ آیا - لانہ اتی بہ فی مکانہ فلا یلزمہ ضمانہ - کیونکہ وہ قصر یا حلق کو اپنی جگہ حرم میں لایا تو اسپر ضمان واجب نہوگی - ف - کیونکہ زمانہ کی خصوصیت نہیں ہے - فان حلق القارن قبل ان یذبح فعلیہ دمان - پھر اگر قارن نے ذبح ہدی سے پہلے حلق کر لیا تو اسپر دو قربانیاں لازم ہیں - عند ابی حنیفۃ - یہ ابوحنیفہ کے نزدیک ہے - ودم بالحلق فی غیر اوانہ لان اوانہ بعد الذبح ودم بتاخیر الذبح عن الحلق - ایک دم تو بغیر وقت کے حلق کرنے کی وجہ سے کیونکہ حلق کا وقت بعد ذبح کے ہے اور ایک دم بوجہ تاخیر کرنے ذبح کے حلق سے - ف - لیکن دم اول وہی ہدی قران ہے اور دوسرا دم جبرانی ہے - وعندہما یجب علیہ دم واحد وہو الاول ولا یجب بالتاخیر شئ علی ما قدمنا - اور صاحبین کے نزدیک قارن پر صرف ایک دم واجب ہے اور وہ اول دم ہے اور تاخیر کی وجہ سے اسپر کچھ لازم نہیں بنابر اسکے ہم بیان کر چکے - ف - کہ انکے نزدیک تقدیم وتاخیر سے کچھ واجب نہیں ہوتا - جامع صغیر میں یہ تقریر ہے کہ اگر قارن نے ذبح سے پہلے حلق کر لیا تو اسپر دو قربانیاں ہیں ایک دم القران اور دوسرا اسلیے کہ اسنے ذبح سے پہلے حلق کر لیا یہ ابوحنیفہ کا قول پر ہے یہ تقریر صاف ہے اور مصنف کی عبارت میں ظاہرا کسی شاگرد نے کتاب میں تغیر کر لیا ورنہ صاحبین کے قول بیان کرنے میں امام مصنف نے صاف کہا کہ دم اول واجب ہے یعنی قران تو ضرور اوپر کی عبارت ایسی ہوگی کہ اس سے دم القران نکلے لیکن کاتب نے دم بالحلق الخ کر دی اور مراد یہ کہ ایک وہ دم جو کہ اسنے بے وقت حلق کے بعد دیا کیونکہ حلق کا وقت بعد ذبح کے ہے دم

فصل

فصل - یہ فصل احرام میں شکار وغیرہ کے بیان میں ہے - اعلم ان صید البر محرم علی المحرم - واضح ہو کہ خشکی کا شکار محرم پر حرام کیا گیا ہے - ف - خواہ یہ شکار کسی کی ملک ہو یا آزاد مباح ہو خواہ اسکا گوشت کھانا جائز ہو یا نہیں - وصید البحر حلال - اور تری کا شکار حلال ہے - لقولہ تعالی احل لکم صید البحر وطعامہ متاعا لکم الآیۃ - بدلیل قولہ تعالی احل لکم الخ یعنی حلال کر دیا گیا تمہارے واسطے شکار تری کا اور اسکا کھانا درحالیکہ تمہارے واسطے متاع ہے

Marfat.com

آخر تک - ف اور صید البر حرام ہونا احرام تک بھی منصوص ہے - وصید البر ما یکون توالدہ ومثواہ فی البر اور خشکی کا شکار وہ کہ جسکا انڈے بچہ دینا اور رہنا خشکی مین ہو - ف اور اصل اسمین انڈے بچہ دینا معتبر ہے - بدائع مین ہے کہ پرند سب صید البر ہین اور جو جانور کہ خشکی مین انڈے بچہ دے اور تری مین ٹھکانہ بنادے یا برعکس وہ بھی صید البر ہے جیسے منڈک وغیرہ - وصید البحر ما یکون توالدہ ومثواہ فی الماء - اور صید البحر وہ کہ جسکا انڈے بچہ دینا اور رہنا پانی مین ہو - ف خواہ سمندر ہو یا دریا جھیل وغیرہ ہے - اور ہمارے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے اور باقی سب اسمین جزا رکھتے ہین - الکرمانی ذخانۃ الاکل - اور کیکڑا وغیرہ مین جزا نہین ہے - ع - والصید ہو الممتنع المتوحش فی اصل الخلقۃ - اور صید وہ ہے کہ جو ممتنع ہو اور اصل خلقت مین وحشی ہو - ف ممتنع یہ کہ بدون ترکیب کے ہاتھ نہ آوے - پس مرغی وہ اونٹ نکل گئی کیونکہ ممتنع نہین ہے اور اصلی خلقت مین متوحش کہنے سے پالو کبوتر شکار رہے کیونکہ اصلی خلقت مین وحشی ہین اور وہ اونٹ جو بھاگ کر وحشی ہوگیا وہ شکار نہین کیونکہ اونٹ اصلی خلقت مین وحشی نہین ہوتا اور ذکوٰۃ مین بوجہ مجبوری کے اسپر زکوٰۃ نہین ہوتی - گاو وغیرہ اقسام بقر سے وحشی پرند شکار ہین جیسا کہ ایضاح مین تصریح کی - ایک رخ کے نزدیک جو پل جاوے جیسے پالو کبوتر اور ہرن پالو وہ شکار نہین رہا اور ہمارے نزدیک شکار ہے - ع - بالجملہ خشکی کا کل شکار کرنا احرام مین منع ہے - واستثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخمس الفواسق فی الکلب العقور والذئب والحدأۃ والغراب والحیۃ والعقرب - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ فواسق کو مستثنی فرمایا اور وہ کہا کتا وبھیڑیا چیل وبچھو کوا سانپ وبچھو ہین ف فواسق جمع فاسقہ - چونکہ یہ جانور جبلت بدکار ہین تو انکا فاسق نام کر لیا - فانہا مبتدیات بالاذی - کیونکہ یہ جانور ایذا دہی مین خود پہل کرتے ہین - ف بدون اسکے کہ انسے کچھ تعرض کیا جاوے - والمراد بہ - اور مراد غراب سے - الغراب الذی یاکل الجیف - وہ کوا ہے جو نجاست کھاتا ہے - ہو المروی عن ابی یوسف - یہی ابو یوسف سے مروی ہے - ف پس معلوم ہوا کہ وہ کوا کھانے والا کوا جسکو غراب الزرع کہتے ہین صید مین داخل ہے - واضح ہو کہ بیان مقالات غور ہین - اول یہ کہ بعض احادیث مین جنمین احرام والے کو چند فواسق قتل کرنے کی اجازت ہے - اور بعض مین حرم کے اندر چند جانورون کا قتل کرنا جائز کیا ہے اور یہ لازم نہین - کہ اگر محرم کو قتل کی اجازت ہو تو حرم مین بھی قتل کرنا جائز ہو جیسا کہ بعض فقہاء نے وہم کیا - الثانی - دوم یہ کہ بعض جانورون کا قتل سرے سے جائز ہے اور بعض مین شرط ہے کہ جب وہ حملہ کرے تو قتل کرے ورنہ نہین ہے - پھر مصنف رح نے جو استثنا ذکر کیا مراد یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ آیت کریمہ مین یہ جانور شامل نہین ہین پھر ان سب کا بیان حدیث واحد مین نہین آیا بلکہ حدیث ابن عمر رض مرفوع مین پانچ جانور جنکے قتل کرنے مین احرام والے پر گناہ نہین ہے بچھو چوہا وکلب عقور وکوا چیل ہین - رواہ البخاری ومسلم - ع - اور بھیڑیے وسانپ کی روایت ابو داؤد کی مراسیل مین ہے ح - اور دار قطنی کے حجاج بن ارطاۃ کی اسناد سے ابن عمر رض کی حدیث مرفوع مین بجائے کلب عقور کے بھیڑیا ذکر کیا - لیکن حجاج ضعیف ہے - ع - مین کہتا ہون کہ کلب عقور درحقیقت تو کتا ہی ہے اور یہی تفسیر ظاہر المذہب مین معتمد ہے لیکن استعمال مین کلب عقور ہر درندہ حملہ آور کو بھی بولتے ہین - م - ابن عبد البر نے سفیان بن عیینہ رح سے روایت کی کہ کلب عقور ہر درندہ جو عقر کرے - مالک نے کہا کہ جو جانور لوگون کو کاٹے اور انپر حملہ کرے جیسے شیر وچیتا وغیرہ وہ کلب عقور ہے اور جو درندہ کہ کاٹتی نہین جو تا اپنی جلد تک ہو کر پھاڑنے والا نہین جیسے لومڑی وسانپ بلا وغیرہ تو اسکو محرم قتل نکرے - طحاوی رح نے ابو حنیفہ واصحابہ وبعض فقہاء سے نقل کیا کہ کلب عقور یہی سردخ کتا جو کاٹتا ہو اور

Marfat.com

انھون نے بھیڑیے کو کلب عقور سے لاحق کیا۔ زفر رح نے اُسکو فقط بھیڑیا قرار دیا اور مبسوط مین کہا کہ یہی مراد ہی۔ اور شیر اُسمین داخل نہین اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیر کو کلب فرمایا ہی مین کہتا ہون کہ صحیح یہ کہ کوئی تعداد بیان کرنا اُسکو منافی نہین کہ اُس سے زائد نہون۔ بسط وبدائع مین ہی کہ کلب عقور کی حالت یہ کہ پیل کرکے لوگون پر حملہ کرتا ہی اور یہ معنی شیر وچیتے وغیرہ مین بدرجہ کامل موجود ہین تو بقیاس جلی یہ بھی اُسمین بھی داخل ہی۔ مین کہتا ہون کہ حدیث ابوسعید الخدری پانچ مین کے ساتھ السبع العادی بھی آیا۔ رواہ الترمذی وابوداؤد باسناد حسن۔ سبع عادی وہ درندہ جو عدوان کرے یعنی ابتدا حملہ آور ہو مع۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید ظاہر الروایہ مین اسکے یہ معنی لیے کہ جب وہ حملہ کرے تو یہ صفت اُسمین ہوجائیگی پس اُسوقت قتل کرنا جائز ہی اور جب تک حملہ نہین کیا ہی قتل نہ کرے لیکن عینی رح نے مطلقاً صحیح یہ قرار دیا کہ کلب عقور کے معنی جسمین موجود ہون بدرجۂ اولی اُسکا قتل جائز ہی۔ م۔ کیونکہ پانچ جانورون کے ذکر سے یہ لازم نہین کہ یہی نواسق ہون اور نہون بلکہ جو اُنکے معنی مین ہین نواسق ہین چنانچہ حدیث سعد بن ابی وقاص مین مرفوعاً وارد ہی کہ حضرت صلعم نے زغ قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسکا نام فاسقہ رکھا۔ رواہ مسلم۔ وزغ قتل کرنے کا حکم دینا حدیث ام شریک مین بروایت صحیحین مروی ہی۔ پھر حدیث ابوسعید خدری رض مرفوعاً وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ محرم کن جانور کو قتل کرسکتا ہی فرمایا کہ سانپ وبچھو اور فاسقہ جانورون کو قتل کرے اور غراب کو ہانک دے قتل نہ کرے۔ رواہ ابن ماجہ ابن عبدالبر نے کہا کہ حدیث ابن عمر مین غراب قتل کرنے کی اجازت ہی تو یہ حدیث اُسپر حجت نہوگی۔ مع۔ مترجم کہتا ہی کہ کوئی معارضہ نہین پھر کیون رد کی جاوے کیونکہ اُسمین فاسقہ جانورون کے قتل کی اجازت ہی اور حدیث ابن عمر مین فاسقہ کا بیان بچھو وچوہا وکلب عقور وغراب وچیل مذکور ہی تو معلوم ہوا کہ فاسق غراب ویسی کوا جو نجس خوار ہی اور حدیث ابوسعید رض مین وہ غراب جو کھیتی وغیرہ کا ہوتا ہی اُسکو قتل نہ کرے بلکہ ہانک دے۔ پھر حدیث ابوسعید رض سے سانپ کا حکم نکل آیا۔ م۔ قاضی عیاض اور ابن عبدالبر نے لکھا کہ سانپ وبچھو مارڈالنے کی اجازت مین کسی نے اختلاف نہین کیا ہی اور یہی اجازت اژدہا وغیرہ زہردار جانورون مین ہی۔ مع۔ پھر ان جانورون کا ایذا دینا کچھ جسمی ضرر پر منحصر نہین ہی حتی کہ چوہے وگرگٹ وغیرہ سے یہ ضرر نہین ہوتا بلکہ مال وجان دونون کا ضرر بلکہ یہ جانور اپنے ذاتی خبث ونجاست سے انسانی ماہیت کے دشمن ہین۔ اور اسکی تحقیق مین ذکر احادیث وآثار سے طول ہوگا۔ پھر اکثر اُنمین سے صید کے معنی مین نہین ہین۔ فعلی ہذا آیت مین جو صید کا حکم ہی اُس سے یہ معنوی استثنار بلحاظ چیل کوے وغیرہ کے ہی اور سانپ بچھو وغیرہ مین صرف قتل کی اجازت ہی۔ م۔ پھر ظاہر الروایہ مین درندے سب صید ہین سوائے کلب وبھیڑیے کے۔ قاضیخان۔ حتی کہ ان دونون کے سوائے اگر درندہ نے حملہ کیا تو قتل کرنے مین کچھ جزا نہین دینا ہی جزا ہی جو ایک بکری سے زائد نہوگی۔ مقام سوم۔ واضح ہو کہ سوائے ان جانورون کے جنکو استثنار کیا گیا ہی صید کا قتل کرنا حرام ہی اگرچہ اُسکو نہ کھاوے اور نیز کھانا حرام ہی اگرچہ محرم نے اُسکو ذبح کیا ہو۔ اگر محرم بھوک سے مضطر ہوا اور اُسکو مردار یا صید میسر آتی ہی تو نزد فریقین کے نزدیک مردار کھاوے نہ صید۔ اور ابوحنیفہ وابویوسف کے نزدیک ذبح کرکے صید کھاوے اور جزا دیدے۔ المبسوط۔ لیکن قاضیخان مین لکھا کہ مردار کھانا بقول ابوحنیفہ ومحمد رح اولی ہی بہ نسبت صید ذبح کرکے کھانے کے۔ خلافاً لابی یوسف والحسن بن زیاد۔ ہان اگر صید ذبح کی ہوئی ہی تو باتفاق صید اولی ہی۔ اگر اسنے اضطرار مین صید اور مردہ آدمی کا گوشت پایا تو صید اولی۔ اگر صید وکتا پایا تو صید ذبح کرنے سے کتا اولی ہی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ سور کے گوشت سے صید اولی ہی۔ لف۔ قال واذا قتل المحرم صیدا اودل علیہ من قتلہ فعلیہ الجزار۔ قدوری نے کہا اور جب محرم نے صید کو قتل کیا یا ایسے شخص کو دلالت کی جس نے

Marfat.com

صید کو قتل کیا تو محرم پر جزار واجب ہے۔ ف اور اگر مدلول یعنی جسکو دلالت کی وہ بھی محرم ہو تو اسپر بھی جزا ہے۔ ع۔ پھر دلالت کے معنی آگے ہین۔ م۔ اما القتل فلقولہ تعالی لا تقتلوا الصید وانتم حرم۔ رہا قتل کرنا تو بدلیل قول اللہ تعالی لا تقتلوا الخ یعنی تم شکار مت قتل کرو درحالیکہ تم محرم ہو۔ ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم الآیۃ۔ اور جس نے تم مین سے صید کو عمداً قتل کیا تو جزا ہے مثل مقتول صید کے نعم مین سے آخر تک۔ ف یعنی نعم مین جو صید مقتول ہوا اسکے مثل جزا ہے اور چونکہ ہر نعم کا مثل جانورون مین سے نہین ہوتا تو مثل معنوی یعنی برابر قیمت لازم ہے۔ م۔ نص علی ایجاب الجزاء۔ یہ آیت جزا واجب کرنے مین نص صریح ہے۔ واما الدلالۃ ففیہا خلاف الشافعی۔ رہی دلالت تو اسمین خلاف ہے شافعی رح کا۔ ف اور مالک رح کا یعنی دلالت کرنے والے پر جزا نہین ہے۔ ھو یقول الجزاء تعلق بالقتل۔ شافعی کہتے ہین کہ جزا متعلق بقتل ہے۔ والدلالۃ لیست بقتل فاشبہ دلالۃ الحلال حلالا۔ اور دلالت کرنا کچھ قتل نہین ہے تو حلال کا حلال کو دلالت کرنے کے مشابہ ہو گیا۔ ف حالانکہ اسمین کچھ جزا نہین۔ ہان اگر حرم کا شکار کرے اگرچہ حلال ہو تو جرم ہے۔ اور حرم سے باہر شکار کرنے مین اگر حلال ہو تو جرم نہین۔ ولنا ما رویناہ من حدیث ابی قتادۃ اور ہماری دلیل وہ جو ہم نے حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کر دی۔ ف اول باب احرام مین جسکا خلاصہ یہ کہ ابو قتادہ رض حلال تھے اور ساتھی لوگ محرم تھے اتنے مین ابو قتادہ رض نے گورخر دیکھا اور ساتھیون سے کوڑا مانگا انھون نے انکار کیا تو اسی طرح گھوڑا تیز کیا اور شکار کر لیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم مین سے کسی نے دلالت نہین کی جب عرض کیا گیا کہ نہین تو کھایا اور اجازت دی۔ واضح ہو کہ اشارہ کرنا تو سامنے کی صید مین ہو اور دلالت رہنمائی اور پتہ بتلانا جیسے فلان جگہ شکار ہے حتی کہ یہ کہنا کہ آج فلان جگہ پیخانہ پھرنے جاؤ۔ قال عطاء اجمع الناس علی ان علی الدال الجزاء۔ عطاء رح نے کہا کہ لوگون نے اجماع کیا کہ دلالت کرنے والے پر جزا لازم ہے۔ ف عطاء تابعی ہین تو مراد یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ زیلعی رح نے کہا کہ یہ قول عطاء سے نہین ملا۔ ابن قدامہ حنبلی رح نے حضرت علی و ابن عباس سے ذکر کیا اور امام طحاوی نے کہا کہ یہ بات چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اسکا خلاف کسی صحابی سے ثابت نہین تو اجماع ہو گیا۔ ع۔ مین کہتا ہون کہ جب ابو قتادہ رض کو ساتھیون نے کوڑا دینے سے انکار کیا تو پہلے سے انمین یہ علم تھا کہ دلالت حرام ہے پس جرم تو معلوم پھر جزائے جرم بھی ثابت ہے۔ م۔ ولان الدلالۃ من محظورات الاحرام۔ اور اس دلیل سے کہ دلالت کرنا احرام کی ممنوعات سے ہے۔ ف یعنی حرام ہے حتی کہ دلالت کی ہو تو شکار کھانے کے قابل نہین رہتا میردار ہو جاتا ہے باشارۂ حدیث ابو قتادہ رض۔ م۔ ولانہ تفویت الامن علی الصید اذ ھو آمن بتوحشہ وتواریہ۔ اور اسواسطے کہ دلالت کرنا صید سے امن کھونا ہوا کیونکہ صید بوجہ اپنے وحشی ہونے اور چھپے رہنے کے امن مین ہے۔ ف تو جب محرم نے اسکا پتہ بتلایا تو امن کھو دیا۔ فصار کالاتلاف۔ تو خود تلف کرنے کے مثل ہو گیا۔ ف اور مؤید اسکی وہ حدیث کہ دلالت کرنے والا مثل فاعل کے ہے۔ تو جیسے نیکیات مین ویسے ہی بد مین کیونکہ جسنے بدراہ نکالی وہ اسپر عمل کرنے والون کے گناہون کا خود بھی بار اٹھاویگا۔ ولان المحرم باحرامہ التزم الامتناع عن التعرض۔ اور اسلیے کہ محرم نے اپنے احرام کے ساتھ صید کے تعرض سے باز رہنے کا التزام کر لیا۔ فیضمن بترک ما التزمہ۔ پس جو التزام کیا اسکے چھوڑنے سے ضامن ہوگا۔ کالمودع۔ جیسے ودیعت رکھنے والا۔ ف یعنی جس نے کسی کی ودیعت رکھی اسنے حفاظت کا التزام کیا پس اگر حفاظت چھوڑ کر ضائع کر دی تو ضامن ہوگا۔ اسی طرح محرم نے حفظ صید کا التزام کیا ہے۔ بخلاف الحلال۔ برخلاف حلال کے۔ ف کہ اگر دلالت کرے تو ضامن نہین۔ لانہ لا التزام من جہتہ۔ کیونکہ حلال کی طرف سے کوئی التزام نہین ہے۔ ف تو حلال

Marfat.com

محرم کا قیاس جیسا کہ شافعی رح نے کیا ہے صحیح نہین ہے۔ علی ان فیہ الجزاء علی ما روی عن ابی یوسف و زفر۔ علاوہ برین حلال کی دلالت مین بھی جزاء ہے بنا بر آنکہ ابو یوسف و زفر رح سے مروی ہے۔ ف چنانچہ مختصر الکرخی مین مذکور ہے۔ اور جب کسی کے مجتہد کی رائے مین حلال بھی محرم اور جزاء کا مستوجب ہوتا ہے تو وہ اتفاقی بات نہین رہی۔ تو اسپر محرم کا قیاس کرنا صحت نہ ہوا۔ رہا یہ بیان کہ کس قسم کی دلالت سے دلالت کرنے والے پر جرمانہ جزاء لازم آتا ہے تو فرمایا۔ و الدلالۃ الموجبۃ للجزاء ان لا یکون المدلول عالما بمکان الصید۔ اور جو دلالت کہ جزاء واجب کرنے والی ہے وہ ہے کہ ایک تو جسکو دلالت کی وہ خود شکار کی جگہ کو نہ جانتا ہو۔ و ان یصدقہ فی الدلالۃ۔ اور دوم وہ دلالت کرنیوالے کو سچا مان لے۔ حتی لو کذبہ۔ حتی کہ اگر مدلول نے دلالت کرنیوالی کو جھٹلایا۔ و صدق غیرہ۔ اور دوسرے شخص کی تصدیق کرلی۔ لا ضمان علی المکذب۔ تو جسکو جھٹلایا ہے اسپر جزاء نہوگی۔ ف یعنی مثلاً زید محرم نے بکر کو شکار کی دلالت کی بکر نے اسکو جھوٹا کیا پھر خالد نے بکر کو دلالت کی اور بکر نے اسکی بات مان کر شکار کو ہلاک کیا تو زید پر جزاء نہین رہی۔ رہا خالد اگر محرم ہے تو اسپر جزاء لازم ہوگی۔ و لو کان الدال حلالا فی الحرم لم یکن علیہ شیء لما قلنا۔ اور اگر دلالت کرنے والا حرم مین حلال ہو تو اسپر کچھ لازم نہوگا بوجہ اسکے جو ہم بیان کر چکے۔ ف یعنی حلال نے حفاظت کا التزام نہین کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حلال کہین ہو ملزم نہ ہوگا کچھ حرم کی خصوصیت نہین ہے۔ (فروع) اگر مدلول نے دال اول کی تصدیق یا تکذیب کچھ نہ کی پھر دوسری دال نے دلالت کی حتی کہ مدلول نے صید ہلاک کیا تو دال اول اور دوم ہر ایک پر جزاء کامل ہے۔ الکافی۔ منجملہ شرائط کے اول یہ کہ دلالت سے متصل صید کا قتل واقع ہو اور دوم دلالت کنندہ اسوقت تک محرم باقی رہا ہو اور سوم یہ کہ اس دلالت مین صید بچکر بھاگ نہ گیا ہو حتی کہ اگر وہ بچکر نکل گیا پھر مدلول نے کہین جاکر پکڑا تو دال پر جزاء نہین ہے۔ اگر حلال نے شکار پکڑا اور محرم نے اسکو کہا کہ اسکو ہلاک کردے تو ضامن ہونا چاہیے اور یون ہی اگر اسکو ذبح کے لیے چھری عاریت دی یا تیر و نیزہ وغیرہ دیا حالانکہ حلال کے پاس ایسی چیز جس سے قتل کرسکے موجود نہین ہے شمس الائمہ نے کہا کہ اگر ہو یا نہو بہرحال میرے نزدیک اصح یہ کہ عاریت دینے والے پر جزاء نہین ہے۔ اگر محرم نے دوسرے محرم کو شکار پکڑنے کا حکم کیا اور دوسرے نے تیسرے حلال کو حکم کیا تو جزاء دوسرے محرم پر ہے بخلاف اسکے اگر محرم نے دوسرے کو دلالت و حکم کیا پھر دوسرے محرم نے تیسرے محرم کو مارنے کا حکم کیا تو تینون پر جزاء واجب ہے۔ یون ہی اگر محرم نے دوسرے محرم کو تیسرے محرم کے پاس بھیجا کہ اسکو شکار جتلادے تو تینون پر جزاء ہے۔ کذا فی الفتح۔ و سوا فی ذلک العامد و الناسی۔ اور ضمان واجب ہونے مین عمداً کرنے والا اور بھول کر کرنے والا دونون برابر ہین۔ لانہ ضمان یعتمد وجوبہ الاتلاف۔ کیونکہ جزاء ایسی ضمان ہے جسکا واجب ہونا تلف کردالنے پر معلق کرتا ہے۔ ف یعنی تلف کردالنے پر یہ تاوان واجب ہوتا ہے خواہ عمداً تلف کرے یا بھول کر۔ فاشبہ غرامات الاموال۔ تو مالون کے تاوان سے مشابہ ہوا۔ ف چنانچہ اگر کسی کا مال عمداً یا سہواً تلف کرے اسپر تاوان واجب ہے۔ و المبتدی و العائد سواء۔ اور ابتدا کرنے والا اور عود کرنے والا دونون برابر ہین۔ ف ابتدا کرنے والے سے یہ مراد کہ جس نے پہل کرکے شکار پر ضرب لگائی اور عائد وہ کہ دوسرے بار اسنے ضرب لگاکر مارا۔ تو دونون برابر ہین۔ لان الموجب لا یختلف۔ کیونکہ موجب مختلف نہین ہوتا۔ ف یعنی موجب تاوان جو کہ صید کو تلف کرنا ہے وہ ابتدا و عود سے مختلف نہین ہوتا جسلیے تلف کرے جزاء واجب ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ تم بھول چوک کو عمد سے کیونکر برابر کرتے ہو حالانکہ آیت کریمہ مین صریح تو ہے من قتل منکم متعمدا فجزاء الخ وارد ہے چنانچہ آیت اوپر گذری تو متعمداً کی قید معتبر ہے۔ جواب یہ کہ آخر آیت

Marfat.com

وبال فعل بھگتنا نہ کورہے اور ہمارے اصول مین ٹھہرا کہ بھول چوک سے وبال آخرت عفو ہے رہا دنیا مین جزار جو کسی فعل پر اور ہو وہ مترتب ہوگی پس جزار لازم ہونے مین بھول چوک مثل عمد کے ہے۔ رہا آخرت مین تعمد کرنے والا خائف ہے کہ شاید اسکو زائد سزا ملے مگر بھول چوک منافی ہے۔ ابن الہمام رح نے ذکر کیا کہ جزار واجب ہونے مین خود مرتکب قتل ہونا اور سبب پر انگیختہ کرنا جس سے صید ہلاک ہوجاوے دونون برابر ہین بشرطیکہ یہ سبب اُسنے ناحق کیا ہو۔ چنانچہ اگر شکار کے لیے جال پھیلایا ہو یا گڑھا کھودا پس جال یا گڈھے سے شکار مرا تو ضامن ہے اور اگر خیمہ گاڑا کہ اسمین رہے یا پانی کے لیے گڑھا کھودا یا جیڑے یا کتے کے لیے کھودا پھر اسمین کوئی شکار مرگیا تو اُسپر کچھ لازم نہین ہے۔ یون ہی کتا ایسے جانور پر چھوڑا جسکا قتل مباح ہے یا حلال نے حل مین چھوڑا اور اُسنے حرم مین جاکر صید مارا تو کچھ لازم نہین۔ اگر حل مین شکار کو تیر مارا اور وہ حلال ہے پھر وہ حرم مین شکار کے لگا تو جزار لازم ہے۔ اگر سوتا ہوا محرم کسی صید پر لوٹ پڑا کہ وہ مرگیا تو جزار لازم ہے۔ المبسوط۔ کتا حرم مین داخل ہوچکا اُسوقت للکارا تو استحسانا جزار ہے جیسے مجوسی نے چھوڑا پھر محرم نے اُسکو للکارا اور وہ مان گیا پس صید مارا تو محرم پر جزار ہے۔ واضح ہو کہ جتنے شکار مارے اتنی جزار ہین مگر جبکہ اُس سے احرام چھوڑنے کا قصد کرے لہذا اصل مین ہے کہ محرم نے بہت سے شکار حلال ہونے کے قصد پر مارے تو سب کے واسطے ایک ہی دم ہے۔ تیر مارا ایک شکار کو اس سے دو تلف ہوے تو دونون کی جزار لازم ہے۔ اگر تیر کھاکر ٹڈا جس سے انڈا یا بچہ مرگیا تو سب کی جزار لازم ہے۔ جماعت محرمان جسمین کبوتر تھے بند کرکے منی کو گئے پس کبوتر پیاس سے مرگئے تو ہر ایک پر جزار واجب ہے۔ اگر شکار کو بھگانے سے اُسنے دوسرے شکار کو قتل کیا تو ضامن نہیں ہے جیسے محرم نے کتا چھوڑا اُسکو دوسرے نے للکارا تو ضامن ہے۔ ف۔ رہا بیان جزار مثل کا۔ والجزار عند ابی حنیفة وابی یوسف ان یقوم الصید فی المکان الذی قتل فیه او فی اقرب المواضع منه اذا کان فی بر۔ اور جزار امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک یہ کہ صید کی قیمت لگائی جاوے اُس جگہ مین جہان وہ قتل ہوا یا اگر جنگل مین ہوا تو وہان سے سب سے نزدیک آبادی مین۔ ف اور بیان مین شرح اسطرح ہے کہ جب صید جنگل مین قتل ہو تو جہان بوک کیا گیا وہین اُسکی قیمت لگائی جاوے جب کہ وہان کچھ قیمت ہو ورنہ وہان سے سب سے نزدیک مقام مین قیمت لگائی جاوے۔ م۔ فیقومه ذوا عدل۔ پس قیمت صید کو دو عادل مرد اندازہ کرین۔ ف یہ کمتر تعداد ہے زیادہ ہون تو مضائقہ نہین۔ پھر جو کچھ قیمت یہ لوگ اندازہ کرین یہی اس صید کا مثل مقدور ہے۔ ثم هو مخیر فی الفداء۔ پھر قتل کرنے والا محرم فدیہ دینے مین مختار ہے۔ ف تین صورتون مین جسکو چاہے اختیار کرے۔ ان شاء ابتاع بها هديا وذبحه ان بلغت هديا۔ چاہے تو اس قیمت کے عوض ہدی خریدے اور اُسکو قربانی کرے بشرطیکہ یہ قیمت اسقدر پہونچے کہ ہدی مل جاوے۔ ف یعنی حرم مین ذبح کرے لقوله هديا بالغ الكعبة۔ وان شاء اشترى بها طعاما وتصدق على كل مسكين نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعير اور اگر چاہے تو اس قیمت کے عوض طعام خریدے اور تصدق کرے ہر مسکین پر گیہون سے نصف صاع اور جو ہار سے جو سے ایک صاع۔ ف اس حساب سے سب طعام صدقہ دیدے۔ وان شاء صام۔ اور اگر چاہے تو روزہ رکھے علی ما مذکر۔ بنا بر آنکہ ہم بیان کرینگے۔ ف ہر مسکین کے طعام کے بجاے ایک روزہ۔ اگر طعام صدقہ دینے مین نصف صاع گیہون سے کم بچا تو چاہے اُسی کو صدقہ دیدے یا اُسکے عوض ایک روزہ رکھے۔ پھر یہ سب اس بنا پر ہے کہ آیت مین مثل ما قتل من النعم۔ سے مثل از راہ قیمت مراد ہے اور قولہ من النعم۔ متعلق قتل۔ سے ہے یعنی مثل اس شکار کا جسکو نعم مین سے قتل کیا ہے۔ یعنی مثل مقتول نعم کے۔ اور دوسرے علماء نے مثل از راہ صورت مراد لیا، و من النعم اسکا بیان قرار دیا یعنی مثل مقتول کے دیوے نعم مین سے یعنی نعم مین سے جو جانور کہ صید مقتول کے مثل صورت مین ہو وہ دیدے

Marfat.com

یہی قول شافعی رحمہ ہی چنانچہ لکھا - وقال محمد والشافعی نجب فی الصید النظیر فیما لہ نظیر - اور امام محمد و شافعی نے کہا کہ صید ہلاک کرنے مین نظیر واجب ہوتا ہی ان صیود مین جنکا نظیر موجود ہو - ففی الظبی شاۃ - پس ہرن مین بکری دے ف ماوہ مین مادہ اور نر مین نر - وفی الضبع شاۃ - اور کفتار مین بکری دے - وفی الارنب عناق - اور خرگوش مین بز غالہ مادہ - وفی الیربوع جفرۃ - اور جنگلی چوہے مین جفرہ - ف یعنی مغزکا مادہ بچہ جلوان چوچار ماہو - ن - وفی النعامۃ بدنۃ - اور شتر مرغ مین اونٹ ہی - وفی حمار الوحش بقرۃ - اور گورخر مین گاے ہی - ف غرضکہ قیمت کا لحاظ نہین بلکہ صورت کی مماثلت و مشابہت ملحوظ ہی اور اس تاویل کی طرف دو وجہون نے مجبور کیا - اول اسلیے کہ من النعم کو متقول کا بیان ماننے مین سمجھا جاتا ہی کہ محرم نے نعم مین سے جسکو قتل کیا - حالانکہ متقول کا نعم مین سے ہونا ضرور نہین چنانچہ ہوا و شتر مرغ وغیرہ نہین ہین تو بیان جزا ہی - لقولہ تعالی فجزاء مثل ما قتل من النعم - قولہ تعالے فجزاء الخ پس جزا ہی مثل اسکا جو قتل کیا ہی نعم مین سے - ومثلہ من النعم ما یشبہ المقتول صورۃ - اور نعم مین سے اسکا مثل وہ جانور ہو متقول کے مشابہ صورت مین ہو - لان القیمۃ لا تکون نعما - کیونکہ قیمت تو نعم نہین ہوتی ہی - ف یعنی قیمت اگرچہ مثل معنوی ہی مگر چونکہ نعم مین سے مثل چاہیے تو قیمت سے مثل نہوگا کیونکہ قیمت نعم نہین ہی - وجہ دوم نقل ائمہ دین - والصحابۃ اوجبوا النظر من حیث الخلقۃ والمنظر فی النعامۃ والظبی وحمار الوحش والارنب علی ما بینا - اور صحابہ رضے شتر مرغ و ہرن و گورخر و خرگوش مین نظر از راہ خلقت و صورت کے واجب کیا چنانچہ ہم بیان کر چکے - ف پس اگر مثل از راہ قیمت مراد ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم جو شاہد وحی و اعلم الامۃ تھے ایسا نہ کرتے بلکہ - وقال علیہ السلام الضبع صید وفیہ الشاۃ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ کفتار صید ہی اور اسکے شکار مین بکری واجب ہی - ف رواہ اصحاب السنن وقال الترمذی حسن صحیح - پس مثل صورت واجب کیا نہ قیمت - پس ان دو وجہون سے امام محمد و شافعی بلکہ مالک و احمد اسطرف گئے ہین - اور باہم کچھ اختلاف ہی - پھر یہ تو اس صید مین جسکا نظیر ہو - ومالیس لہ نظیر - اور جس صید کا نظیر نہین ہی - ف یعنی بجب ظاہر نہین ہی - عند محمد تجب القیمۃ مثل العصفور والحمام واشباہہما - تو امام محمد کے نزدیک قیمت واجب ہی جیسے کنجشک و کبوتر و انکے مانند - ف فاختہ و قمری وغیرہ - واذا وجبت القیمۃ کان قولہ کقولہما - اور جس صورت مین کہ قیمت واجب ہو تو امام محمد کا قول مانند قول ابو حنیفہ و ابو یوسف ہی - ف یعنی دو عادل سے یہ قیمت اندازہ کرنا - پھر ہو سکے تو ہدی خریدنا یا طعام یا صوم - اور شافعی رح کے نزدیک کبوتر وغیرہ کا نظیر بھی موجود ہی - والشافعی یوجب فی الحمامۃ شاۃ - اور شافعی رح کبوتر مین بکری واجب کرتے ہین - ف بالقیاس - وثبتت المشابہۃ بینہما - اور دونون مین مشابہت ثابت کرتے ہین - ف مگر صورت مین نہین بلکہ - من حیث ان کل واحد منہما یعب ویہدر - اس راہ سے کہ کبوتر و بکری مین سے ہر ایک عب کرتا و ہدر کرتا ہی - ف عب منہ ڈال کر گھونٹ سے پانی پینا اور ہدر آواز کرنا اور مرغی وغیرہ اسطرح گھونٹ نہین بھرتے بلکہ چوستے ہین - منتہی نہین کہ صورت کی مشابہت چھوڑ کر یہ علت حرکات مین قائم کی گئی حالانکہ علل بدون شرح کے قائم نہین ہوتے ہین - م - ولابی حنیفۃ وابی یوسف ان المثل المطلق ہو المثل صورۃ ومعنی - اور ابو حنیفہ و ابو یوسف کی دلیل یہ ہی کہ جو مثل صورت و معنی دونون مین ہو وہی مطلق مثل ہی - ف یعنی حقیقی مثل ہی اور جو مثل فقط صورت یا معنی یا کسی صفت سے مثل ہو وہ اسی قید سے مثل مقید ہوتا ہی چنانچہ اسکو مثل صوری وغیرہ کہتے ہین اور حقیقی مثل نہین کہتے ہین - ولا یمکن الحمل علیہ - اور مثل حقیقی پر محمول کرنا ممکن نہین ہی - ف یعنی آیت مین مثل سے حقیقی مثل نہین لے سکتے ہین اور یہ باتفاق ظاہر ہی

تو لا محالہ مثل صوری یا مثل معنوی کسی کو لیا جاوے - فصل علی المثل معنی - تو وہ مثل معنوی پر محمول کیا گیا - ف
وہ مثل صوری پر یعنی لازم ہو کہ آیت مین مثل سے مثل معنوی لیا جاوے اور حاصل یہ کہ - فجزاء مثل ما قتل الآیہ - مراد
یہ کہ پس محرم پر جزاء ہو مقتول جانور کا مثل معنوی - اور وہ قیمت ہو - لکونہ معہودا فی الشرع کما فی حقوق العباد -
اِسوجہ سے کہ معنوی مثل تو شرع مین معہود ہو جیسے حقوق العباد مین - ف مثلاً کسی نے دوسرے کا جانور بکری غصب
تلف کردی پس حقیقی مثل ممکن نہین تو معنوی مثل یعنی قیمت کا حکم دیا جاتا ہو اور یہ حیوانات مین عام ہو اگرچہ گیہون تلف
کرنے مین اگر گیہون مل سکتے ہون تو مثل حقیقی ممکن ہو دیا جاوے ورنہ قیمت یعنی مثل معنوی متعین ہو نہ مثل صوری فقط
جیسے جو کہ انکی صورت گیہون سے مشابہ ہو پس آیت مین بھی مثل معنوی لیا جاوے - کیا نہین دیکھتے کہ صورت کسی مشابہت
خود محسوس ہوتی ہو کچھ اہل عدل کی حاجت نہ تھی - پس اہل عدل اسی واسطے ہین کہ قیمت معنوی مثل کو اندازہ کرین - او
لکونہ مرادا بالاجماع - یا اِسوجہ سے کہ مثل معنوی بالاجماع مراد ہو - ف ان جانورون مین جنکا مثل صوری نہین ہو
اور جب مثل معنوی مراد ہوا تو آیت مین ایک ہی لفظ سے ایک ہی اطلاق مین دوسرا مثل صوری مراد نہین ہو سکتا چنانچہ
اصول مین محقق ہو - او لما فیہ من التعمیم وفی ضدہ التخصیص - یا اِسوجہ سے کہ مثل معنوی مین تعمیم ہو اور مثل صوری
مین تخصیص ہو - ف یعنی معنوی مثل تو ہر صورت ہر جانور مین ممکن ہو اور اسکا ضد یعنی مثل صوری تو خاص انھین
جانورون مین ممکن جنکا مشابہ موجود ہو پس مثل معنوی اوسع ٹھہرا تو وہی متعین ہو گیا - کیونکہ کبھی ایک اور کبھی دوسرے
کو لینا جائز نہین ہو - پھر جب یہ بات متقرر ہو گئی تو معلوم ہوا کہ قولہ تعالی فجزاء مثل ما قتل من النعم - مین کلمہ من النعم
متعلق قتل کے ہو یعنی نعم مین سے مقتول - اور جزاء کا بیان نہین ہو کیونکہ نعم سے جزائے مثل نہین ہو سکتی بلکہ قیمت سے
ہو جیسا کہ مدلل بیان گذرا جسکا خلاصہ یہ کہ جب مثل حقیقی یعنی صورت و معنی دونون طرح بالاجماع ممکن نہین تو صرف صوری
یا صرف معنوی مراد ہوگا کیونکہ بعض مین صوری و بعض مین معنوی لینا ممنوع ہو پھر معنوی لینا بچند وجوہ مرجح تو یہی مراد ہو یعنی
قیمت - یا ان قیمت سے اِس جانور صید کے مشابہ ہدی خریدنا بہتر ہو پس معنی کی راہ سے من النعم متعلق قتل ہو اور لفظ مین بھی
انسب ہو کیونکہ علم نحو مین ثبوت ہوا کہ سب سے زیادہ قریب سے متعلق ہونا اولی ہو - پھر یہان ایک اعتراض وارد ہوتا ہو کہ جب
من النعم متعلق قتل ہوا تو یہ معنی کہ نعم مین سے جو صید قتل کیا اسکی قیمت دے اور نعم پالو جانور ہوتا ہو تو صید نہ ہوگا
جواب یہ کہ پالو کو نعم کہنے سے یہ لازم نہین کہ صید کو نعم نہ کہا جاوے - والمراد بالنص واللہ اعلم فجزاء قیمتہ ما قتل
من النعم الوحش - اور نص مین مراد واللہ اعلم یہ کہ پس جزاء ہو قیمت اس شکار کی جسکو نعم وحشی سے قتل کیا - والاسم
النعم یطلق علی الوحشی والاہلی - اور نعم کا اسم وحشی و پالو دونون پر بولا جاتا ہو - ف صرف پالو کی خصوصیت
نہین ہو - کذا قالہ ابو عبیدۃ والاصمعی - ایسا ہی ابو عبیدہ اور اصمعی نے فرمایا ہو - ف ابو عبیدہ کا نام معمر بن المثنی
التیمی اور اصمعی کا نام عبد الملک ہو اور یہ دونون لغت مین امام ثقہ ہین اور بلا خلاف انکے کلام سے لغت مین حجت لی گئی
ہو - اگر کہا جاوے کہ یہ تمام تحقیق بمقابلہ حدیث کے جسمین ضبع کی جزاء مین بکری آئی اور بمقابلہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم
کیونکر معتبر ہوگی - جواب یہ کہ آیت مین ہدیا بالغ الکعبۃ الخ مذکور ہو یعنی جزاء مثل کو ہدی کیا جاوے یا طعام بامساکین -
والمراد بما روی التقدیر بہ - اور مراد اِس جانور سے جو روایت مین آیا ہو اسکے ساتھ اندازہ ہو - دون ایجاب
المعین - نہ معین واجب کرنا - ف یعنی مثل کفتار کے قتل مین بکری آئی تو مراد یہ کہ کفتار کی جزاء اسقدر قیمت ہو
کہ اس سے ایک بکری دیجاوے - لیکن بجاے قیمت کے بکری اسواسطے فرمائی کہ قیمت سے ہدی خرید کر لیجانا اولی ہو
بہ نسبت طعام بانٹ دینے بارہ زرہ کے کیونکہ ہدی مین لحم بھی اور فقیرون کو طعام بھی ہو اسواسطے بکری فرمائی

اور اسپر دلیل یہ ہے کہ کفارہ کبری مین جیسے منہی مشابہت نہین ویسی صورت مین بھی ظاہر نہین ہے کیا نہین دیکھتے کہ ہرن کے مقابلہ مین بھی گبری ہے اور کبوتر کے مقابلہ مین بھی گبری ہے۔ علی ہذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی صید کے مقابلہ مین جانور کا اندازہ اسی راہ سے بیان کیا کہ وہ کعبہ کو ہدی ہو۔ پس اس سے یہ مقصود نہین تھا کہ خاص یہی جانور اسکی جزا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل کی لطافت و خوبی مین شبہہ نہین ہو سکتا۔ اور اس سے استفادہ ہوا کہ عادلون کو جائز ہے کہ صید کی جزا اندازہ کرنے مین نقد درم و دینار وغیرہ سے نہین بلکہ منصوص پر نظر کر کے ایسے جانور سے اندازہ کرین جو کعبہ کو ہدی کیا جاوے کیونکہ نقد قیمت یا طعام سے اندازہ کرنا ترک اولی ہے کیونکہ جزا مین ہدی افضل ہے۔ فاحفظہ۔ م۔ پھر واضح ہو کہ ہمارے نزدیک صید کا اندازہ قیمت سے بلحاظ اسکے ذات کے ہوگا نہ بنظر حیوان ہونے کے۔ کما فی الکرمانی واہ اختیار۔ رہا صفت کا لحاظ پس اگر ایسی صفت ہو جو بندون کی ترکیب سے پیدا ہوئی مثلاً سکھلایا ہوا باز ہو تو اس صفت کا لحاظ نہ ہوگا اور اگر صفت پیدائشی ہو تو بدائع مین ترجیح دی کہ فات مع پیدائشی صفت کے معتبر ہو جیسے کسی شخص کا مال تلف کرنے مین بلا خلاف مطلقاً صفت کا لحاظ قیمت اندازہ مین کیا جاتا ہے جب کہ وہ صفت ممنوع شرعی نہو مثلاً گھوڑا تلف کیا جو جنگی امور سیکھا ہوا تھا کہ سوار کے سامنہ بیٹ جاتا اور سوار کو اپنی پیٹھ پر اٹھاتا اور دو پانون سے ٹیک کرنا اور مانند اسکے اوصاف کا لحاظ بالاتفاق ہے اور اگر پیدائشی وصف مثلاً عول ہو وہ بھی معتبر ہے۔ ہان لڑائی کا جنڈھا یا مرغ یا اڑنے والا کبوتر تلف کرے تو صرف قیمت سے مرغ کی قیمت لازم ہے اور اس ممنوع صفت کا لحاظ نہوگا۔ الحاصل جو جانور کہ اصل خلقت مین صید ہے اگر اسمین سکھلایا ہوا وصف ہو تو وہ معتبر نہین ہے اور اگر پیدائشی وصف ہو تو اختلاف ہے اور بدائع کی ترجیح سے وصف پیدائشی اعتبار کرنا چاہیے اور بدائع مین مصرح ہے اگر طوق دار فاختہ یا کبوتر ہار یا مانند اسکے جس صید مین خوبی و ملاحت ایسی ہے کہ جس سے قیمت بڑھتی ہو تو بالاتفاق اسی صفت سے قیمت اندازہ کیجاوے۔ اور مترک وہ صفت ہے جو بندون کی ترکیب سے پیدا ہوئی ہو۔ پھر یہ مراد نہین کہ شکار کو بعد ہلاک ہونے کے اسکے گوشت سے اندازہ کیا جاوے کیونکہ جو جانور کھایا نہین جاتا بعد موت کے اسکے گوشت کا کچھ اندازہ نہین ہے بس مراد یہ کہ اسکو زندہ قرار دیکر اسکے منافع ذاتی سے اندازہ کیا جاوے۔ البحر۔ ثم الخیار الی القاتل فی ان یجعلہ ہدیا او طعاما او صوما عند ابی حنیفۃ وابی یوسف۔ پھر امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک اس اندازہ کی ہوئی قیمت کو ہدی کرنا یا طعام کرنا یا صوم کرنا صید ہلاک کرنے والے کے اختیار مین ہے۔ ف۔ یعنی دونون عدل بلکہ حکم ٹھہرایا ہے صرف قیمت کا اندازہ کرینگے پھر قاتل صید چاہے اسکی ہدی بھیجاوے یا طعام بانٹے یا روزے رکھے۔ وقال محمد والشافعی الخیار الی الحکمین فی ذلک فان حکما بالهدی یجب النظیر علی ما ذکرنا وان حکما بالطعام او بالصیام فعلی ما قال ابو حنیفۃ وابو یوسف۔ اور امام محمد و شافعی نے کہا کہ یہ اختیار عادلون کو ہے پس اگر انھون نے ہدی کا حکم لگایا تو اسکے مشابہ واجب ہوگی بنابر اسکے جو ہم ذکر کر چکے یعنی نظائر کا بیان اور اگر عادلون نے طعام یا روزہ کا حکم لگایا تو اسی طریقہ پر جو ابو حنیفہ و ابو یوسف کا قول ہے۔ ف۔ یعنی باعتبار قیمت کے۔ لہما ان التخییر شرع رفقا بمن علیہ فیکون الخیار الیہ کما فی کفارۃ الیمین۔ امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کی دلیل یہ کہ اختیار دینا تو اس شخص کے حق مین نرمی کے لیے مشروع ہوا جس پر ضمان ہے تو اسی کو اختیار ہوگا جیسے کفارہ قسم مین ہے۔ ف۔ پس اسکو جو نرم و آسان اسوقت معلوم ہو اختیار کرلے۔ ولمحمد والشافعی قولہ تعالی یحکم بہ ذوا عدل منکم ہدیا بالغ الکعبۃ الآیہ۔ اور امام محمد و شافعی کی دلیل قول اللہ تعالی یحکم بہ ذوا عدل منکم الخ یعنی حکم کرین اس مثل کا دو عادل تم مین سے درحالیکہ وہ ہدی ہو کعبہ کو پہونچنے والی۔ ذکر الہدی منصوبا لانہ تفسیر لقولہ یحکم بہ۔ پس ہدیا کو منصوب ذکر کیا اسواسطے کہ وہ یحکم بہ کے تفسیر ہے۔ ف۔ یعنی بہ کی ضمیر منصوب مفعول ہے

بواسطہ حرف کے۔ای قضاء بدیا۔پس ضمیر مبہم کو ہدی بتلایا۔یا حال ہونے سے تفسیر ہوگیا۔ او مفعول لحکم الحکم۔یا مفعول حکم حاکم ہی۔ ف یعنی عادل حکم کرین ہدی کو۔بہر صورت خواہ تمیز ہو یا حال ہو یا مفعول ہو عدلون کے حکم سے متعلق ہی تو جب ہدی کا حکم کرنا عادلون کے اختیار پر ہی۔ ثم ذکر الطعام والصیام بکلمۃ او۔پھر اللہ تعالی نے طعام وصیام کو کلمہ او کے ساتھ ذکر فرمایا ہی۔ ف یعنی ہدی پر عطف کر دیا ہی۔ فیکون الخیار الیہما۔تو اختیار حاکمون کی طرف رہا۔ ف یعنی کل مین اختیار۔واضح ہو کہ یہ قول امام محمد کا معروف ہی لیکن شافعی کی کتابون مین اختیار شکار مارنے والے کو ہی مثل قول ابو حنیفہ وابی یوسف۔کمافی البنی۔قلنا۔ہم کہتے ہین۔ ف بجواب استدلال امام محمد رح۔اسطرح کہ طعام وصیام کا عطف ہدیا پر نہین ہی۔ الکفارۃ عطفت علی الجزاء لا علی الہدی بدلیل انہ مرفوع۔کفارہ عطف کیا گیا جزاء پر نہ ہدی پر بدلیل اسکے کہ جزاء مرفوع ہی۔ ف یعنی قولہ تعالی جزاء مثل ما قتل من النعم الخ۔مین طعام مرفوع ہی پس اسکا عطف ہدیا پر جائز نہین کیونکہ وہ منصوب ہی تو جزاء پر عطف ہی۔ وکذا قولہ تعالی او عدل ذلک صیاما۔اور یون ہی قولہ تعالی او عدل ذلک صیاما۔مرفوع۔برفع واقع ہی۔ ف یعنی عدل مرفوع معطوف جزاء ہی نہ ہدیا۔فلم یکن فیہما دلالۃ اختیار الحکمین۔پس طعام وصیام مین عادلون کے مختار ہونے کی دلالت نہین نکلی۔ ف اور جب انمین نہوئی تو ہدی مین بھی نہ ہوئی کیونکہ ہم وتم مین سے کوئی اسکا قائل نہین کہ ہدی کا اختیار عادلون کو اور باقی کا اختیار قاتل کو ہی وانما یرجع الیہما فی تقویم المتلف ثم الاختیار بعد ذلک الی من علیہ۔پس عادلون کی جانب تو فقط تلف شدہ صید کی قیمت لگانے مین رجوع کیا جائیگا پھر اسکے بعد قیمت کو ادا کرنے مین اسی کو اختیار ہی جسپر واجب ہوئی ہی۔ وتقومان فی المکان الذی اصابہ۔اور دونون عادل اسی جگہ مین قیمت لگاوین جہان شکار قتل ہونے کا واقعہ ہوا ہی لاختلاف القیم باختلاف الاماکن۔بوجہ مختلف ہونے قیمتون کے جگہین مختلف ہونے کے ساتھ۔ ف یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ کی قیمت مین اختلاف ہوتا ہی تو ضرور ہوا کہ وہین کی قیمت اندازہ کرین جان صید تلف ہوا۔پھر ظاہر ہے کہ عادلون کو اگر وہان کی قیمت معلوم ہو تو انکا وہان جانا ضرور نہین ہی۔ فان کان الموضع بعیدا لا یباع فیہ الصید یعتبر اقرب المواضع الیہ مما یباع فیہ ویشتری۔پھر اگر تلف ہونے کی جگہ جنگل ہو جہان صید فروخت نہین ہوتا تو اس سے بہت قریب مقام جہان صید بیچا وخریدا جاتا ہی اعتبار کیا جاوے۔ ف اور مبسوط شیخ الاسلام مین ہی کہ مثل جگہ کے وہ زمانہ بھی معتبر ہوگا جسوقت صید قتل ہوا جب کہ اوقات مختلفہ مین قیمت بدلتی ہی۔ن ف ع۔فقالوا واحد یکفی۔مشائخ نے کہا کہ ایک عادل کافی ہی۔ ف قیمت صید اندازہ کرنے مین۔ والمثنی اولی لانہ احوط وابعد عن الغلط کما فی حقوق العباد۔اور دو ہونا بہتر کیونکہ اسمین زیادہ احتیاط اور غلطی سے دوری ہی جیسا کہ حقوق العباد مین حکم ہی۔ ف کہ ایک کافی اور دو اولی واحوط ہین۔ وقیل یعتبر المثنی ہہنا بالنص۔اور کہا گیا کہ یہان نص سے دو عادل ہونا معتبر ہی۔ ف بقولہ تعالی ذوا عدل منکم الخ۔فتح القدیر مین کہا کہ یہی ظاہر اور واجب ہی اور شرح الدرر مین اسی کو صحیح کہا ہی۔اور عادل سے وہ مراد نہین جو گواہی مین عادل ہوتا ہی بلکہ جس شخص کو اندازہ قیمت مین بصیرت ہو۔ وعلی ہذا جس نے شکار مارا اگر بصیرت رکھتا ہو تو بقول مشائخ خود کافی ہونا چاہیے مگر مین نے نقل صریح نہین پائی۔انجر۔مین کہتا ہون کہ آیت مین عدل منصوص جس سے عدول کرنا بصیرت کی تعلیل سے روا نہین بلکہ عادل ایسا چاہیے جو بصیرت رکھتا ہو باشارہ تقویم فعلی خود قاتل صید اگر معتمد ہو تو فاسق ہونے سے اسکا اندازہ جائز نہین ورنہ جائز ہونا چاہیے اور مترجم نے بھی جزئیہ نہین پایا بلکہ تحقیق استدلالی ہی۔واللہ تعالی اعلم۔م۔ والہدی لا یذبح الا بمکۃ۔اور ہدی نہین ذبح کیجاوے مگر مکہ مین۔ ف یعنی اگر شکار مارنے والے نے قیمت سے ہدی لیجانا اختیار کیا تو سوائے

Marfat.com

ذبح کرے - لقوله تعالی هدیا بالغ الکعبة - یعنی اسکو ذبح کرے - اور هدی مین کعبه پونچنے والی قید فرمائی ف
مین کعبه اور جلوع مراد نهین بلکه زمین حرم ہے - اور طعام و دم مین کوئی قید مذکور نهین ہے - ویجوز الاطعام فی غیرها
اور طعام دینا سوائے مکه کے بهی جائز ہے - خلافا للشافعی هو یعتبره بالهدی - اسمین شافعی رح نے اختلاف کیا
شافعی رح اطعام کو هدی پر قیاس کرتے هین - ف کہ هدی کی طرح وه بهی مکه مین دیا جاوے - پهر مقیس علیه اور
مقیس مین کوئی امر ایسا مشترک هونا چاهیے جو دونون کو ایک حکم مین جمع کرے - والجامع التوسعة علی سکان الحرم
اور دونون کو جمع کرنے والا یه که وسعت دینا حرم کے رهنے والون کو - ف یعنی رزق کی وسعت هدی مین کو شت
سے اور اطعام مین اناج سے ہے - ونحن نقول - اور هم کہتے هین - ف کہ هان قیاس کی شرطین نهین پائی جاتی وه یه که
مقیس علیه ایسی چیز هو جسکا سبب همارے قیاس مین آتا هو حالانکه - الهدی قربة غیر معقولة فیختص بمکان او
زمان - قربانی کرنا یعنی خون بهانا ایسی قربت ہے که هماری عقل سے باهر ہے تو وه کسی مکان یا زمان کے ساته مختص ہے گی
ف یعنی حرم کی قید هو تو حرم سے خاص رهے اور یون هی ایام قربانی یعنی دسوین ذی الحجه و گیارهوین و بارهوین
تک رهے - غرضکه هم عقل سے یه جانتے هین که یه امر حق ہے اسکا بعید دنیاوی زندگی مین همارے قیاس سے باهر ہے
اما الصدقة قربة معقولة فی کل زمان ومکان - رها صدقه یعنی اطعام وغیره تو وه هر زمانه و هر جگه مین قربت معقول
ہے - ف یعنی هماری عقل اسکو هر وقت و هر جگه قربت سمجهتی ہے پس هم اسکو قربانی پر قیاس نهین کر سکتے هین - و
الصوم یجوز فی غیر مکة - اور روزه رکهنا بهی مکه کے باهر جائز ہے - لانه قربة فی کل مکان - کیونکه وه هر جگه قربت
ہے - فان ذبح بالکوفة - پس اگر قاتل صید نے کوفه مین ذبح کیا - ف یعنی سوائے حرم کے کسی جگه هدی ذبح
کردی تو وه هدی ادا نه هوئی - لکن - اجزاه عن الطعام - طعام سے کفایت هو گئی - ف گویا اسنے شکار کی قیمت
سے طعام دیدیا - معناه اذا تصدق باللحم وقیمه وفاء بقیمة الطعام - اسکے معنی یه هین که کافی ہے جب که اسکا گوشت
مساکین کو صدقه کر دیا هو اور اسمین قیمت طعام پوری پڑتی هو - ف یعنی هر مسکین کو جسقدر گوشت پونچا اسکی قیمت
نصف صاع گیهون یا ایک صاع جو وغیره کے برابر هو - لان الاراقة لا تنوب عنه - کیونکه طعام دینے کا قائم مقام
خون بهانا نهین هوتا ہے - ف کیونکه ذبح کرنا حرم مین خود قربت ہے حتی که اگر بعد ذبح کے گوشت مساکین کو تقسیم هونے
سے پهلے ضائع هو جاوے یا تقسیم مین هر مسکین کو نصف صاع گیهون سے کم پونچے تو کفاره ادا هو گیا بخلاف حرم سے باهر
ذبح کرنے کے که ضائع هونے یا کم پونچنے مین اطعام ادا نهوگا جیسے هدی نوئی - ع م - واذا وقع الاختیار علی الهدی
بهیمة ایجزیه فی الاضحیة - اور جب اسکے پسند هدی دینے پر واقع هو تو وه هدی دے جو اضحیه مین جائز ہے - ف
یعنی شکار قتل کرنے والے کو اختیار تها که قیمت سے هدی یا اطعام یا صوم جو چاهے ادا کرے پس اگر اسنے هدی دینا
اختیار کیا تو وه جانور کافی ہے جو توشکر کو قربانی مین جائز ہے - لان مطلق اسم الهدی منصرف الیه - کیونکه هدی کا اسم
جو مطلق بدون قید هو وه اسی جانور کی طرف پهرتا ہے - ف جو بقر عید کی قربانی مین جائز هوتا ہے - پس بکری کمتر درجه
ہے اور یهی قول مالک رح ہے - وقال محمد والشافعی یجزی صغار الغنم فیها - اور امام محمد و شافعی نے کها که اس هدی
مین غنم کی صغار بهی جائز هین - لان الصحابة اوجبوا عناقا وجفرة - کیونکه صحابه رضی الله عنهم نے عناق و جفره
واجب کیا ہے - ف عناق نر غاله اور جفره بهیڑ کا چار ماه کا بچه ہے حالانکه یه اضحیه کی قربانی مین جائز نهین هین مبسوط
و اسرار وغیره مین یهی قول ابو یوسف واحد مذکور ہے - وعند ابی حنیفة وابی یوسف یجوز الصغار علی وجه الاطعام
یعنی اذا تصدق - اور ابو حنیفه و ابو یوسف کے نزدیک صغار غنم بطریق طعام هونے کے جائز هین یعنی جب که انکو صدقه

Marfat.com

کردے۔ ف اور قرآن کرنے کے طور پر نہین جائز ہین پس شاید کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قناق وجنوبہ سے اندازہ بطور اطعام کردیا۔ اقول اظہر یہ کہ قیمت کے سوائے جانور سے اندازہ کردینا بلحاظ بدی افضل ہونے کے ہو واللہ تعالیٰ اعلم واذا وقع الاختیار علی الطعام۔ اور اگر اسکا پسند کرنا طعام پر واقع ہوا۔ یقوم المتلف بالطعام عندنا۔ تو ہمارے نزدیک تلف کیے ہوئے شکار کو طعام کے ساتھ قیمت لگائی جاوے۔ ف بخلاف شافعی رح کے کہ انکے نزدیک صید مقتول کی نظیر ٹھہراکر نظیر کی قیمت سے طعام کا اندازہ ہو۔ لانہ ہو المضمون فیعتبر قیمتہ۔ کیونکہ مقتول شکار ہی مضمون ہے تو اسی کی قیمت معتبر ہے۔ ف پس جو کچھ اسکی قیمت ہو اسکا طعام خرید کردے۔ واذا اشتری بالقیمۃ طعاما تصدق علی کل مسکین نصف صاع من برا وصاعا من تمر او شعیر۔ اور جب قیمت کے عوض طعام خریدے تو ہر مسکین کو نصف صاع گیہون یا ایک صاع چھوہارے یا جو دیوے۔ ولا یجوز ان یطعم لمسکین اقل من نصف صاع۔ اور نہین جائز کہ ایک مسکین کو کم نصف صاع سے دے۔ ف یعنی گیہون سے کم از نصف صاع یا چھوہارے وجو سے کم از صاع۔ لان الطعام المذکور۔ کیونکہ طعام جو مذکور ہے یعنی آیت مین نیصرف الی ما ہو المعہود فی الشرع۔ وہ پھیریگا اس طعام کی طرف جو شرع مین معہود ہے۔ ف کیونکہ ایک لقمہ کافی نہین اور زیادہ کی حد نہین تو مقصود ضرور وہ طعام جو شرع مین معلوم ہے پس کفارہ ظہار وقسم وصدقہ فطر مین بھی معہود ہے۔ اور شافعی رح کے نزدیک چہارم صاع یعنی ایک مد گیہون جائز ہین۔ مع۔ ہمارے نزدیک نصف صاع کمتر ہے اور زیادہ دینا روا ہے۔ ف۔ وان اختار الصیام یقوم المقتول طعاما۔ اور اگر اسنے روزہ رکھنا اختیار کیا تو صید مقتول کو طعام سے اندازہ کیا جاوے۔ ف یعنی اگر ابتداء اناج سے قیمت کرنا ممکن ہو تو خیر ورنہ قیمت لگاکر اس قیمت سے طعام حساب کیا جاوے۔ ثم یصوم عن کل صاع من برا وصاع من تمر او شعیر یوما۔ پھر ہر نصف صاع گیہون یا ایک صاع چھوہارے یا جو سے ایک روزہ رکھے۔ ف جسکی نیت رات سے کرلے۔ لان تقدیر الصیام بالمقتول غیر ممکن اذ لا قیمۃ للصیام۔ کیونکہ صید مقتول سے روزہ کا اندازہ کرنا ممکن نہین کیونکہ روزے کی کچھ قیمت نہین ہے۔ ف ظاہر یہ تھا کہ صید مقتول کی قیمت لگانا روزے سے ممکن نہین الخ۔ مگر امام مصنف رح نے برعکس کرنے مین اشارہ کیا کہ مقصود روزون کا معلوم ہونا اور وہ صید مقتول کے برابر ہین مگر روزہ کی کچھ قیمت نہین تو اندازہ کرنا غیر ممکن ہے اور آیت مین صید مقتول کے برابر روزہ رکھنے کا حکم ہے پس یہ برابری شرع مین جسطرح معہود ہو اسی طرح مراد ہوگی فقدرناہ بالطعام۔ پس ہم نے صید مقتول کو طعام سے اندازہ کیا۔ ف پھر طعام سے صوم کا اندازہ کرلیا۔ والتقدیر علی ہذا الوجہ معہود فی الشرع کما فی باب الفدیۃ۔ اور اس طریقہ پر اندازہ کرنا شرع مین معہود ہے جیسا کہ باب الفدیہ مین ہے۔ ف یعنی صوم رمضان کا فدیہ دینا اسی طرح کہ ہر روزہ کے واسطے نصف صاع گیہون دے بخلاف کفارہ صوم کے کہ مثلاً عمداً دن مین وطی کرکے روزہ توڑا تو شیخ ابن الہمام نے راجح اسکو رکھا کہ خوراک دیدے اگرچہ چہارم صاع ہو۔ فان فضل من الطعام اقل من نصف صاع۔ پھر اگر طعام سے نصف صاع سے کم بڑھا۔ ف یعنی جو کچھ طعام حساب مین آیا تھا ہر مسکین کو نصف صاع کی قدر دینے پر روزون کا حساب لگانے مین کچھ بچا جو نصف صاع سے کم ہے۔ فہو مخیر ان شاء تصدق بہ۔ تو وہ مختار ہے چاہے اسی قدر کو صدقہ کردے۔ وان شاء صام عنہ یوما کاملا۔ اور چاہے تو اسکے عوض پورا ایک روزہ رکھے۔ لان الصوم اقل من یوم غیر مشروع۔ کیونکہ دن سے کم روزہ رکھنا مشروع نہین ہے۔ وکذلک ان کان الواجب دون طعام مسکین۔ اور یون ہی اگر قدر واجب ایک مسکین کے طعام سے کم ہو ف مثلاً ایک بہمد کی مار ڈالی جسکی قیمت مین طعام نصف صاع سے کم لازم آیا۔ تو یہی حکم ہے کہ۔ تطعم قدر الواجب

بمقدہ۔ واجب ہوا ہی طعام دیدے۔ او یصوم یوما کاملا۔ یا پورا دن بھر روزہ رکھے۔ لما قلنا۔ بوجہ اسکے جو ہم بیان کر چکے۔ ف۔ کہ روزہ دن سے کم شروع نہیں ہوتا۔ پھر یہ سب بیضہ قتل کرنے میں ہے۔ و لو جرح صیدا او قطع شعرہ او قطع عضوا منہ ضمن ما نقصہ۔ اور اگر محرم نے صید کو مجروح کیا یا اسکے بال اکھاڑے (یا پر توڑے) یا اسکا کوئی عضو کاٹ لیا تو جو کچھ نقصان کر دیا اسکا ضامن ہے۔ ف۔ جب کہ نقصان منزلہ ہلاک نہو اور اچھا ہو کر اندر سابق نہو جاوے۔ لاعتبار اللبعض بالکل کما فی حقوق العباد۔ یہ بقیاس کل کے بعض کا ہے جیسے حقوق العباد میں ہوتا ہے۔ ف۔ پس اگر کل کے واسطے ایک روپیہ ہو اور عضو کاٹنے سے نصف نقصان ہوا تو نصف روپیہ کا ضامن ہے۔ اگر بال جم گئے یا اون دوسرا نکل آیا غرضکہ جیسا تھا ویسا ہی پھر ہو گیا تو ابو حنیفہ و محمد کے نزدیک اسپر کچھ نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک عمدی جرم کا صدقہ لازم ہے۔ اگر صید غائب ہو گیا کہ حال معلوم نہیں تو نقصان کا ضامن ہے اگرچہ موت کا خوف ہو اور اسیجا بی رحم کے نزدیک احتیاطاً پوری قیمت دے۔ یہ اسوقت کہ اسکی حرکت سے یا اسکے سبب سے ایسا ہوا اور اگر خود شکار اس سے پھڑک کر بھاگا اور ٹانگ ٹوٹ گئی تو اسپر کچھ نہیں ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ اور اگر اسکے گھوڑے کی لات وغیرہ یا اسکے تیر سے صید کو صدمہ ہوا تو ضامن ہے۔ مع۔ و لو نتف ریش طائر۔ اور اگر محرم نے پرند کے بازو کے پر نوچ ڈالے۔ او قطع قوائم صید۔ یا صید کے ہاتھ پانوں کاٹے۔ فخرج من حیز الامتناع۔ پس وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا۔ ف۔ یعنی اپنے آپ کو بچانے اور گرفتاری و صدمہ سے روکنے کے قابل نہیں رہا گویا محرم نے اسکو ہلاک کر دیا۔ فعلیہ قیمتہ کاملۃ۔ و محرم پر اسکی قیمت بروجہ کامل واجب ہے۔ ف۔ یعنی پوری قیمت دے۔ خواہ بطور ہدی یا اطعام یا صوم۔ لانہ فوت علیہ الامن بتفویت آلۃ الامتناع فیغرم جزاوہ۔ کیونکہ محرم نے اس پرند کا صید سے امن معدوم کر دیا بوجہ اسکے آلہ امتناع معدوم کرنے کے تو اسکی جزا کو تاوان دے۔ ف۔ کیونکہ پرند اپنے بازو سے اور صید اپنے پانوں سے اپنی گرفتاری و دیگر صدمات کو بھاگ کر روکتے رہتے ہیں۔ یہ تو حقیقتہ موجود صید میں کلام تھا۔ رہا مادہ صید تو فرمایا و من کسر بیض تعانۃ فعلیہ قیمتہ۔ اور جس محرم نے شتر مرغ کا انڈا توڑ دیا تو اسپر اسکی قیمت لازم ہے۔ ف۔ یعنی اچھا بغیر گندہ انڈا اور شتر مرغ کا نام بوجہ روایت ہے۔ و ہذا مروی عن علی و ابن عباس۔ اور یہ حضرت علی و ابن عباس سے مروی ہے۔ ف۔ حضرت علی رضہ سے تو یہ اثر نہیں ملا۔ بلکہ ابن ابی شیبہ نے معاویہ بن قرہ رح سے روایت کی کہ حضرت علی رضہ نے بیض نعامہ میں ناقہ کے بچہ حلوان کا حکم دیا تھا اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے حکم دیا کہ ہر انڈے کے عوض ایک یوم کا روزہ یا ایک مسکین کا طعام ہے۔ ت۔ اور ابن عباس کا قول عبد الرزاق نے بطریق عبد الکریم الجزری عن عکرمہ عن ابن عباس رضہ روایت کیا ہے اور بیہقی و ابن ابی شیبہ نے ابن عباس سے کبوتر کے دو انڈوں کا ایک درہم روایت کیا تو یہ باعتبار قیمت وقت کے ہے۔ ابن ابی شیبہ نے کہا حدثنا ابن نفیل عن خصیف عن ابی عبیدہ عن عبد اللہ بن مسعود رضہ قال فی بیض النعامۃ قیمتہ۔ یعنی ابن مسعود رضہ نے کہا کہ شتر مرغ کے انڈوں میں انکی قیمت واجب ہے۔ عبد الرزاق نے کہا کہ اخبرنا ابو حنیفہ عن خصیف عن ابی عبیدۃ الخ مثلہ۔ اور ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی حکم دیا۔ ابراہیم نخعی نے اگرچہ حضرت عمر رضہ کو نہیں پایا مگر ہمارے نزدیک حجت ہے۔ اور اسی کے مانند مجاہد و شعبی و طاؤس سے روایت کی اور اسمیں ایک حدیث مرفوع عبد الرزاق و دار قطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے۔ منہ۔ اسی وجہ سے مسئلہ میں مصنف نے شتر مرغ کا انڈا بیان کیا ہے اسلیے کہ آثار میں اسی کی قیمت مذکور ہے۔ و لانہ اصل الصید و لہ عرضیہ ان یصیر صیدا۔ اور اسلیے کہ بیضہ تو صید کی اصل ہے اور بیضہ اسکے راستے آمادہ ہے کہ صید ہو جاوے۔ فنزل منزلۃ الصید احتیاطا تأمل بفسد۔ تو وہ احتیاطاً بمنزلہ صید کے قرار پایا

Marfat.com

جب تک خراب نہو گیا ہو۔ ف یعنی گندہ نہو۔ فان خرج من البیض فرخ میت ۔ پھر اگر انڈے مین مرا ہوا بچہ نکلا
ف پس اگر معلوم ہو کہ پہلے سے مرگیا تھا تو اسپر کچھ لازم نہین۔ اور اگر معلوم ہو کہ توڑنے سے مرا تو قیاساً و استحساناً
اسپر قیمت لازم ہے ع۔ اور اگر کچھ معلوم نہ ہو۔ فعلیہ قیمتہ۔ تو بھی اسپر بچہ کی قیمت ہے۔ وہذا استحسان۔ اور یہ حکم
بدلیل استحسان ہے۔ والقیاس ان لایغرم سوی البیضۃ لان حیوۃ الفرخ غیر معلوم۔ اور قیاس یہ تھا
کہ سوائے انڈے کے کچھ ضامن نہو اسلیے کہ بچہ کا زندہ ہونا معلوم نہین ہوا ہے۔ وجہ الاستحسان ان البیض مما یفرخ
منہ الفرخ الحی۔ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ انڈا تو قوت کا مادہ رکھتا ہے کہ اس سے زندہ بچہ برآمد ہو۔ ف پس اصل
اسمین بچہ زندہ ہونے والا ہے۔ والکسر قبل اوانہ سبب للموت۔ اور قبل وقت کے توڑنا بچہ کی موت کا سبب ہے
ف اور یہان یہی صورت ہے کہ محرم نے وقت سے پہلے انڈا توڑا ہے۔ فیحال علیہ احتیاطاً۔ پس بچہ کا مرنا احتیاطاً
اسی پر حوالہ کیا جاوے۔ ف کہ قبل وقت توڑنے سے مرگیا۔ وعلی ہذا اذا ضرب بطن ظبیہ فالقت جنینا
میتا وماتت فعلیہ قیمتہما۔ اور اسی استحسان پر اگر کسی شخص نے ہرن کے پیٹ مین مارا پس وہ مردہ بچہ ڈال گئی اور مرگئی تو
محرم پر ہرن و بچہ دونون کی قیمت واجب ہے۔ ف اور اگر صرف بچہ مرا تو اسی کی قیمت ہے۔ کیونکہ اصل بچہ مین زندہ
پیدا ہوتا۔ ولیس فی قتل الغراب والحدأۃ والذئب والعقرب والفارۃ والکلب العقور جزاء۔
اور کوے نجس خوار اور چیل و بھیڑیے و چوہے و کتے کے مار ڈالنے مین کچھ جزا نہین ہے۔ ف اگرچہ محرم ہو یا محرم
مین مارے۔ لقولہ علیہ السلام خمس من الفواسق یقتلن فی الحل والحرام الحدأۃ والحیۃ والعقرب والفارۃ
والکلب العقور۔ بدلیل حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ جانور بدکاروں سے ہین کہ حل و حرم مین قتل
کیے جاوینگے چیل و سانپ و بچھو و چوہا اور کٹہا کتا۔ ف رواہ البخاری و مسلم۔ ت۔ اس حدیث سے حرم مین بھی
انکا قتل جائز نکلا۔ وقال علیہ السلام تقتل المحرم الفارۃ والغراب والحدأۃ والعقرب والحیۃ
والکلب العقور۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم قتل کرے چوہے کو اور کوے و چیل و بچھو و سانپ
و کٹہے کتے کو۔ ف صحیحین کی روایت مین الحیہ نہین مگر صحیح مسلم کی ایک روایت مین عقرب کے بجائے حیہ ہے پس
مصنف رح نے دونون کو جمع کر دیا۔ اور الذئب کی روایت مراسیل ابوداؤد وغیرہ سے سابق گذری۔ لہذا مصنف رح
نے فرمایا۔ وقد ذکر الذئب فی بعض الروایات۔ اور بھیڑیا بعض روایات مین مذکور ہے۔ ف یعنی مع کلب
عقور کے۔ وقیل المراد بالکلب العقور الذئب۔ اور کہا گیا کہ کلب عقور سے مراد بھیڑیا ہے۔ ف یعنی
بھیڑیا کاٹنے و پھاڑنے والا موذی جانور ہوتا ہے تو مذمت کے طور پر اسکو کٹہا کتا فرمایا ہے یا یہ معنی کہ کلب عقور نام
ہر ایسے موذی جانور درندہ کا جو حملہ کرتا ہو تو کتا و بھیڑیا وغیرہ سب کو شامل ہے۔ او یقال۔ یا کہا جاوے کہ۔ ف
کلب عقور سے یہی معروف کتا کٹہا مراد ہے۔ اور بھیڑیا بطریق قیاس اس سے لاحق ہے کیونکہ۔ الذئب فی معناہ۔ بھیڑیا کلب
عقور کے معنی مین ہے۔ ف یعنی بغیر تعرض کے حملہ آور ہوتا ہے۔ والمراد بالغراب الذی یاکل الجیف ویخلط لانہ
یبتدی بالاذی۔ اور غراب یعنی زاغ سے مراد وہ کہ جو نجاست کھاتا ہے اور دانہ خلط کرتا ہے کیونکہ وہ ابتدا مین پہل کرتا ہے
ف یعنی وہ کبھی گندگی کھاتا ہے اور کبھی دانہ کھاتا ہے اور بغیر چھیڑنے کے ایذاء دیتا ہے اور یہ امام مصنف نے مکرر ذکر
کیا جیسا کہ شارح اکمل رح نے کہا ہے۔ معذ۔ اور مترجم کے نزدیک یہ شارح کا سہو ہے اور مکرر نہین بلکہ یہ غراب کی دو قسم
کا بیان ہے اور توضیح عبارت یہ کہ المراد بالغراب الذی یاکل الجیف والذی یخلط۔ مراد زاغ سے وہ زاغ جو صرف گندگی
کھاتا ہے اور وہ خلط کر لیتا ہے۔ یعنی گندگی مین دانہ خلط کرتا ہے۔ پھر وہم ہوتا تھا کہ جو خالی نجاست نہین کھاتا بلکہ خلط کرتا ہے

Marfat.com

تو دانہ کا محاذ کیا جاتا پس جواب دیا کہ دانہ کا محاذ نہین بلکہ نجاست کا محاذ ہوا - لانہ یبتدی بالاذی کیونکہ خلط کرنیوالا نجاست سے پہل کرتا ہی - یعنی اصل مرغوب اسکی غذا نجاست ہی اور دانہ وہ بالتبع کھا لیتا ہی کیونکہ دانہ و نجاست مین سے وہ پہلے نجاست پر چونچ ڈالتا ہی تو وہ مثل نجس خمار کے ہی ہم - الا العلق غیر مستثنی - رہا علق تو وہ مستثنی نہین ہی - ف - بلکہ اسکے قتل مین جزا لازم ہی - لانہ لایسمی غرابا - کیونکہ وہ غراب نہین کہلاتا ہی - ف - اور اگر غراب مین داخل مان لیا جاوے تو وہ نجس کو نہین کھاتا اگر تجربہ کرکے - ولا یبتدی بالاذی - اور نجس کھانے پر پہل نہین کرتا ہی - وعن ابی حنیفۃ ان الکلب العقور وغیر العقور - اور ابو حنیفہ سے روایت کیا گیا کہ کتا خواہ کاٹتا ہو یا نہ ہو ف - کیونکہ حدیث ابوداؤد مین صرف عقور مذکور ہی کتا صفت نہین ہی - والسنانس والمتوحش منھما سوار - اور دونون مین سے خواہ پالا ہوا ہو یا وحشی ہو برابر ہین - ف - یہ بنابر آنکہ منھما بصیغۂ تثنیہ ہی اور اگر منھا بضمیر مونث ہو یعنی جانورون مین سے مثلاً کبوتر پالو اور کبوتر جنگلی کسی کو مارے جزا لازم ہی - لان المعتبر فی ذلک الجنس - کیونکہ معتبر ہر بارہ جزا کے جنس ہی - ف - پس اگر کبوتر مثلاً صید حرام ہو تو جنس کبوتر مین سے پالو ہوا بھی حرام و جزا دونون مین لازم ہی - یا کلب کی جنس معتبر ہی - وکذا الفارۃ الاہلیۃ والوحشیۃ سوار - اور یون ہی دیسی چوہا و جنگلی وحشی چوہا دونون برابر ہین - ف - الحاصل جنگلی وحشی جسکے مارنے مین جزا واجب ہی اسی جنس کا پالو ہوا گھرون مین رہنے والا مارنے سے جزا لازم ہی - والغراب - اور کوا - ف - یعنی کوہ - والحیۃ والعقرب - اور جنگلی چوہا - لیسا من الخمس المستثناۃ - یہ دونون اُن پانچون مستثنی مین سے نہین ہین - ف - یعنی بذریعۂ قیاس علت اذیت کے پانچون کے ساتھ مین انکو داخل نہ کیا جاوے - لانہما لایبتدیان بالاذی - کیونکہ یہ دونون ایذا مین پہل نہین کرتے ہین - ف - اس عبارت مین اذی سے اذیت مراد ہی جیسے اذی بمعنی گندگی بھی آتا ہی - ولیس فی قتل البعوض والنمل والبراغیث والقراد شئی - اور بعوض و نمل و براغیث و قراد کے قتل مین کچھ لازم نہین ہی ف - یہی قول شافعی و احمد ہی - بعوض کا واحد بعوضہ ہی جسکو پشہ یعنی مچھر کہتے ہین اور نمل کا واحد نملہ یعنی چیونٹی - اور براغیث جمع برغوث جسکو کیک یعنی پسو کہتے ہین وہ آواز نہین کرتا اور اڑتا پھرتا ہی - قراد چھوٹی چیچڑی یا کلونی اور اگر بڑی ہو تو اسکو حلمہ کہتے ہین م - یون ہی حشرات الارض مثل وزغ و خنفس و سلحفات و زنبور و دلمہ و صیاح اللیل و مگس و دام حبین و ابن عرس کے قتل مین کچھ نہین کیونکہ بدن سے متولد نہین اور نہ صید ہین - الحبط - م - الحاصل بدن سے متولد نہونا اور صید نہونا جزا سے مانع ہی چنانچہ امام مصنف رح نے فرمایا - لانہا لیست بصیود ولیست بمتولدۃ من البدن - کیونکہ یہ جانور صید نہین اور بدن سے متولد نہین ہین - ف - تو جزا ثابت نہوئی - ثم ہی موذیۃ بطباعہا - پھر یہ جانور اپنی طبیعت سے موذی ہین - ف - تو انکا قتل کرنا جائز ہی - والمراد بالنمل السوداء او الصفراء الکبیرۃ توذی - اور چیونٹی سے مراد سیاہ چیونٹی یا زرد ہی جو کہ ایذا دیتی ہی - وما لا یوذی لا یحل قتلہا ولکن لا یجب الجزاء لعلۃ الاولی - اور جو چیونٹی کہ ایذا نہین دیتی تو اسکا قتل کرنا حلال نہین ولیکن جزا واجب نہوگی (اگر مار ڈالے) بوجہ اول علت کے - ف - یعنی صید و متولد بدن نہین اقول سیاہ چیونٹا کان تجربہ سے بغیر چھیڑے نہین کاٹتا لیکن چیزون خصوصاً شیرینی کھانے مین موذی ہی - یحل مارنے مین جزا نہین مثل مچھر کے - م - ومن قتل قملۃ تصدق بما شاء مثل کف من الطعام - اور جس نے جون یا چیلا مارڈالا تو صدقہ کرے جو کچھ چاہے جیسے ایک قبضہ بھر طعام - لانہا متولدۃ من التفث الذی علی البدن کیونکہ وہ اس میل کچیل سے پیدا ہوتا ہی جو بدن پر ہی - وفی الجامع الصغیر اطعم شیئاً - اور جامع صغیر مین ہی

کچھ طعام دیدے - وہذا یدل علی انہ یجوز ان یطعم المسکین شیئا یسیرا علی سبیل الاباحۃ - اور یہ قول اسکی دلالت کرتا ہے کہ کسی مسکین کو کچھ خفیف کھانے بطور اباحت کے - ف نہ بطور صدقہ تملیک کے - وان لم یکن مشبعا - اگرچہ وہ پیٹ بھرنہ ہو - ف حتی کہ روٹی کا ٹکڑا جائز ہے - اور اگر دوسرے سے کہا کہ یہ فعل دور کردے یا اشارہ کیا تو متقی دعیون بن اشارہ کرسوائے پر کفارہ ہے - سروجی نے کہا کہ یہ بعید ہے اسواسطے کہ فعل کچھ صید نہیں کہ اشارہ سے اتلاف من ہو پس مارنے والے پر البتہ صدقہ ہے جو مذکور ہوا - ومن قتل جرادۃ تصدق بما شاء - اور جس محرم نے ٹیڈی مار ڈالی وہ جو چاہے صدقہ دیدے - لان الجراد من البر - کیونکہ ٹیڈی خشکی کے صیدمین سے ہے - فان اصاب لما لا یکن اخذہ الا بحیلۃ ویقصدہ الاخذ - کیونکہ صید وہ جانور جسکا پکڑنا بغیر حیلہ کے ممکن ہو اور پکڑنے والا اسکو قصد کرے - ف ٹیڈی کی یہی صفت ہے تو وہ صید ہے اور یہی قول مالک وشافعی کا ہے - وارد ہوتا ہے کہ حدیث ابوہریرہ من جملہ ہم لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرہ کو نکلے تو ایک جھنڈ ٹیڈیون کا سامنے آیا تو ہم نے انکو تلوارون ولاٹھیون سے مارنا شروع کیا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو کھاؤ کہ یہ صید البحر سے ہے رواہ الترمذی وابوداؤد - جواب یہ کہ - اسناد بن ابو المہزم راوی ضعیف ہے ابوداؤد نے کہا کہ حدیث وہم ہے اور صحیح یہ کہ کعب الاحبار تابعی کا قول ہے اور بر تقدیر تسلیم یہ کہ لوگ احرام مین نہ تھے انکو اجازت دی کہ مچھلی کی طرح یہ بھی بغیر ذبح کیے ہوئے حلال ہے کیونکہ یہ صید البحر ہے - وتمرۃ خیر من جرادۃ - اور ایک چھوہارا ایک ٹیڈی سے بہتر ہے - لقول عمر رضی تمرۃ خیر من جرادۃ بدلیل قول عمر رضی اللہ عنہ کہ ایک چھوہارا ایک ٹیڈی سے بہتر ہے - ف رواہ مالک وابن ابی شیبہ وعبدالرزاق مرسلا ومسندا - منع - ولا شیء علیہ فی ذبح السلحفاۃ - اور محرم پر سلحفاۃ یعنی کچھوا ذبح کرنے مین کچھ لازم نہین ہے سلانہ من الہوام والحشرات - کیونکہ وہ کیڑون مکوڑون مین سے ہے - فاشبہ الخنافس والوزغات - پس وہ بچھو کے کیڑون اور گرگٹون سے مشابہ ہوگیا - ویکرہ اخذہ من غیر حیلۃ - اور اسکا پکڑنا بغیر حیلہ کے مکروہ ہے - وکذا لا یقصد بالاخذ فلم یکن صیدا - اور یون ہی پکڑنا مقصود نہین ہوتا تو وہ صید نہ ہوا - ف اور یہی قول شافعی واحمد ہے - ع - ومن حلب صید الحرم فعلیہ قیمتہ - اور جس نے حرم کے شکار کو دودھ لیا تو اسپر دودھ کی قیمت واجب ہے - لان اللبن من اجزاء الصید فاشبہ کلہ - کیونکہ دودھ تو صید کی اجزا سے ہے پس کل کے مشابہ ہوگیا - ف اور کل یعنی صید مین جزا تو جزو یعنی دودھ مین بھی اسکی قیمت ہے اور یہی قول شافعی واحمد اور روایت از مالک ہے ع - ومن قتل ما لا یوکل لحمہ من الصید کالسباع ونحوہا فعلیہ الجزاء الا ما استثناہ الشرع - اور جس نے ایسے صید کو قتل کیا جسکا گوشت نہین کھایا جاتا جیسے درندے اور انکے مانند (باز وشکرہ وغیرہ) تو اسپر جزا واجب ہے سوائے انکے جنکو شرع نے مستثنے کردیا ہے - وہو ما عددناہ - اور مستثنی وہ ہین جنکو ہم شمار کرچکے - ف بھیڑیا وکلب عقور - اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور ایک روایت مین درندے کلب عقور مین شامل یا لاحق ہین یہی قول شافعی ہے - وقال الشافعی لا یجب الجزاء لانہا جبلت علی الایذاء فدخلت فی الفواسق المستثناۃ - اور شافعی نے کہا کہ جزا نہین واجب ہے کیونکہ یہ جانور اپنی ذات مین ایذا پر مجبول ہین تو انھین فواسق مین جو مستثنی ہین داخل ہوگئے - ف اور کلب عقور سے یہی معروف کتا مراد نہین ہوسکتا کیونکہ یہ وحشی نہین بلکہ اہلی ہوتا ہے تو کلب عقور سے وہ مراد جو اپنے حرکت سے عمداً ایذا پہونچاوے لہذا شیر وچیتا وغیرہ اسمین شامل ہین - العنایہ - وکذا اسم الکلب تتناول السباع باسرہا لغۃ - اور یون ہی کلب کا اسم از راہ لغت کے تمام درندون کو شامل ہے - ف چنانچہ اسپر حدیث دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب پر بد دعا فرمائی کہ اللھم سلط علیہ کلبا من کلابک - یعنی الٰہی اسپر اپنے کتون مین سے

Marfat.com

ایک کنا مسلما کردے پس حنفیہ کہتے ہین کہ ایک شیر نے پھاڑ ڈالا - ف - اس سے معلوم ہوا کہ شیر بھی کلاب مین سے ہے - یعنی ہم نے اسی کے موافق روایت نوادر کی تصحیح کی اور شیخ محقق نے ہدایہ سے شیر و چیتا و سیاہ گوش قتل کرنیکی اجازت نقل کی ہے مین اختلاف کا ذکر نہین کیا - ولنا - اور ہماری دلیل یعنی موافق ظاہر الروایۃ کے - ان السبع صید فتوحشه لو کونه مقصودا بالاخذ اما لجلده او لیصطاد به او لدفع اذاه - یہ ذکر کیا ہے صید ہین بوجہ وحشی ہونے اور گرفتاری مین مقصود ہونے کے خواہ کھال کے لیے (جیسے شیر وغیرہ) یا اسلیے کہ اسکے ذریعہ سے شکار کھیلا جاوے (جیسے چیتا وغیرہ) یا اسکی ایذاء دور کرنے کی غرض سے - ف - جیسے جنگلی سور ہے - اور صید اسی کو کہتے ہین جو وحشی اور قصد کرکے گرفتار کیا جاوے - والقیاس علی الفواسق ممتنع لما فیه من ابطال العدد - اور فواسق پر قیاس کرنا ممنوع ہے کیونکہ اسمین شمار کا باطل کرنا لازم آتا ہے - ف - یعنی حدیث مین پانچ جانور کا عدد فرمایا - حالانکہ قیاس کرنے مین پانچ سے بڑھے جاتے ہین لیکن وارد ہوتا ہے کہ عدد جب مقصود حکم ہو تو زیادتی کو نفع نہین ہوتا اور یہان وجہ قتل جائز ہونے کی پانچ کی تعداد نہین بلکہ فسق ہے بلاخلاف - تو زیادتی مانع نہین - علاوہ اسکے دوسری حدیث صحیح مین ونیز یعنی گرگٹ کا مارنا بوجہ فسق کے حل و حرم مین جائز آیا اور یہ چھوٹ گئے پس ہم مانتے ہین کہ وہ صید ہین لیکن انکا مارڈالنا جائز ہے - واسم الکلب لایقع علی السبع عرفا والعرف املک - اور کلب کا لفظ عرف مین درندہ پر نہین واقع ہوتا اور عرف ہی زیادہ قوی ضابطہ ہے - ف - پس حدیث مین جو آیا وہ بطریق مجاز ہے تو جب تک حقیقت ممکن ہے مجاز یہان نہین لیا جائیگا - لیکن اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہان حقیقت ممکن نہین کیونکہ کلب عقور تو وحشی نہین ہے پس لامحالہ وحشی درندہ مراد ہے اور وہ مجاز لغوی مین سر درندہ موذی کو شامل ہے فتامل فلعل الحق لایعدوہ واللہ تعالی اعلم - اور بنا بر ظاہر الروایۃ مذکورہ کے درندہ قتل کرنے مین جب کہ اسنے حملہ نہ کیا ہو جزا واجب ہے - ولا یجاوز بقیمة شاة اور ایک بکری کی قیمت سے تجاوز نہ کیا جاویگا - وقال زفر یجب بالغة ما بلغت اعتبارا بماکول اللحم - اور زفر رح نے کہا کہ پوری قیمت واجب ہوگی جہانتک پہونچے بقیاس ماکول اللحم کے - ف - یعنی ایسے جانور کے قیاس پر جسکا گوشت کھایا جاتا ہے - ولنا قوله علیه السلام الضبع صیده وفیه الشاة - اور ہماری دلیل قول آنحضرت صلعم ہے کہ ضبع یعنی کفتار صید ہے اور اسمین بکری واجب ہے - ف - معروف حدیث جابر رض اسطرح ہے کہ مین نے پوچھا کہ ضبع کیا صید ہے فرمایا کہ ہان اور اسمین بکرا قرار دیا جائیگا جب کہ اسکو محرم شکار کرے - رواہ ابو داؤد - لیکن یہ حدیث محمول ہے کہ ضبع کی اسوقت مالیت اسی قدر اندازہ کی گئی ہے ورنہ قولہ تعالی فجزاء مثل ما قتل من النعم - سے معارضہ ہوگا - کیونکہ آیت مین ہر صید کے واسطے اسکا مثل یعنی برابر قیمت واجب کی گئی پس حدیث بھی اسی بنا پر ہے کہ کفتار کی قیمت ایک بکرا تھی - فعلی ہذا - اس سے یہ لازم نہین آتا کہ ہر زمانہ و ملک مین اور ہر درندہ و صید غیر ماکول اللحم مین صرف بکری ہی واجب ہو اس سے زائد نہ ہو - الفتح - ولان اعتبار قیمته لمکان الانتفاع بجلده لانه محارب موذ - اور اس دلیل سے کہ ایسے شکار غیر ماکول اللحم کی قیمت کا اعتبار اسکے کھال سے نفع حاصل کرنے کے دخل سے ہے نہ اسوجہ سے کہ وہ ٹرانکا سوزی ہے - ومن ہذا الوجه لایزاد علی قیمة الشاة ظاہرا - اور اس دلیل سے نکلا کہ بظاہر حال بکری کی قیمت سے نہین بڑھیگا - ف - یعنی جب کہ مقصود صرف کھال ہے تو کھال کی قیمت ایک بکری کے گوشت و کھال سے بڑھکر نہوگی - اس دلیل مین بھی اعتراض ظاہر ہے کیونکہ خود امام مصنف نے اوپر کھا رکو نہ مقتله او ابالاخذ اما لجلده او لیصطاد به الخ - تو صرف کھال کی خصوصیت کہان رہی علاوہ بریں قولہ تعالی فجزاء مثل ما قتل الآیہ مین تو مطلقاً صید مقتول کی قیمت واجب فرمائی ہے نہ صرف کھال کی اور معارضہ

Marfat.com

آیت سے نہیں ہو سکتا۔ منحص الفتح۔ پس ظاہر کلام المحقق رح ترجیح دینا ہے کہ جمع نہیں واجب ہے ورنہ پوری قیمت واجب ہو مثل قول زفر رح کے۔ پھر یہ اختلاف اس صورت میں کہ درندہ کو بغیر حملہ کرنے کے محرم نے قتل کیا ہو۔ واذا حمل السبع علی المحرم فقتلہ لاشی علیہ۔ اور جب درندہ نے محرم پر حملہ کیا پس محرم نے اسکو قتل کر دیا تو اسپر کچھ واجب نہیں ہے۔ وقال زفر یجب اعتبارا بالجمل الصائل۔ اور زفر رح نے کہا کہ واجب ہے بقیاس اونٹ حملہ آور کے ف یعنی اگر کسی کے اونٹ نے محرم پر حملہ کیا پس اسنے قتل کر دیا تو اسپر اونٹ کی قیمت واجب ہے۔ یوں ہی درندہ کی قیمت واجب ہے۔ ولنا ماروی عن عمر رضہ انہ قتل سبعا واہدی کبشا وقال انا استدناہ۔ اور ہماری دلیل وہ اثر ہے جو حضرت عمر رضہ سے روایت کیا گیا کہ حضرت عمر رضہ نے ایک درندہ قتل کیا اور ایک مینڈھا ہدی بھیجا اور فرمایا کہ ہم نے درندہ پر پہل کی تھی۔ ف یعنی اگر ہم پہل کر کے اسکو قتل نہ کرتے بلکہ وہی حملہ کرتا تو ہم پر ہدی کا بکرا واجب نہ ہوتا۔ لیکن یہ استدلال اس مفہوم سے ہے حالانکہ اصول الحنفیہ میں حجت نہیں پس اولی استدلال بحدیث السبع العادی یعنی مثل خواسق کے جائز ہے ایسے درندہ کو قتل کرنا جو حملہ کرنے والا ہو۔ مت۔ یعنی حملہ کرے نہ آکر اسکی یہ عبارت ہو ورنہ موافق روایت بدائع وغیرہ کے بغیر جزا قتل جائز ہے۔ م۔ ولان المحرم ممنوع عن التعرض لامن دفع الاذی۔ اور اس دلیل سے کہ محرم کو صید کا تعرض کرنا ممنوع ہے نہ اپنی ذات سے اذیت دور کرنا۔ ولہذا کان ماذونا فی دفع المتوہم منہ الاذی۔ اور اسی وجہ سے محرم کو اجازت ہے ایسے جانور کو دفع کرنے کی جس سے اذیت کا توہم ہو۔ ف اور وہ خواسق جانور ہیں۔ فلان یکون ماذونا فی دفع المتحقق اولی۔ پس بدرجہ اولی اسکو اجازت ایسے دفع کی ہے جس سے اذیت متحقق ہو۔ ف یعنی جب کہ درندہ نے حملہ کیا تو اذیت متحقق ہے پس جب کہ اذیت متوہم ہونے سے خواسق کے قتل کی اجازت ہے تو بدرجہ اولی اس اذیت متحقق میں درندہ حملہ آور مار ڈالنے کی اجازت ہوگی۔ ومع وجود الاذن من الشارع لایجب الجزاء حقالہ۔ اور باوجود شارع کی طرف سے اجازت ہونے کے جزاء واسطے حق شارع کے واجب نہ ہوگی۔ ف ان اکرق العباد بھی متعلق ہو تو اسکا حق واجب ہوگا لہذا کہا۔ بخلاف الجمل الصائل انہ لا اذن لہ من صاحب الحق وہو العبد۔ برخلاف اونٹ حملہ کرنے والے کے کیونکہ قاتل کو حقدار کی طرف سے اجازت نہیں اور حقدار بندہ ہے۔ ف یعنی مالک نے اسکے قتل کی اجازت نہیں دی تھی لہذا مالک کا حق اور وہ قیمت جمل ہی واجب ہوگی اور مالک حقیقی شارع عزوجل نے قتل کی اجازت دی تو جزاء احرام واجب نہیں۔ پس اسپر درندہ حملہ آور کا قیاس درست نہیں کیونکہ درندہ میں سوائے حق شارع کے کوئی حق متعلق نہیں ہے م۔ وان اضطر المحرم الی قتل صید فقتلہ فعلیہ الجزاء۔ اور اگر محرم کسی صید کو قتل کرنے پر مضطر ہوا پس اسنے قتل کیا تو اسپر جزاء واجب ہے۔ ف مضطر ہونے کے یہ معنی کہ بھوک سے مضطرب ہو کر صید کا گوشت کھانے پر مجبور ہوا۔ تو شرع نے قتل کی اجازت دی مگر جزاء لازم ہے۔ لان الاذن مقید بالکفارۃ بالنص علی ماتلوناہ من قبل۔ کیونکہ اجازت بدلیل نص مقید بکفارہ ہے چنانچہ ہم نے سابق میں تلاوت کر دی۔ ف یعنی تو رتعالی فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ الآیۃ۔ میں ضرورت کے وقت سر منڈانے کی اجازت دی مگر فدیہ کفارہ کے ساتھ تو مضطر کو بھی ضرورت کے وقت صید ذبح کر کے کھانا جائز مگر بشرط کفارہ۔ ولا باس للمحرم ان یذبح الشاۃ والبقرۃ والبعیر والدجاجۃ والبط الاہلی۔ اور مضائقہ نہیں کہ محرم ذبح کرے بکری کو اور گائے اونٹ مرغی اور پالو بطخ کو۔ لان ہذہ الاشیاء لیست بصیود لعدم التوحش۔ کیونکہ یہ چیزیں صید نہیں ہیں بوجہ وحشی نہ ہونے کے۔ ف یعنی انکی اصلی خلقت توحش نہیں ہے۔ والمراد بالبط الذی یکون فی المساکن والمیاہ لانہ الوف باصل الخلقۃ۔ اور بط سے مراد

Marfat.com

وہ بلا بر گھروں وسوفنوں مین رہا کرتی ہی کیونکہ یہ اپنی اصل خلقت مین پالو دبلی ہوئی ہی - ف کبھی وحشی جنگلی نہین ہوتی ہی - جیسے کبوتر دن مین یا کبوتر کی قسم ہی - ولو ذبح حماما مسرولا فعلیہ الجزاء - اور اگر محرم نے کبوتر پاسور ذبح کیا تو اسپر جزا لازم ہی - خلافا للمالک لہ انہ انوف متانس ولا یمتنع بجناحیہ لبطوء نہوضہ - برخلاف قول مالک کے - اسکی دلیل یہ ہی کہ پامذ کبوتر خود پلا ہوا لوگون سے انوس ہوتا ہی اور اپنے بازؤن سے ممتنع نہین ہوتا بوجہ اطمینان سست ہونے کے - ف یعنی اڑنے مین بار و سستی کرتے ہین تو آدمی اسکو جب چاہے گرفتار کرلے وہ صید کی طرح ممتنع نہین ہی - ونحن نقول الحمام متوحش باصل الخلقۃ ممتنع بطیرانہ وان کان بطی النہوض - اور ہم کہتے ہین کہ یہ کبوتر یعنی پامذ اپنی اصل خلقت مین وحشی واقع ہوا ہی کہ اپنے اطمینان سے ممتنع ہی اگرچہ اطمینان مین سست ہو - والاستیناس عارض فلم یعتبر - اور پلا ہونا تو عارض ہو گیا پس معتبر نہوا - ف اور یہی قول شافعی واحمد ہی - الحاصل صید ہونے مین اصلی خلقت کا وحشی ہونا اعتبار ہی اور پیچھے پل جانا معتبر نہین ہی - وکذا اذا فتل ظبیا مستانسا - اور یون ہی جب پلی ہوئی ہرن کو ذبح کیا تو جزا واجب ہی - لانہ صید فی الاصل فلا یبطلہ الاستیناس - کیونکہ وہ اصل مین صید ہی تو پل جانا اسکو باطل نہین کریگا - ف جیسے برعکس یعنی اصل مین مانوس پالو ہو تو وحشت عارض ہونے سے صید نہین ہوتا - کالبعیر اذا ند لا یاخذ حکم الصید فی الحرمۃ علی المحرم - جیسے اونٹ جبکہ بھڑک کر وحشت کھا گیا تو صید کا حکم نہین لیتا کہ محرم پر اسکا ذبح کرنا حرام ہو جاوے - واذا ذبح المحرم صیدا فذبیحتہ میتۃ لا یحل اکلہا - اور جب محرم نے کسی شکار کو ذبح کیا تو اسکا ذبیحہ مردار ہی اسکا کھانا حلال نہین ہی - ف اگرچہ مفسٹر نے ذبح کی ہو - کیونکہ وہ صرف مفسٹر کو حلال ہی - وقال الشافعی - اور شافعی رح نے کہا - ف ایک قول مین - یحل ماذبحہ المحرم لغیرہ لانہ عامل لہ فانتقل فعلہ الیہ - کہ جو محرم نے ذبح کیا وہ غیر محرم کو حلال ہی کیونکہ محرم نے تو غیر کے لیے کام کیا پس اسکا فعل غیر کیطرف منتقل ہوا - ف اور غیر محرم ذبح کرتا تو اسکو حلال ہوتا - ولنا ان الذکاۃ فعل مشروع اور ہماری دلیل یہ کہ ذبح کرنا مشروع فعل ہی - ف جس سے کھانا حلال ہوتا ہی - وہذا فعل حرام فلا یکون ذکاۃ - اور یہ فعل محرم کا حرام ہی تو یہ ذبح کرنا نہ ہوگا - کذبیحۃ المجوسی جیسے آتش پرست کا ذبیحہ - ف کہ ذبیحہ نہین بلکہ مردار ہی - ولانہ لا ان المشروع ہو الذی قام مقام المنیر بین الدم واللحم - اور یہ یعنی محرم کا ذبیحہ حرام مردار ہونا اسوجہ سے ہی کہ ذبح مشروع وہی خون و گوشت کے درمیان تمیز و جدائی کرنے مین قائم مقام ہی - ف کیونکہ گوشت پاک اور خون مسفوح نجس ہی تو شرع نے ذبح شرعی کو دونون مین جدا کرنے کے قائم مقام کیا تیسیرا - واسطے آسانی دینے کے ف پس اگر مشروع ذبیحہ کیا تو گوشت حلال ہی اگر خون جاری ہو کر بہا نہو اور اگر مشروع ذبیحہ نہوا مثلاً مجوسی نے کیا تو مردار ہی اگرچہ خون بہ جاوے - ن - تو حلال ہونا مشروع ذبیحہ پر ہی - فینعدم بانعدامہ - پس حلال ہونا معدوم ہوگا بوجہ ذبیحہ مشروع معدوم ہونے کے - ف پس جب ذبیحہ محرم مشروع ذبیحہ نہین تو مردار ہوا - وان اکل المحرم من الذابح من ذلک شیئا - اور اگر ذبح کرنے والے محرم نے اپنی ذبیحہ مین سے کچھ کھایا - ف باوجودیکہ اس مردار کا کھانا حرام ہی - فعلیہ قیمۃ ما اکل - تو اسپر جو کھایا اسکی قیمت واجب ہی - ف یعنی مع استغفار کے - خلافا لابی حنیفۃ رح کے نزدیک ہی - وقالا لیس علیہ جزاء ما اکل - اور صاحبین نے کہا کہ جو اسنے کھایا اسکی جزا اسپر نہین ہی ف صرف استغفار لازم ہی - وان اکل منہ محرم آخر فلا شئی علیہ فی قولہم جمیعا - اور اگر اس ذبیحہ مین سے کسی محرم نے کچھ کھایا تو ان سب کے قول مین بالاتفاق اسپر کچھ واجب نہین ہی - لما ان ہذہ بنتۃ فلا یلزمہ بما کلہا الا الاستغفار صاحبین کی دلیل یہ کہ یہ ذبیحہ مردار ہی تو محرم ذبح کرنے والے پر اسکے کھانے سے سوائے استغفار کرنے کے کچھ واجب

Marfat.com

نہوگا - وصار کما اذا اکل منہ محرم غیرہ - اور ایسا ہوگیا کہ جیسے اسمین سے کسی دوسرے محرم نے کھایا - ولابی حنیفۃ رح ان حرمتہ باعتبار کونہ میتۃ کما ذکرنا وباعتبار کونہ محظور احرامہ - اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ کہ ذبیحہ محرم کا حرام ہونا (دو اعتبار سے) باعتبار اسکے مردار ہونے کے جیسا ہم نے بیان کردیا اور باعتبار اسکے ممنوع احرام ہونے کے - ف یعنی وذبح الصید اسکے احرام مین ممنوع حرام ہے - لان احرامہ ہو الذی اخرج الصید عن المحلیۃ والذابح عن الاہلیۃ فی حق الذکاۃ - کیونکہ اسکے احرام ہی نے ذبیحہ پاک ہونے کے حق مین صید کو محل ذبح ہونے اور خود محرم کو ذبح کرنے کے لائق ہونے سے نکال دیا - ف یعنی احرام ہی سے محرم اس قابل نہ رہا کہ اسکا ذبیحہ جب کہ صید ہو تو پاک ہو - فصارت حرمتہ التناول بہذہ الوسائط مضافۃ الی احرامہ - پس تناول حرام ہوا ان واسطون سے اسکے احرام کی طرف منسوب ہوگیا - ف کیونکہ احرام سے ذبیحہ نہ ہونا اور ذبیحہ نہ ہونے سے مردار ہونا اور مردار کا کھانا حرام ہونا - پس یہ سب بوجہ احرام کے ہی تو جزا واجب ہے - بخلاف محرم آخر لان تناولہ لیس من محظورات احرامہ - برخلاف دوسرے محرم کے کیونکہ دوسرے محرم کا کھانا اسکے احرام کی ممنوعات سے نہین ہے - ف کیونکہ حرمت اسکی احرام کی طرف مضاف نہین تو اسپر کچھ جزا نہوگی اور اسپر پہلے محرم ذبح کنندہ کا قیاس متمسک نہ ہوگا - ولا باس بان یاکل المحرم لحم صید اصطادہ حلال وذبحہ - اور مضائقہ نہین کہ محرم ایسے صید کا گوشت کھاوے جسکو حلال یعنی بے احرام والے نے شکار کیا اور ذبح کیا ہو - اذا لم یدل المحرم علیہ ولا امرہ بصیدہ - بشرطیکہ محرم نے اسپر دلالت نہ کی اور نہ اسکے شکار کرنے کا حکم کیا ہو - ف اور اگر حلال نے خود شکار کرنے مین محرم کے واسطے نیت کی ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہے - خلافا لمالک فیما اذا اصطادہ لاجل المحرم - مالک رح نے خلاف کیا ایسی صورت مین جب کہ حلال نے صید کو محرم کی جہت سے شکار کیا - ف یعنی نیت کی کہ محرم کو کھلاؤنگا - لہ قولہ علیہ السلام لا باس باکل المحرم لحم صید مالم یصدہ او یصد لہ - مالک رح کی دلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ مضائقہ نہین محرم کو صید کا گوشت کھانے مین بشرطیکہ خود اسکو شکار نہ کیا ہو یا اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو - ف حدیث جابر رض مین صید البر لکم وانتم حرم مالم تصیدوہ او یصاد لکم - اسکے معنی وہی ہین جو مصنف نے ذکر کیے - رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی لیکن حدیث منقطع ہے اور ہمارے نزدیک ثقہ راوی سے حجت ہے - اور یہی قول شافعی واحمد کا ہے - اور ہمارے نزدیک تاویل یہ کہ محرم کے واسطے شکار کیا گیا یعنی شکار زندہ اسکو ہدیہ دیا ہو یا اسکے حکم سے شکار کیا گیا - ولنا ان الصحابۃ تذاکروا لحم الصید فی حق المحرم - اور ہماری دلیل یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے محرم کے حق مین صید کا گوشت کھانے مین مذاکرہ کیا - ف درحالیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے - فقال علیہ السلام لا باس بہ - پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہے - ف بلکہ روایت یہ کہ فامرنا بالکلہ یعنی ہمکو اسکے کھانے کا حکم کیا - رواہ محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ عن محمد بن المنکدر عن عثمان بن محمد عن طلحۃ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ قال تذاکرنا لحم الصید الخ - اور ابو عبد اللہ الحسین نے مسند ابی حنیفہ مین عن ابی حنیفہ عن ہشام بن عمرہ عن ابیہ عن جدہ الزبیر بن العوام قال کنا نحمل الصید ضعیفا وکنا نشرحہ ونا کلہ ونحن محرمون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - یہ اسناد صحیح ہے اور مالک رح نے مؤطا مین اسی کا اختصار روایت کیا - حاصل یہ کہ ہم لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام مین ہونے اور گوشت ہرن کا دراہ لیجاتے وکھاتے تھے - پس جب معارضہ قائم ہوا تو ہم نے توفیق دی اور کہا - واللام فیما روی لام تملیک - اور جو روایت مالک رح نے کی اسمین لام تملیک ہے - ف یعنی او یصاد لہ - مین لام تملیک ہے یعنی محرم کے ملک مین صید دے تو حرام ہے - فیحمل علی ان یہدی الیہ الصید دون اللحم

تو حدیث محمول ہوگی اس بات پر کہ محرم کو صید ہدیہ دے نہ گوشت - ف پس صید ذبح کرنا اور کھانا حرام ہوگا - او معناہ ان یعاد بامرہ - یا معنی یعاد لہ کے یہ کہ شکار لایا جاوے اسکے حکم سے - ف اور حدیث ابو قتادہ رض واقع حسین جو اوپر گذری اسمین صرف یہی پوچھا کہ تم مین سے کسی نے اسکو حکم دیا تھا یا دلالت کی تھی انھون نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ پھر اسکو کھاؤ - یہ نہین پوچھا کہ اسکی نیت مین نہ تھا کہ تمھارے واسطے شکار کرے - پھر بخاری رح نے یہی قول جو ہمارا مذہب ہے حضرت عمر و ابو ہریرہ و طلحہ بن عبید اللہ و عائشہ رض سے روایت کیا - تحقیق مسئلہ طویل ہے فتح القدیر مین دیکھنا چاہیے ۱۲ - ثم شرط عدم الدلالۃ - پھر دلالت نہ کرنا شرط فرمایا - ف یعنی محرم کو لحم الصید کھانا اس شرط سے حلال ہے کہ اسنے شکاری کو دلالت نہ کی ہو جیسے حکم بھی نہ کیا ہو - وہذا تنصیص علی ان الدلالۃ محرمۃ - اور یہ تنصیص ہے اس بات پر کہ دلالت کرنا حرام کرنے والا ہے - ف یعنی دلالت کرنے سے گوشت کھانا حرام ہو جاتا ہے جیسے دلالت کرنا حرام ہے - قالوا فیہ روایتان - مشائخ نے کہا کہ اسمین دو روایتین آئی ہین - ف ایک مین ہے کہ دلالت کرنے سے محرم کو لحم الصید کھانا حرام ہے اور دوسرے مین دلالت حرام لیکن گوشت کھانا نہین - اور امام قدوری نے روایت اول پر تنصیص کی - ووجہ المحرمۃ حدیث ابی قتادۃ رض وقد ذکرناہ - اور وجہ حرام ہونے کی حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ہے اور ہم اسکو ذکر کر چکے - ف اور مترجم نے بھی اسکا حاصل ذکر کیا جس سے ظاہر ہے کہ کھانے کی اجازت بعد اسکے دی کہ کسی نے دلالت نہین کی اور کسی نے شکار کر لانے کا حکم نہین کیا - ہان اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اسکے سوائے ابو قتادہ رض سے نہین پوچھا کہ تم نے ان محرمون کے واسطے تو شکار نہین کیا - پس اگر یہ بھی شرط ہوتا جیسا کہ ائمہ ثلثہ کہتے ہین تو بدون اسکے کھانے کی اجازت نہ دیتے - اور حدیث جابر رض مین ہم نصید وہ او یصاد لکم - کے یہی معنی کہ تمھارے واسطے حلال نے یہ کام تمھارے حکم سے نہ کیا ہو - اور یہ استعمال شائع - فاللہ تعالی اعلم ۱۲ - وفی صید الحرم اذا ذبحہ الحلال تجب قیمتہ یتصدق بہا علی الفقراء - اور حرم کی صید مین جب اسکو حلال یعنی بے احرام والا شخص ذبح کر ڈالے تو اسکی قیمت واجب ہوگی جسکو فقیرون پر تقسیم کرے - ف یہ حرم کی صید کے واسطے خاص تکریم ہے - لان الصید استحق الامن بسبب الحرم - کیونکہ حرم کی وجہ سے صید مستحق امن ہے - ف جیسے حرم سے باہر جو شخص احرام باندھے تو اسکی ذات سے صید کو امن ہے نہ بوجہ جگہ کے حتی کہ حلال کو شکار کرنا حلال ہے اور حرم مین بوجہ مکان معظم کے ہر شخص و جانور مستحق امن ہے - لقولہ علیہ السلام فی حدیث فیہ طول ولا ینفر صیدہا - بدلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے جو ایک حدیث مین جسمین طول ہے واقع ہوا کہ ولا ینفر صیدہا - ف یعنی اور مکہ کی صید کو نفرت دلائی جاویگی مراد مکہ سے باتفاق حرم ہے اور اس کلام سے آئندہ کی خبر دینا مقصود نہین بلکہ باتفاق نہی مراد ہے یعنی کوئی شخص ایسا مت کرے اور ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ فتح مکہ مین آپ نے حمد و ثنا الہی عزوجل کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالے نے مکہ سے اصحاب الفیل کو روکا اور رسول اللہ و مومنون کو مسلط فرمایا اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا تھا پھر اسکی حرمت تا قیامت باقی ہے اسکا درخت نہ کاٹا جاوے اور اسکی صید کو نفیر نہ کی جاوے اور اسکی ہری گھاس نہ کاٹی جاوے اور اسمین گرا مال کسی کو لینا حلال نہین مگر جو اسکو پکار کر مالک کو پہونچانے کے لیے اٹھاوے عباس بن المطلب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سوائے اذخر کے کہ وہ ہماری قبرون و گھرون کے واسطے ضروری ہے پس آپ نے فرمایا کہ سوائے اذخر کے - رواہ الائمۃ الستۃ فی صحاحہم وغیرہم - واضح ہو کہ نباتات سے مراد جو آپ جمی ہو نہ وہ کہ کسی نے لگائی ہو - پھر حدیث سے مقصود یہ کہ آپ نے مومنون کا لشکر لیکر مکہ پر حملہ کیا تو خلق کو تنبیہ فرمائی کہ یہ اللہ کے حکم سے تھا خود سمجھ کہ ابھی اڑتالیس سال ہوئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے سال مین تم لوگون کی

انکھون کے سامنے جو ظالم ہاتھیون کا لشکر لیکر کعبہ کو فتح کرنے کو گرانے آیا تھا درحالیکہ تم اپنی جانون سے مایوس تھے اللہ تعالیٰ نے اسکو تسلط نہ دیا بلکہ پہان کے طیرابابیل کو حکم دیا جنھون نے ان ہاتھیون و لشکرون پر ایک ایک کنکری ڈالی جس سے وہ لوگ بالکل بھس چکنا چور ہوگئے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے اپنے رسول علیہ السلام کو مسلط کر دیا - پھر خوب یاد رکھو کہ وہ صرف ایک ساعت کے لیے مجھے حلال کیا گیا تھا اب وہ بدستور قیامت تک حرام محترم ہوگیا - آیندہ کوئی شخص اگر لشکر لاوے اور میرے حال سے دلیل پکڑے تو اسکو کہو کہ رسول اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اور تم کو اجازت نہین دی - بالجملہ جب حدیث مین صید کو نفرت دلانے سے ممانعت قطعی تو قتل اس سے بڑھکر حرام ہے پس صید کی قیمت فقراء پر تقسیم کرے اور یہی چارون ائمہ اور عامۂ علماء کا قول ہے - ولا یجزیہ الصوم - اور اس قاتل غیر محرم کو قیمت کے بدلے روزے رکھ لینا جائز نہین - ف اگرچہ محرم کو کفارہ صید مین صوم جائز ہین - لانہا غرامۃ - کیونکہ یہ قیمت جو صید حرم قتل کرنے سے حلال پر لازم آئی ہے تاوان ہے - ف یعنی کل وجہ سے وہ تاوان ہے - ولیست بکفارۃ - اور کفارہ نہین ہے - ف جیسے محرم پر ایک وجہ سے تاوان ایک وجہ سے احرام مین فعل ممنوع کا کفارہ ہے تو اسکو روزے بھی جائز ہین اور حلال کے حق مین کفارہ نہین - فاشبہ ضمان الاموال - تو یہ مالون کی ضمانت کے مشابہ ہوگیا - ف یعنی اگر غیر کے مالون کو ناجائز تلف کرے تو صرف تاوان دینا متعین ہوتا ہے پس یہی یہان ہے - الحاصل محرم کی صید کو قتل کرنے مین اور حلال کی صید حرم مار ڈالنے مین فرق ہے کہ اول کو جزا مین ہدی و اطعام و صوم ہر ایک جائز ہے اور دوم کو صوم نہین جائز ہے - وہذا لانہ یجب تبعیۃ وصف فی المحل وہو الامن - اور یہ اسوجہ سے کہ ضمان واجب ہوتی ہے بسبب معدوم کرنے وصف کے محل یعنی صید مین اور وہ وصف امن ہے - ف پس صید سے امن زائل کیا تو ضمان لازم آئی - والواجب علی المحرم بطریق الکفارۃ جزاء علی فعلہ - اور جو کچھ محرم پر بطریق کفارہ واجب ہوا وہ اسکے فعل کی جزا ہے - ف وہ وصف محل کے - لان الحرمۃ باعتبار معنی فیہ وہو احرامہ - کیونکہ حرام ہونا بلحاظ ایسے معنی کے ہے جو محرم مین موجود ہے اور وہ اسکا احرام ہے - ف کیونکہ بغیر احرام کے وہ شکار کر سکتا ہے اسی وجہ سے اگر دو محرمون نے ایک صید کو مارا تو ہر ایک پر اسکے فعل کی وجہ سے پوری جزا لازم ہے بخلاف اسکے اگر دو حلال نے حرم کا ایک صید مارا تو صید کی ایک ہی قیمت دونون پر لازم ہے کیونکہ موضع محل ہے اور محرم ہر ایک پر جزا فعل ہے - والصوم یصلح جزاء الافعال لاضمان المحال - اور فعل صوم اس لائق ہے کہ افعال کی جزا ہو جاوے نہ محال کی ضمان سے - ف کیونکہ محل کی جزا ازقسم احسان ہوگی نہ افعال وقال زفر - اور کہا زفر - ف اور مالک و شافعی و احمد نے کہ - یجزیہ الصوم اعتبارا بما وجب علی المحرم - حلال کو بھی روزہ رکھنا یعنی جزا مین روزہ رکھ دینا جائز ہے بر قیاس اسکے جو محرم پر واجب ہوا - ف یعنی جیسے محرم پر جزا مین روزہ جائز ہے یون ہی حلال کو کہ دونون نے ممنوع قتل کیا - لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے والفرق قد ذکرناہ - اور فرق ہم بیان کر چکے - ف کہ محرم پر جزا فعل ہے اور حلال پر تاوان محل - پس باوجود اس فرق کے ایک کا دوسرے پر قیاس ممکن نہین ہے - وہل یجزیہ الہدی - اور بھلا حلال کو ہدی کرنا روا ہے - فقیہ روایتان - تو اسمین دو روایتین ہین - ف ایک مین روا نہین یعنی قربانی کر دینا کافی نہ ہوگا بلکہ ضرور ہے کہ بعد ذبح کے اسکی قیمت صید کے برابر ہو اور وہ مساکین کو تقسیم ہو جاوے حتی کہ اگر مذبوح تلف ہو تو بجائے اسکے قیمت صید پھر صدقہ کرنا واجب ہے اور دوسری روایت مین خالی قربانی کر دینا روا ہوگیا اگرچہ بعد ذبح کے اسکی قیمت صید کے برابر نہ ہو اور اگرچہ وہ تقسیم ہونے سے پہلے ضائع ہو جاوے کیونکہ خون بہانے سے کفارہ ہوگیا - ف - ومن

سلکہ جو آدمی ہو بلکہ درحقیقت جانور ہو وہ اسکی مؤانست کرتا ہے

دخل الحرم بصید - اور جو شخص حرم مین مع صید کے داخل ہوا - ف اگرچہ محرم نہ ہو - فعلیہ ان یرسلہ فیہ - تو اسپر
واجب ہی کہ حرم مین اسکو چھوڑ دے - اذا کان فی یدہ - بشرطیکہ اسکے ہاتھ مین ہو - ف یعنی درحقیقت ہاتھ مین پکڑے
ہو - خلافا للشافعی فانہ یقول حق الشرع لا یظہر فی مملوک العبد لحاجۃ العبد - برخلاف قول شافعی رح کے کہ وہ
فرماتے ہین کہ بندہ کے محتاج ہونے سے جو چیز بندہ کے ملک مین ہوتی ہی اُس چیز مین شرع کا حق نہین ظاہر ہوتا - ف بلکہ مباح
ہین ظاہر ہوتا ہی کیا نہین دیکھتے کہ حرم مین جس نے خود درخت لگایا اُسکو کاٹنا جائز ہی - اور راجح ہو کہ حرم کو احرام کے ساتھ ہی
چھوڑنا واجب ہی - ولنا انہ لما حصل فی الحرم وجب ترک التعرض لحرمۃ الحرم - اور ہماری حجت یہ ہی کہ یہ صید جب
حرم مین موجود ہوئی تو حرم کے احترام کی وجہ سے اُس سے تعرض ترک کرنا واجب ہوگیا - او صار ہو من صید الحرم فانہ یخلی
الامن لمار ویناہ - یا وہ حرم کی صید سے ہوگئی تو امن کے مستحق ہوئی بدلیل حدیث سابق - ف یعنی لا ینفر صیدہا - یعنی
دونون طریق سے اُسکو ہاتھ سے چھوڑنا واجب ہی - مترجم کہتا ہی کہ تحقیق مقام یہ ہی کہ درخت حرم وہ درخت کہ کسی کی ملک نہ ہو
ورنہ درخت فلان شخص کہلاتا ہی - بخلاف صید حرم کے کہ وہ حرم کے اندر داخل ہونے سے - لہذا حل مین جس ہرن کا شکار
کیا اگر وہ حرم مین داخل ہوگیا تو وہ صید الحرم ہی جب تک وہان سے نفار نہ ہو ورنہ تیر بلال - پس حرم مین صید کا وجوبی
صید الحرم ہی تو ہاتھ سے تعرض حرام ہی - م - فان باعہ ردالبیع فیہ ان کان قائما - پھر اگر اسنے صید کو فروخت کر دیا تو صید
کے حق مین بیع رد کر دیجائیگی بشرطیکہ صید قائم ہو - ف حتی کہ اگر کپڑا و صید دو چیزون کو لایا ہو تو فقط صید کے حق مین بیع
رد کیجائیگی بنابر آنکہ کتاب البیوع مین ہی بشرطیکہ صید قائم ہو - م - وان کان فائتا فعلیہ الجزاء - اور اگر صید قائم نہ رہا ہو تو
بائع پر جزا واجب ہی - ف خواہ صید مر گیا یا مشتری اُسکو کہین لیگیا ہو - لانہ تعرض للصید بتفویت الامن الذی
ہو مستحقہ - کیونکہ اپنے صید کا وہ امن جسکا وہ مستحق تھا ضائع کر کے صید سے تعرض کیا - ف جو موجب جزا ہوتا ہی
وکذلک بیع المحرم الصید من محرم او حلال - اور یون ہی محرم کا فروخت کرنا صید کو محرم یا حلال کے ہاتھ - ف
یہی حکم رکھتا ہی کہ صید قائم ہو تو بیع مردود ہی ورنہ بائع پر جزا لازم ہی - لما قلنا - اسی دلیل سے جو ہم بیان کر چکے - ف
یہ سب اُسوقت کہ صید کو ہاتھ سے پکڑے ہو - ومن احرم وفی بیتہ او فی قفص معہ صید فلیس علیہ ان یرسلہ -
اور جس شخص نے احرام باندھا درحالیکہ اُسکے گھر مین یا اُسکے ساتھ کسی پنجرہ مین صید ہی تو اُسپر اُسکا چھوڑنا واجب نہین ہی
ف یہی مذہب عبداللہ بن الحارث رض اور مجاہد و زہری و مالک و احمد کا ہی لیکن اپنا ہاتھ یا گاؤن سے الگ رکھنا
واجب ہی کیونکہ اگر درحقیقت ہاتھ مین ہو تو باطلاق احرام باندھنے ہی چھوڑنا واجب ہی - سعد - وقال الشافعی علیہ
ان یرسلہ - اور شافعی رح نے کہا کہ اسپر اسکا چھوڑنا واجب ہی - ف اگر پنجرہ ہاتھ مین نہین ہی - لانہ متعرض للصید
بامساکہ فی ملکہ - کیونکہ وہ صید کو اپنے ملک مین روک رکھنے کی وجہ سے صید سے تعرض کرنے والا ہوا - فصار کما اذا کان
فی یدہ - تو قبضہ مین رکھنا ایسا ہوگیا گویا اُسکے ہاتھ مین صید ہی - ولنا ان الصحابۃ کانوا یحرمون وفی بیوتہم صیود
وہو واجن - اور ہماری دلیل یہ ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم احرام باندھتے حالانکہ اُنکے گھرون مین صیود اور رواجن ہوتے تھے
ف رواجن جمع راجن وہ ہرن وغیرہ جو بکری کی طرح پل جاوے - صیود جمع صید اور مراد پرند وغیرہ جنگلی - حاصل یہکہ
اُنکے گھرون مین صید کے اقسام مین سے پرند و راجن وغیرہ ہوتے تھے - ولم ینقل عنہم ارسالہا - اور صحابہ رضی اللہ عنہم
سے ان صیود کا چھوڑنا منقول نہین ہی - ف حالانکہ اگر چھوڑتے تو اسکا نقل کی ضرورت تھی - وہذا لک جرت
العادۃ الفاشیۃ - اور اسے نہ چھوڑنے کے ساتھ فاش عادت جاری چلی آئی ہی - ف کہ برابر طبقہ تابعین و تبع
تابعین و اُنکے بعد والون مین اب تک یہی رہا کہ کوئی محرم اپنے گھر کے صیود کو چھوڑ دینا واجب نہین جانتا اور نہ چھوڑتے تھے

Marfat.com

وہی من احدے الحج - اور یہ فاش نادرت منجملہ شرعی دلائل کے ایک دلیل ہے - ف - گویا بمنزلہ اجماع کے ہے ابن ابی شیبہ نے کہا کہ حدثنا ابوبکر بن عیاش عن یزید بن ابی زیاد عن عبد اللہ بن الحارث رض قال کنا نحج الخ - یعنی عبد اللہ بن الحارث نے کہا کہ ہم لوگ حج کرتے حالانکہ اپنے اہل مین طرح طرح کے صیود چھوڑ جاتے کہ ہم انکو رہا نہین کرتے تھے - حدثنا عبد السلام بن حرب عن لیث عن مجاہد ان علیاً رضی اللہ عنہ الخ - یعنی مجاہد رح نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک جماعت کے ساتھ مین صید سے راجن دیکھے حالانکہ وے لوگ احرام مین تھے پس انکو ان صیود کے رہا کرنے کا حکم نہین کیا مع ت - یہ اسناد بے شبہہ جید حسن ہے پس جب صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین حتی کہ آخر طبقہ تک یہی علم آمد چلا آیا تو بقول حضرت ابن مسعود رض کے - ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن - جو بات مومنون نے بہتر دیکھی وہ اللہ تعالی کے نزدیک اچھی ہے - کما رواہ احمد و الطیالسی والبزار والطبرانی والبیہقی - شیخ ابن حجر رح نے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے اور یہ قول بمنزلہ حدیث مرفوع کے ہے اور کچھ شبہہ نہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مومنین قطعی ہونے پر قرآن مجید کی صریح آیات ہین مانند قولہ تعالی اولئک ہم المومنون حقا - اور - اولئک ہم المفلحون - اور قولہ تعالی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ - اور مانند اسکے بہت کثرت سے ہین اور خود اجماع امت بلا خلاف حجت ہے اور امت سے مومنون مراد تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع قطعی حجت ہوا - پس احرام مین ان صیود کا نہ چھوڑنا جو گھر مین ہون انکا نعال اور عام عادت فاش چلی آتی ہے تو معلوم ہو گیا کہ چھوڑنا واجب نہین ہے م - ولان الواجب ترک التعرض - اور اس دلیل قیاس سے بھی کہ محرم پر تو یہی واجب کہ صید سے تعرض چھوڑنے وہو لیس بمتعرض من جہتہ - اور حال یہ کہ محرم اپنی طرف سے کچھ متعرض نہین - لانہ محفوظ بالبیت والقفص لا بہ - کیونکہ صید تو بذریعہ بیت اور قفص کے محفوظ ہے نہ محرم کے ساتھ - ف - یعنی محرم کچھ اپنے ہاتھون سے اسکو گرفت کیے ہوے نہین ہے - غیر انہ فی ملکہ - سوائے اتنی بات کے کہ صید اسکے ملک مین ہے - ف - اور ملک مین ہونا کسی صید سے تعرض نہین ہوتا - قاضیخان وغیرہ نے فرمایا کہ لوگ احرام باندھتے ہین حالانکہ انکے گھرون مین ایسے مکانات ہوتے ہین جنمین جنگلی کبوتر محفوظ رہتے ہین اور چڑیان وسرن وغیرہ پالے ہوتے ہین تو معلوم ہو گیا کہ بدون ہاتھ کے گرفت کے خالی ملک مین انکو محفوظ کرنا کچھ وہ تعرض نہین جو منع کر دیا گیا ہے - م ع - ولو ارسلہ فی مفازۃ فہو علی ملکہ - اور اگر محرم اسکو کسی جنگل مین چھوڑ دے تو بھی شرفاوہ اسی کے ملک مین باقی ہے - ف - حتی کہ اگر دوسرے کو علم ہو کہ فلان شخص نے اسکو اپنے ملک مین کر لیا تھا تو دوسرے کو جائز نہین کہ بغیر اجازت مالک کے اسپر قبضہ مالکانہ کرے - تو چھوڑنے سے بھی وہ محرم کی ملک سے خارج نہوگی - فلا معتبر بقرار الملک - تو ملک باقی ہونے کا کچھ اعتبار نہین ہے - ف - یعنی تعرض ترک کرنے مین یہ معتبر نہین کہ ملک بھی زائل کر دے بلکہ صرف یہی کہ ہاتھ سے تعرض نہ کرے - چنانچہ اگر محرم کے ہاتھ مین ہو تو باتفاق چھوڑنا واجب ہے (فرع) حرم مین داخل کرنے کے بعد ہاتھ سے نہ چھوڑے بلکہ باہر نکال لاکر بیع کر دے تو بھی باطل اگرچہ محرم نہ ہو - وقیل اذا کان القفص ملکہ یجب ارسالہ لکن علی وجہ لا یضیع - اور کہا گیا کہ اگر قفص اسکے ہاتھ مین ہو تو چھوڑنا واجب ہے لیکن ایسے طور پر کہ ضائع نہ کرے - ف - کیونکہ مال کو برباد کرنا حرام ہے - پس کسی مکان وغیرہ مین چھوڑ دے - اور عینی نے لکھا کہ عامۂ علماء کے نزدیک صرف قفص سے ہاتھ الگ کر لینا واجب ہے - قال فان اصاب حلال صیدا ثم احرم فارسلہ من یدہ غیرہ ضمن - کہا کہ اگر حلال نے کوئی صید حاصل کیا پھر اسنے احرام باندھا پس کسی غیر نے اسکے ہاتھ مین سے صید کو رہا کر دیا تو یہ شخص ضامن ہوگا - ف - کیونکہ مالک نے اسکو بغیر احرام کے حلال ہونے کی حالت مین پکڑا ہے - عند ابی حنیفۃ رح - یہ حکم ابوحنیفہ رح کے نزدیک ہے - ف - یہی قول مالک واحمد ہے - وقالا لا یضمن لان الارسال امر بالمعروف ناہ عن المنکر - اور صاحبین نے کہا کہ وہ ضامن

Marfat.com

تعین ہوگا کیونکہ چھوڑنے والا امر بمعروف ونہی از منکر کرنے والا ہی - ف - یعنی آدمی پر شرع نے بُرے کامون سے روکنا اور نیک کامون کا حکم کرنا واجب کیا ہی جب کہ قدرت ہو پس جب کہ محرم نے باوجود احرام کے صید کو ہاتھ مین پکڑا تو اُسنے منوع شرعی کیا پس دوسرے نے اس امر منکر سے روکنے کے واسطے چھڑا دیا اور معروف شرعی کا حکم کیا کہ وہ گناہ سے بچ گیا پس چھڑانے والا ضامن نہ ہوگا کیونکہ اِسنے نیک کام کیا - اور نیکوکارون کے حق مین اسر تعالے نے فرمایا - وما علی المحسنین من سبیل - اور نیکوکارون پر کوئی راہ نہین ہی - ف - یعنی جو لوگ نیک کام کرنے والے ہین اُنپر گرفت ومواخذہ کچھ نہین ہی - پس دنیا مین ضامن نہ ہوگا اور آخرت مین عذاب سے محفوظ ہوگا - ولہ انہ ملک الصید بالاخذ ملکا محترما - اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ اِس شخص نے صید کو پکڑنے سے اسکی ملک محترم حاصل کی - ف - یعنی ایسی ملک کہ اِسپر تعدی کرنا حرام ہی کیونکہ جب اِسنے صید پکڑی تو حلال تھا - فلا یبطل احترامہ باحرامہ - پس اِسکا محترم ہونا اِسکے احرام باندھنے کی وجہ سے باطل نہ ہوگا - ف - کیونکہ باتفاق ملک ابھی بدستور قائم ہی - وقد اتلفہ المرسل فیضمنہ - حالانکہ چھڑانے والے نے اِسکو تلف کردیا پس مالک کو ضمان دیگا - ف - اور یہ دلیل مبنی ہی کہ وہ صید کا شرعی طور پر مالک ہوچکا اسکے بعد تلف کی گئی اور یہ جب ہی کہ اُسنے حلال ہونیکی حالت مین صید پکڑی - بخلاف ما اذا اخذہ فی حالۃ الاحرام - برخلاف اِسکے جب اِسنے حالت احرام مین پکڑی ہو - ف - تو چھڑانے والا ضامن نہین ہی - لانہ لم یملکہ - کیونکہ وہ شخص صید کا مالک ہی نہین ہوا - ف - اِسلیے کہ احرام مین شکار کرنا منوع ہی - اگر وہم ہو کہ پھر احرام مین شکار کو ہاتھ مین گرفتار کرنا بھی منوع ہی - جواب یہ کہ وہ اول اُسکا مالک ہوچکا ہی - والواجب علیہ ترک التعرض - اور واجب بحالت احرام یہ کہ صید سے تعرض چھوڑدے - ویمکنہ ذلک بان تخلیہ فی بیتہ - اور یہ امر یعنی ترک تعرض اُسکو باین طور بھی ممکن ہی کہ صید کو اپنے گھر مین چھوڑ دے - ف - تو خواہ مخواہ رہا کرنے کی ضرورت نہین ہی - فاذا قطع یدہ عنہ کان متعدیا - پس جب چھڑانے والے نے محرم کا ہاتھ اِس سے منقطع کردیا تو ظلم کرنے والا ہوا - ف - کیونکہ رہا ہوکر صید جو اِسکی ملک تھی اب اُسکے ہاتھ نہین آویگی تو قبضہ مٹا دیا اگرچہ اُسکی ملک زائل نہ ہو - ونظیرہ الاختلاف فی کسر المعازف - اور اِسی کی نظیر وہ اختلاف ہی جو معازف توڑ ڈالنے مین واقع ہی - ف - معازف جمع معزف - مراد لہو ولعب کی چیزین مثل طنبورہ وبربط ورود وغیرہ اگرچہ چیزین ڈھول طنبورہ سارنگی وغیرہ کسی نے توڑ ڈالین تو صاحبین کے نزدیک کچھ ضامن نہین کیونکہ اِسنے منہیات شرعی سے منع کیا ہی اور امام رح کے نزدیک ضامن ہوگا مگر اِس آلہ طنبورہ وغیرہ کے حساب سے نہین بلکہ تراشی دکھدی ہوئی لکڑی کے حساب سے ضامن ہی اور یہ مسئلہ ممنوعات کے باب مین ان شاء اللہ تعالی آویگا - م - واذا اصاب محرم صیدا فارسلہ من یدہ غیرہ لاضمان علیہ بالاتفاق - اور جب محرم نے کسی صید کو پایا (یعنی اِسکے ہاتھ مین ہی) پس اِسکے ہاتھ سے دوسرے نے اسکو چھڑا دیا تو باتفاق اِسپر ضمان نہین ہی - لانہ لم یملکہ بالاخذ - کیونکہ محرم اِسکو پکڑنے سے اُسکا مالک نہین ہوا - فان الصید لم یبق محلا للتملک فی حق المحرم - کیونکہ محرم کے حق مین کوئی صید ملک مین آنے کا محل نہین رہی ہی - لقولہ تعالی وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما - بدلیل قول اللہ تعالی کے جسکے معنی یہ کہ اللہ تم پر خشکی کا شکار حرام کردیا گیا جب تک تم محرم رہو - ف - لہذا اگر محرم نے شکار پکڑا تو وہ اِس قابل نہین کہ اُسکی ملک شرعی اِسمین حاصل ہو - فصار کما اذا اشتری الخمر - تو ایسا ہوگیا جیسے مسلمان نے شراب خریدی - ف - کیونکہ مسلمان پر حرام ہونے سے وہ شراب کا مالک بالاجماع نہین ہوتا ہی فان قتلہ محرم آخر فی یدہ - اور اگر محرم کے ہاتھ مین ہونے کی حالت مین دوسرے محرم نے صید کو قتل کردیا -

فعلی کل واحد منہما الجزاء - تو دونون محرمون مین سے ہر ایک پر پوری جزاء لازم ہی - ف کیونکہ اصل یہ کہ محرم پر جزاء اپنے فعل ممنوع کا کفارہ ہی اور ممنوع یہان یہ کہ صید سے تعرض نہ کرین - لان الاخذ متعرض للصید بازالۃ الامن - کیونکہ صید کو گرفتار کرنے والا محرم تو صید کا امن دور کرنے کی وجہ سے صید کا متعرض ہی - والقاتل متقرر لذلک - اور محرم قاتل اس بے امنی کا تقرر کرنے والا ہی - ف چنانچہ اول شاید چھوڑ دیتا تو پھر امن مین ہو جاتا ممکن ہوتا وہ دوسرے محرم کے قتل کر ڈالنے سے معدوم ہو گیا - یہ وہم نہو کہ تقرر کرنا بعد بے امنی کے ہوتا ہی لیونکہ فرمایا - والتقریر کالابتداء فی حق التضمین - اور تقرر کرنا ضمان واجب ہونے کے حق مین مثل ابتداے فعل کے ہی - ف تو دوسرے محرم پر ضمان واجب ہوگی اسطرح کہ گویا اسنے ابتداء قتل کر دیا - کشہود الطلاق قبل الدخول اذا رجعوا - نظیر اس حکم کی وہ گواہ ہین جنھون نے قبل دخول کے طلاق واقع ہونے کی گواہی دی جب کہ انھون نے رجوع کیا - ف صورت یہ کہ مثلاً ہندہ نے اپنے شوہر زید پر بعد دخول کے طلاق ہونے سے پورے مہر کا دعوی کیا - زید نے دخول سے انکار کر کے دو گواہ دیے جنھون نے قبل دخول کے طلاق واقع ہونے کی گواہی دی حتی کہ پورا مہر نہین دلایا گیا پھر گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کیا یعنی پھیر لی - تو انھون نے اپنی گواہی سے تقرر کر کے جو کچھ ہندہ کا نقصان کیا اسکے ضامن ہونگے پس اسکا ظلم کرنا اگرچہ بعد انکار زید کے ہی مگر ضامن ہونے مین گویا ابتداء ظلم ہی - اسی طرح قتل کرنے والا محرم گویا ابتدائی ظالم ہو کر ضامن ہی - بلکہ اسنے تو گرفتار کرنے والے محرم کا منفع کھو دیا کہ وہ چھوڑ دیتا لہذا فرمایا - ویرجع الاخذ علی القاتل - اور پکڑنے والا مارڈالنے والے سے رجوع کریگا - ف یعنی گرفتار کرنیوالے نے جو کچھ تاوان دیا ہی وہ قتل کرنے والے سے پھیر لیگا - ایضاح مین ہی کہ یہ صرف امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ہی - وقال زفر رح - اور کہا زفر رح - ف اور صاحبین نے بھی الایضاح - لا یرجع - کہ پکڑنے والا واپس نہین لے سکتا - لان الاخذ مواخذ بصنیعہ فلا یرجع علی غیرہ - کیونکہ گرفتار کرنے والا اپنی حرکت پر ماخوذ ہی تو وہ تاوان غیر سے واپس نہین لے سکتا - ف اور معلوم ہو چکا کہ محرم پر گرفتار اسکے فعل کا عوض ہی - ولنا ان الاخذ انما یصیر سببا للضمان عند اتصال الہلاک بہ - اور ہماری دلیل یہ کہ گرفتار کرنا جب ہی سبب ضمان ہوگا کہ اس سے ہلاکت متصل ہو - ف یعنی گرفتاری کے ساتھ ہلاکت بھی واقع ہو - حالانکہ گرفتار کنندہ نے ہلاک نہین کیا بلکہ قاتل دوسرا محرم ہی - فہو بالقتل جعل فعل الآخذ علۃ - تو قاتل نے بوجہ قتل کرنے کے پکڑنے والے کے فعل کو علت کر دیا - ف یعنی واسطۂ ہلاکت بنا دیا اور اصل ہلاکت خود کی - فیکون فی معنی مباشرۃ علۃ العلۃ - تو گویا علت کی علت کرنے کا ارتکاب کرنے کے معنی مین ہوا - ف کیونکہ اسکے قتل ہی کے سبب سے گرفتاری سبب ضمان ہو گئی اگر وہ قتل نہ کرتا تو گرفتاری سبب نہ ہوتی - فیحال بالضمان علیہ - تو تاوان کا احالہ قاتل ہی پر ہوگا - ف پس جو اسنے تاوان دیا وہ قاتل پر جائیگا کہ اس سے واپس لے - حاصل یہ کہ گرفتاری کا علت تاوان ہونا بعد ہلاکت کے ہی پس قاتل نے اس علت کو پورا کر دیا کہ قتل کر دیا - تو اس علت کا مرتکب بھی خود قاتل ہوا لیکن چونکہ گرفتار کنندہ بھی بنظر صید پکڑنے کے خطا دار ہی تو ضامن ہوا اور بنظر اسکے کہ قاتل نے اسپر ظلم کیا تو اس سے پھیر سکتا ہی - م - پھر کلام مصنف رح اشارہ کرتا ہی کہ خلاف صرف زفر کا ہی اور صاحبین نے امام رح کے قول کی طرف رجوع کیا - واللہ اعلم - اور اگر حلال نے صید محرم کو گرفتار کیا اور دوسرے حلال نے اسکے ہاتھ مین قتل کر دی تو بالاتفاق دونون ملکر ایک قیمت دین پھر گرفتار کرنیوالے نے جو کچھ دیا ہی وہ قاتل سے واپس لے - مح - پھر یہ کلام تو صید مین تھا - فان قطع حشیش الحرم او شجرہ لیست بمملوکۃ - اور اگر کسی نے حرم کی گھاس کاٹی یا ایسا درخت جو کسی کے ملک نہین ہی - وہو مما لا ینبتہ الناس - حالانکہ

روا ایسی قسم سے ہو جسکو لوگ نہین جانتے ہین - فعلیہ قیمتہ - تو اسپر گھاس یا درخت مذکور کی قیمت واجب ہو - الا فیما جف منہ - سوائے ایسی نبات کے جو اسمین سے خشک ہو گئی ہو - ف — یعنی خشک کاٹنے مین کچھ واجب نہین ہو ع - قیمت سے افادہ فرمایا کہ رسی وغیرہ رکھ لینا کافی نہین ہو اور واضح ہو کہ مسئلہ کی صورتین یہ ہین کہ جو نباتات حرم مین جمے یا اذخر ہو گی تو اسکے کاٹنے مین کچھ نہین ہو یا اذخر نہو گی تو وہ یا ٹوٹ گئی یا خشک ہو گئی ہو یا ایسی نہین پس ٹوٹی رسوکھی مین بھی کچھ نہین پھر جو ایسی نہین وہ یا ایسی ہو گی جسکو لوگ اگانے وجاتے ہین یا نہین - پس اگر اسکو لوگ اگاتے ہون خواہ بطور عادت یا غیر عادت تو اسکے کاٹنے واکھاڑنے مین بھی کچھ نہین ہو - رہی ایک قسم یعنی جو کہ خود جمی اور ایسی نہین کہ جسکو لوگ جماتے ہین اور نہ وہ ٹوٹی رسوکھی ہو اور نہ اذخر ہو تو اسکے قطع مین جزا قیمت واجب ہو - ف - لان حرمتہا ثبتت لسبب الحرم - کیونکہ گھاس و درخت کی حرمت بسبب حرم کے ثابت ہوئی ہو - قال علیہ السلام لا یختلی خلاہا ولا یعضد شوکہا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرم کی ہری گھاس نہ کاٹی جاوے اور نہ اسکے کانٹے توڑے جاوین - ف — یہ حدیث صحیحین مین ہو اور اسمین شجر کا بھی لفظ وارد ہو - پس خلا ہری گھاس ہو اور شجر ہر اونچا ہوا ہو جب خشک ہو تو حطب کہلاتا ہو اور شوک کو صرف ہری تر و تازہ پر محمول کیا جاوے اور کلام آتا ہو - واضح ہو کہ حرم کے اندر جس چیز سے نفع لینا جائز ہو اسکو حرم سے باہر لانا بھی جائز ہو الا نجلہ پھر دستی و کنکریان ہین لیکن اگر بہت گرد اکر ہے تو منع کیا جاوے - متن - ولا یکون للمصوم فی بدہ القیمتہ مدخل - اور اس قیمت مین روندے کو کچھ دخل نہ ہو گا - ف — بلکہ صرف قیمت مقرار پر تقسیم کرے - لان حرمتہ تناولہا بسبب الحرم لا بسبب الاحرام - کیونکہ ان نباتات پر دست درازی حرام ہونا بسبب تعظیم حرم کے ہو نہ بوجہ احرام کے - ف — تا کہ نعل کا تاوان ہو کر روندہ عوض ہو سکتا - فکان من ضمان المحال علی ما بینا - پس یہ منجملہ تاوان محل کے ہوا بنا برآنکہ ہم بیان کر چکے - ف — فی قولہ المصوم یصلح جزاء الافعال التی تحصل اسمین قیمت ادا کرنی حتمی معین ہو - وتصدق بقیمتہ علی الفقراء - اور اسکی قیمت کو فقیرون پر صدقہ کر دے - واذا ادا ہا ملکہ کما فی حقوق العباد - اور جب یہ قیمت ادا کر دے تو اس درخت یا گھاس کا مالک ہو گیا جیسے حقوق العباد مین ہو ف — مثلاً زید نے عمرو کی کوئی چیز غصب کر لی اگرچہ عمداً غصب کرنا حرام ہو لیکن جبکہ زید پر اسکی قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی نے دیا اور اسنے قیمت دیدی تو اس چیز کا انبدار سے مالک قرار دیا جائیگا - پھر بنا تا حرم کے مالک ہو جانے پر بھی اسکا احرام لائق ہو - ویکرہ بیعہ بعد القطع - اور بعد کاٹنے کے اسکا فروخت کرنا مکروہ ہو - لانہ ملکہ بسبب محظور شرعا - کیونکہ وہ ایسے سبب سے اسکا مالک ہوا جو شرعاً ممنوع ہو - ف — یعنی نباتات حرم کا کاٹنا حرام ہو - فلو اطلق لہ فی بیعہ تتطرق الناس الی مثلہ - پس اگر اس مملوکہ کی بیع کرنے مین اسکو مطلقاً اجازت دیجاوے تو ایسی حرکت کرنے کی طرف لوگ راہ نکال لینگے - ف — اور کاٹ کر قیمت ادا کر کے بیچنا شروع کر دینگے بوجہ اغوا شیطان کے - تو ہتک حرمت فاش ہو جائیگی اور حرم کے درخت نہین بچینگے - اور یہ دلیل ہو کہ شرع نے اطلاقاً اجازت بیع نہین دی - الا انہ یجوز البیع مع الکراہتہ بخلاف الصید والفرق مانذکرہ - لیکن کراہت کے ساتھ بیع جائز ہو بخلاف صید کے اور فرق وہ ہو جسکو ہم ذکر کرینگے - ف — یعنی حرم کا شکار بیچنا باطل ہو اور درخت بیچنا باطل نہین مگر مکروہ ہو - اور دونون مین فرق کا بیان آتا ہو - والذی غلبہ الناس عادۃ عرفناہ غیر مستحق للامن بالاجماع - اور جو نباتات کہ اسکو عادت کے طور پر لوگ جماتے ہین ہم نے اسکا مستحق امن نہ ہونا جان لیا ہو بدلیل اجماع - ف — چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسوقت تک برابر متوارث چلا آتا ہو کہ حرم مین لوگ زراعت جانے رکاٹنے چھانٹنے مین بعد دن کسی انکار شرعی کے اور چار دن ائمہ وغیرہم نے اسپر اجماع کیا - وہ ن المحرم المنسوب الی الحرم - اسی اساس دلیل سے کہ حرام

Marfat.com

کیا گیا وہ ہی جو حرم کی طرف منسوب ہو۔ ف چنانچہ حدیث مین بھی خلاہا۔ اور شجرہا۔ واقع ہوا یعنی حرم کی گھاس اور حرم کا درخت۔ تو جو نباتات کہ حرم کی کہلاوے اُسکو ضرر دینا حرام ہی۔ والنسبۃ الیہ علی الکمال عند عدم النسبۃ الی غیرہ بالانبات۔ اور حرم کی طرف نسبت ہونا پورے طور پر اُسوقت کہ دوسرے کی طرف چلنے کی نسبت نہ ہو۔ ف یعنی فلان کا درخت یا گھاس نہ ہو بلکہ حرم کا ہو۔ تو جب وہ درخت فلان کا کہلایا بدین معنی کہ اُسنے جمایا ہی تو احترام حرم اُسکے ساتھ متعلق نہ رہا پس اُسکو قطع کرنا جائز ہی۔ پھر یہ کلام تو اِسمین جس کو لوگ بطریق عادت جماتے ہین۔ ومالا ثبت عادۃ۔ اور جو درخت کہ بطریق عادت بویا نہین جاتا۔ ف یعنی اُسکے بونے کی عادت وہان جاری نہین ہی اوانبتہ انسان التحق بما ینبت عادۃ۔ جب اِسکو کسی آدمی نے بویا تو وہ ایسے درخت سے لاحق ہو گیا جو بطریق عادت بویا جاتا ہی۔ ف یعنی اُسکا کاٹنا بھی جائز ہی۔ رہی یہ صورت کہ جسکے بونے کی عادت نہین وہ خود کسی شخص کی زمین مملوکہ مین اُگا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اِسکی کوئی صورت نہین ہی کیونکہ زمین حرم سب آزاد ہی کسی کی ملک نہین ہو سکتی اور یہ بحث مترجم نے تفسیر مین تو ضیح لکھی ہی۔ ہان صاحبین وشافعی وغیرہم کے نزدیک وہ مملوک ہو سکتی ہی اور اِسی قول پر یہ مسئلہ مبنی ہی جو مصنف رح نے لکھا کہ۔ ولو نبت بنفسہ فی ملک رجل۔ اور اگر ایسا درخت جو بطور عادت بویا نہین جاتا خود کسی شخص کی ملک مین اُگا۔ ف اور اِسکو دوسرے نے کاٹا۔ فعلی قاطعہ قیمتہ لحرمۃ الحرم۔ تو اُسکے کاٹنے والے پر ایک قیمت تو حرم کی حرمت کی وجہ سے۔ حقا للشرع۔ بحق شرع واجب ہی۔ وقیمۃ اخری ضمانا لمالکہ۔ اور دوسری قیمت اُسکے مالک کے لیے بطور تاوان واجب ہی۔ ف فرضکہ ایک درخت کیواسطے دو چند قیمت لازم آئی پس جو حق شرعی ہی فقراء کو تقسیم ہو گی اور دوسرے کو اِسکا مالک لیگا۔ کالصید المملوک فی الحرم۔ جیسے حرم مین صید مملوک۔ ف کہ جب اُسکو سوائے مالک کے کوئی قتل کرے تو ایک قیمت تو حرمت حرم کی وجہ سے حق شرعی واجب ہی اور دوسری قیمت مالک کے حق کا تاوان لازم ہی۔ پھر ظاہر کلام اشارہ ہی کہ مصنف کے نزدیک یہان قول صاحبین وجمہور علماء رح مختار ہی کہ زمین حرم مملوک ہوتی ہی لیکن تفسیر مین دلیل قوی واسطے قول امام رح کے مذکور ہی اور انشاء اللہ تعالی کلام آتا ہی۔ وما جف من شجر الحرم لاضمان فیہ۔ اور شجر حرم مین سے جو خشک ہو گیا تو اُسکے قطع مین ضمان نہین۔ لانہ لیس بنام۔ کیونکہ وہ نامی نہین۔ ف یعنی اب بڑھ نہین سکتا تو حطب ہی نہ شجر۔ اور نص حدیث مین ضمان واسطے شجر کے منصوص ہی۔ م۔ ولا یرعی حشیش الحرم ولا یقطع اور حرم کی گھاس نہین چرائی جاویگی اور نہ کاٹی جاویگی۔ ف چنانچہ حدیث صحیحین سے مستفاد ہی۔ الا الاذخر سوائے اذخر کے۔ ف چونکہ حدیث مین مستثنی ہی تو صرف اذخر کو کاٹنا جائز ہی۔ وقال ابو یوسف لا باس بالرعی فیہ لان فیہ ضرورۃ۔ اور ابو یوسف نے کہا کہ حرم مین گھاس چرانے مین مضائقہ نہین کیونکہ چرانے مین ایک ضرورت۔ ف یعنی ایک طرح کی مجبوری ہی۔ لان منع الدواب عنہ متعذر۔ کیونکہ اِس سے چوپاؤن کو روکنا متعذر ہی۔ ف یعنی محروم رکھنا۔ اور ایسی مشکلات کو اللہ تعالے نے معاف فرمایا ہی۔ اور یہی قول مالک وشافعی ہی۔ ولنا ما رویناہ۔ اور ہماری دلیل وہ حدیث جو روایت کر چکے۔ ف یعنی لا یختلی خلاہا۔ یعنی حرم کی گھاس نہ کاٹی جاوے پس کاٹنا عموماً منع ہی۔ والقطع بالمشافر کالقطع بالمناجل۔ اور مشافر سے کاٹنا جیسے مناجل سے کاٹنا ف دونون برابر پس دونون منع ہین۔ پھر جب کہ حدیث مین مطلقاً منع فرمایا کہ حرم کی گھاس نہ کاٹی جاوے تو یہ مراد لینا بدیہی باطل کہ خود نہ کاٹو مگر جانورون کو چھوڑ دو کہ سب چر جاوین لہذا ابو یوسف کے قول سے یہی مراد ہو سکتی ہی کہ جانورون کو اس گھاس سے محروم رکھنا بوجہ ضرورت کے متعذر ہی جواب اِسکا یہی کہ جب گھاس ملنے کا

عرفہ نکل آوے تو کچھ عذر نہین رہا - وحمل الحشیش من الحل ممکن فلا ضرورۃ - اور حل سے گھاس کا لانا ممکن ہے یعنی آسان ہے تو کچھ ضرورت نہین رہی - بخلاف الاذخر - بخلاف اذخر کے - ف کہ اول تو اسمین ضرورت باقی اور دوم وہ منصوص ہے - لانہ استثناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجوز قطعہ ورعیہ - کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مستثنی کردیا تو اسکو کاٹنا وچرانا جائز ہے - ف اگر کہو کہ پھر تم نے کماۃ کو کیون قیاس سے استثنا کیا تو جواب دیا کہ - وبخلاف الکماۃ - اور بخلاف کماۃ کے - ف یعنی برخلاف اذخر وکماۃ کے کہ اذخر کو نص مین مستثنی ہے اور کماۃ مین ہم نے استثنا نہین کیا - لانہا لیست من جملۃ النبات - کیونکہ کماۃ منجملہ نباتات کے نہین ہے - ف کہ وہ مانعت مین شامل ہی نہ تھی - پھر واضح ہو کہ محشی نے غیاث سے نقل کیا کہ کماۃ جسکو سامدغ کہتے ہین ایام برسات مین زمین سے جبتی ہے بعضے مرغی کے انڈے کی طرح اور بعضے چھتری کی شکل ہوتی ہے - مین کہتا ہون کہ شیخ محقق نے فتح القدیر مین لکھا کہ کماۃ نبات نہین اسواسطے کہ نبات تو اسکو کہتے ہین جو روے زمین پر ظاہر ہو اور کماۃ زمین کے اندر ہوتی ہے اسمین سے اوپر کچھ ظاہر نہین ہوتی اور وہ بڑھتی بھی نہین ہے اور اگر ہم فرض کرین کہ وہ نبات ہے تو خشک نبات شمار کی - انتہی - یعنی مین ہے کہ کماۃ زمین کے پانی سے نہین بلکہ آسمانی پانی سے زمین مین مزروع ہوتی ہے - الکافی - (بیان حکم قارن) وکل شی فعلہ القارن مما ذکرنا - اور ہر چیز جسکو قارن نے ان امور مذکورہ مین سے کیا - ف یعنی احرام کی حالت مین جو امور کہ جرم ممنوع بیان ہوے ہین جب انمین سے کوئی جرم ایسے شخص نے کیا جس نے عمرہ وحج کا قران کے ساتھ احرام باندھا ہے - ان فیہ علی المفرد دما - اگر اس امر ممنوع مین مفرد حج والے پر ایک ذبح کرنا لازم آتا ہے - فعلیہ دمان دم لحجتہ ودم للعمرۃ - تو قارن پر دو قربانیان ہین ایک ذبح کرنا احرام حج کے لیے اور ایک ذبح واسطے احرام عمرہ کے - ف کیونکہ اسکا گناہ دونون کے دو احرام پر واقع ہوا - وقال الشافعی دم واحد بناء علی انہ محرم باحرام واحد عندہ وعندنا باحرامین وقد مر من قبل - اور شافعی نے کہا کہ قارن پر بھی ایک ہی ذبح کرنا لازم ہوگا یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ شافعی رح کے نزدیک قارن ایک ہی احرام سے محرم ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک دو احرام سے محرم ہوتا ہے اور یہ سابق مین گذر چکا - ف شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ قبل وقوف عرفہ کے ہے اور بعد وقوف عرفہ کے صرف جماع کرنے مین قارن پر دو قربانیان ہین اور باقی ممنوعات مین صرف ایک قربانی ہے اور یہ مختار شیخ الاسلام ہے جسکو شیخ محقق رح نے ضعیف قرار دیا تو کلیہ صحیح ہوا کہ جس جنایت مین مفرد پر ایک قربانی ہے اسمین قارن پر دو قربانیان ہر حال مین ہین - الا ان یتجاوز المیقات غیر محرم بالعمرۃ اولحج - باستثناے اسکے کہ قارن بغیر عمرہ یا حج کا احرام باندھنے کے میقات سے گذر جاوے - فیلزمہ دم واحد - تو اس جرم مین اسپر ایک ہی قربانی لازم ہوگی - ف جیسے مفرد پر ہے خلافا لزفر لما ان المستحق علیہ عند المیقات احرام واحد وتاخیر واجب واحد لا یجب الا جزاء واحد - بخلاف قول زفر کے (کہ دو قربانیان لازم کرتے ہین) ہماری دلیل یہ ہے کہ میقات کے نزدیک جو بات کہ اسپر حق لازم ہے وہ ایک احرام ہے (کہ بدون احرام کے میقات سے گذرنا ممنوع ہے) اور ایک واجب کی تاخیر کرنے سے صرف ایک ہی جزاء واجب ہوگی - ف اور قران کے واسطے یہ شرط نہین کہ میقات سے حج وعمرہ کا احرام جمع ہو بلکہ یہ تو اسواسطے کرتے ہین کہ جب میقات سے بغیر احرام گذرنا جائز نہین تو احرام جمع کرلینے مین حتی کہ اگر میقات سے صرف عمرہ کا احرام لاوے پھر حج داخل کرلے تو قارن ہو جائیگا اور اگر جرم کے طور پر بغیر احرام چلا آیا تو داخل میقات مین دونون کے جمع سے قارن ہوگا - قارن اگر عرفات سے قبل امام کے چلا آوے

Marfat.com

باطوات زیارت کو جنابت یا حدث مین کرکے وطن کو واپس آوے تو اسپر ایک ہی قربانی ہے۔ کما فی العینی۔ اور شاید کہ یہ بقول شیخ الاسلام ہے سنا فہم۔ م۔ واذا اشترک محرمان فی قتل صید فعلی کل واحد منہما جزاء کامل۔ اور اگر ایک صید کے قتل کرنے مین دو محرم شریک ہو گئے تو دونون مین سے ہر ایک پر پوری جزا واجب ہے۔ ف ہر ایک پوری قیمت سے ہدی یا اطعام یا صوم ادا کرے خواہ مل مین قتل کیا ہو یا حرم مین ہو۔ لان کل واحد منہما بالشرکۃ یصیر جانیا جنایۃ تفوق الدلالۃ۔ کیونکہ قتل مین شرکت کرنے سے ہر ایک ایسی جنایت کرنے والا ہو گیا جو دلالت کرنے سے بڑی ہوئی ہے۔ ف حالانکہ محرم اگر دلالت کرکے شریک ہو یعنی پتہ بتلاوے و رہنمائی کرے تو اسپر جزا کامل لازم ہوتی ہے تو قتل مین جو رہنمائی سے بڑھکر ہے ضرور جزاے کامل لازم ہوگی اور یہ جزا ہر ایک کے فعل پر ہے۔ فیتعدد الجزاء بتعدد الجنایۃ۔ پس فعل جنایت متعدد ہونے سے جزاے متعدد لازم ہونگی۔ ف لہذا دو محرم کی خصوصیت نہین ہے جتنے محرم شریک ہون ہر ایک کا فعل جرم اور ہر ایک پر جزاے جرم لازم ہے۔ م۔ اور اگر شریک کوئی مخطی یا کافر ہو تو اسپر کچھ نہین اور محرم پر جزا ہے۔ ہ۔ اور حلال یعنی بغیر احرام والے کو صید مارنا حلال ہے سواے صید الحرم کے کہ اسکو مارنا جرم ہے۔ واذا اشترک حلالان فی قتل صید الحرم فعلیہما جزاء واحد۔ اور اگر دو حلال ایک صید حرم کے قتل مین شریک ہوے تو دونون پر ایک جزا واجب ہوگی۔ ف اور یہ اسی صید کی قیمت ہے جس کو دونون نے ملکر ضائع کیا ہے تو ملکر اسکی قیمت دیدین۔ لان الضمان بدل عن المحل کیونکہ یہ ضمان تو محل یعنی صید کا عوض ہے۔ لاجزاء عن الجنایۃ۔ فعل جنایت کی جزا نہین ہے۔ ف اسی وجہ سے اسمین صوم سے ادا کرنا جائز نہین ہے۔ اور فعل جنایت تو ایک ہی محل یعنی صید مین متعدد ہو سکتے ہین مگر ایک محل یعنی صید متعدد نہین ہو جاتا۔ فیتحد باتحاد المحل۔ تو محل واحد ہونے سے اسکا تاوان بھی واحد ہوگا۔ ف اور نظیر اسکی وہ قتل حسین تاوان دیت اصل مین واجب ہوتا ہے۔ کرجلین قتلا رجلا واحدا خطاء۔ جیسے دو مردون نے خطا سے ایک مرد کو قتل کیا۔ ف مثلاً شکار خیال کرکے دونون نے اسکو تیر مارے اور یہ چوک ہے جس سے دیت واجب ہوتی ہے۔ یجب علیہما دیۃ واحدۃ۔ تو دونون پر ایک ہی دیت واجب ہوگی۔ ف کیونکہ محل واحد کا عوض واحد ہے۔ رہا ان دونون کا فعل اگرچہ چوک ہے لیکن بد احتیاطی سے یہ فعل گناہ قرار پایا ہے تو فعل کا جرمانہ اسپر لازم آیا اور فعل یہان متعدد ہین لہذا فرمایا۔ وعلی کل واحد منہما کفارۃ۔ اور دونون مین سے ہر ایک پر کفارہ لازم ہے۔ ف تو معلوم ہوا کہ محل کا عوض موافق محل کے ہوگا حتی کہ ایک محل مثلاً صید حرم کے تلف کرنے مین دو چار جتعدد شریک ہون سب پر اسی محل واحد کی ضمان ہے اور دو صید ہون تو دو تاون مین اور فعل کا کفارہ ہر ایک کے فعل کے واسطے کامل ہو گیا چنانچہ صید کے بجاے اگر آدمی کو خطا سے قتل کرنے مین کئی شریک ہون تو ہر ایک کے فعل کا اسپر کفارہ علیحدہ ہے۔ م۔ واذا باع المحرم الصید۔ اور اگر محرم نے صید کو فروخت کیا۔ ف خواہ زندہ یا بعد ذبح کے۔ او ابتاعہ۔ یا محرم نے صید کو خرید کیا۔ فالبیع باطل۔ تو بیع باطل ہے۔ ف کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ۔ حرم علیکم صید البر۔ تو حرام ہونا عین صید کی طرف منسوب فرمایا جیسے شراب پس محرم کے حق مین عین صید مثل شراب کے کچھ بھی قیمت نہین رکھتا ہے۔ تو زندہ و مردہ صید دونون کی بیع باطل ہے۔ لان بیعہ حیا تعرض للصید بتقویت الامن۔ کیونکہ صید کو زندہ بیع کرنے مین صید کے حق مین تعرض ہے وجہ اسکا امن کھونے کے۔ ف پس اگر محرم خود خریدار ہے تو اسنے وہ عین جو مثل شراب کے ہے خریدا تو بلاشبہہ بیع باطل ہے اور اگر بائع ہے تو انتفاع حرام ہونے سے باطل ہے کیونکہ تعرض حرام ہے۔ وبیعہ بعد ما قتلہ بیع میتۃ۔ اور صید کو قتل کرنے کے بعد بیچنا

Marfat.com

مردار کی بیع ہو۔ ف کیونکہ محرم کا ذبح کرنا شرعی ذبیحہ نہین بلکہ قتل اور مذبوح مردار ہو تو کچھ شبہہ نہین کہ مردار کی خرید فروخت باطل ہو۔ ومن اخرج ظبیۃ من الحرم۔ اور جس شخص نے حرم سے ہرنی (مثلاً) باہر نکال دی۔ ف خواہ عمداً یا کسی طرح نکالی۔ فولدت اولادا فماتت ہی واولادہا۔ پھر بعد نکلنے کے وہ کئی بچہ جنی پس اس صدمہ سے وہ ہرنی اور اسکے بچہ مر گئے۔ ف پس کیا نکالنے والا صرف ہرنی کا ضامن ہو یا سب بچون کے۔ جواب دیا۔ فعلیہ جزاؤہن جو اسپر ان سب کی جزا واجب ہو۔ لان الصید بعد الاخراج من الحرم بقی مستحقا للامن شرعا۔ کیونکہ ہرنی جو حرم سے نکالے جانے کے بعد بھی شرع کے حکم سے امن کی مستحق ہو۔ ولہذا وجب ردہ الی مامنہ۔ اسی واسطے اسکو اپنے امن کے ٹھکانے پھیر لانا واجب ہو۔ ف اگر بلن ہو تو اسکو حرم مین پھر لاوے۔ وہذہ صفۃ شرعیۃ۔ اور یہ صفت شرعیہ ہو۔ ف یعنی اسکا مستحق امن ہونا۔ اسکو ایک صفت بحکم شرع حاصل ہو اور جو صفت شرعی ہوتی ہو وہ اسکی اولاد مین پھیل جاتی ہو۔ فتسری الی الولد۔ تو یہ صفت بھی اسکے بچون مین پھیل جائیگی۔ ف اور ہر بچہ اسکا مستحق ہوا کہ اسکے امن کے ٹھکانے رکھا جاوے تو جب محرم نے اسمین تعرض کیا تو جزا واجب ہوئی۔ اور اس صفت شرعیہ کے ثبوت ہونے کی مثال رقیت فرما دی ہو چنانچہ جو عورت کہ مملوکہ ہو تو سوائے مالک سے جو اولاد کسی دوسرے کے نکاح سے ہو وہ بھی مملوک ہوگی کیونکہ یہ صفت شرعیہ ہو۔ پھر ہرنی کا یہ حکم اسوقت کہ محرم مذکور نے ہنوز ہرنی کی جزا نہ دی ہو۔ فان ادی جزاؤہا ثم ولدت۔ اور اگر محرم مذکور نے ہرنی کی جزا دیدی پھر وہ بچہ جنی۔ ف پس مع بچون کے ہلاک ہوگئی۔ لیس علیہ جزاء الولد۔ تو محرم پر بچون کی جزا واجب نہین ہو لان بعد اداء الجزاء لم تبق آمنۃ۔ کیونکہ ہرنی بعد جزا ادا ہونے کے مستحق امن نہین رہی۔ ف کیونکہ محرم نے اسکی قیمت پہونچا دی۔ تو گویا ہرنی اپنے امن مین پہونچ گئی۔ لان وصول الخلف۔ کیونکہ بدل کا پہونچنا۔ ف یعنی قیمت کا فقراء کو پہنچ جانا۔ کوصول الاصل۔ مانند اصل کے پہنچ جانے کے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ف ہمارے نزدیک یہ قیمت فقراے حرم کو دینا اور سوائے انکے دیگر فقراء کو دینا جائز ہو فعلی ہذا قیمت کا اپنے ذبح ٹھکانے اور اپنے مستحقین کو پہونچنا بنسبت صید کے حرم مین پہونچنے کے ہو پس غایۃ البیان کا اعتراض کہ قیمت کا حرم مین پہونچنا ضرور نہین تاکہ ہرنی کے پہونچنے کا قائم مقام ہو۔ یہ اعتراض ساقط ہو کیونکہ امام مصنف کا مقصود یہ کہ قیمت کا اپنے مستحق ٹھکانے پر پہونچنا جیسے صید کا اپنے مستحق مقام مین پہونچنا ہم (فروع) حلال نے دوسرے حلال کی صید غصب کرکے ہاتھ مین لی اور احرام باندھا تو واجب ہو کہ چھوڑ دے اور تاوان دیدے اور واپس نہ کرے اور اگر واپس دی تو ضمان سے بری ہوا مگر آشے برا کیا لہذا یہ امتحان کے قابل ہو کہ کس غاصب کو مغصوب واپس دینا برا کام ہو۔ حل مین صید کو تیر مارا اور سمایا اور تیر اسکو حرم مین لگا تو مذکور ہو کہ اسپر جزا واجب ہوا اور مبسوط مین مصرح نہین واجب لیکن کھانا حلال نہین۔ منہ۔

باب مجاوزۃ الوقت بغیر احرام

یہ باب میقات سے بغیر احرام گذر جانے کے بیان مین ہو۔ وقت زمانہ معروف اور وہ مقام جہان سے بغیر احرام کے تجاوز نہین جائز ہو بغرض تعظیم کہ مقصد۔ پس میقات سے تجاوز مین قصد کہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اول یہ کہ قصد کیا ہو تو فرمایا واذا اتے الکوفی۔ اور جب کہ آیا کوفہ کا رہنے والا۔ ف یا میقات سے باہر کہین کا ہو۔ بستان بنی عامر واذا اتے الکوفی۔ اور جب کہ آیا کوفہ کا رہنے والا۔ ف یا میقات سے باہر کہین کا ہو۔ بستان بنی عامر بستان بنی عامرین۔ ف مثلاً۔ اور یہ ایک موضع قریب کے ہو مگر حرم سے باہر اور میقات کے اندر واقع ہوا ہو اور

Marfat.com

اس کونی یعنی آفاقی کا قصد حج یا عمرہ کا ہو۔ مع۔ تو اسنے میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کیا۔ پھر وہ حال سے خالی نہین کہ یا تو بستان بنی عامر مین اسنے احرام باندھا یا نہین باندھا۔ پس اگر اول صورت ہو۔ فاحرم بعمرۃ۔ پس اسنے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ ف تو پھر دیکھا جاوے کہ بعد احرام کے اسنے کوئی فعل حج سے شروع کیا ہو یا نہین۔ پس اگر کوئی فعل شروع نہین کیا۔ فان رجع الی ذات عرق۔ پھر اگر رجوع کیا ذات عرق کی جانب۔ ولبی۔ اور تلبیہ کہا۔ ف یعنی کونی کے واسطے ذات عرق میقات قریب ہو اسکی طرف پھرا اور ظاہر الروایۃ مین کچھ خصوصیت ذات عرق کی نہین بلکہ محصل یہ کہ کسی میقات کی طرف لوٹا مگر احرام باندھکر تلبیہ کہتا ہوا۔ سقط۔ بطل عنہ دم الوقت۔ تو اسکے ذمہ سے میقات کی قربانی ساقط ہوگئی۔ ف یعنی میقات سے بغیر احرام تجاوز کرنے سے اسپر ایک قربانی کا کفارہ واجب ہوا تھا وہ اسطرح میقات کی طرف لوٹ جانے سے ساقط ہوگئی۔ وان رجع الیہ ولم یلب۔ اور اگر وہ میقات کی طرف لوٹا اور تلبیہ نہین کہا۔ حتی دخل مکۃ وطاف لعمرتہ۔ یہانتک کہ جاکر مکہ مین داخل ہوا اور اپنی عمرہ کا طواف کر لیا۔ ف یعنی فعل شروع کر دیا۔ فعلیہ دم۔ تو اسپر قربانی لازم ہو۔ ف الحاصل میقات کی طرف لوٹنے مین تلبیہ کہنا ضرور ہو۔ وہذا عند ابی حنیفہ رح۔ اور یہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہو۔ وقالا ان رجع الیہ محرما فلیس علیہ شیء لبی اولم یلب۔ اور صاحبین نے کہا کہ اگر وہ میقات کی طرف احرام کی حالت مین لوٹا تو اسپر کچھ لازم نہین رہا خواہ اسنے تلبیہ کہا ہو یا نہین۔ ف یہی ایک قول شافعی ہو۔ وقال زفر رح لایسقط لبی اولم یلب۔ اور زفر رح نے کہا کہ کفارہ کی قربانی ساقط نہ ہوگی خواہ تلبیہ کہے یا نہ کہے۔ ف یہی قول مالک و شافعی ہو۔ لان جنایتہ لم ترتفع بالعود وصار کما اذا افاض من عرفات قبل الامام ثم عاد الیہ بعد الغروب۔ کیونکہ اسکا جرم تو میقات کو لوٹنے سے مرتفع نہین ہوا اور ایسا ہوگیا کہ جیسے عرفات سے امام سے پہلے چل دیا پھر بعد غروب کے عرفات کو واپس آگیا۔ ف تو بالاتفاق لوٹنا مفید نہین اور قربانی کفارہ لازم رہیگی۔ یہی برہان ہو۔ اعتراض ہوا کہ دونون مین فرق ہو کیونکہ عرفات کی واپسی بے وقت ہو اور یہان واپسی وقت پر ہو کہ ہنوز کوئی فعل شروع نہین کیا۔ قیاس مع الفارق ہو۔ ولنا انہ تدارک المتروک فی اوانہ۔ اور ہماری دلیل یہ کہ اسنے متروک کا تدارک اپنے وقت پر کر لیا۔ وذلک قبل الشروع فی الافعال۔ اور اسکا وقت افعال شروع کرنے سے پہلے موجود ہو۔ ف تو اپنے وقت کا تدارک کرنا مفید ہوگا۔ فیسقط الدم۔ پس کفارہ کی قربانی ساقط ہو جائیگی۔ بخلاف الافاضۃ۔ بخلاف عرفات سے چل دینے کے۔ لانہ لم یتدارک المتروک علی ما مر۔ کیونکہ اسنے متروک کا تدارک نہین کیا بنا بر آنکہ گذرا۔ ف خلاصہ یہ کہ آفتاب غروب ہو جانے پر وقت نہین رہا تو تدارک نہین ہوا اور یہان تدارک وقت پر مفید ہو اور اسمین امام ابو حنیفہ و صاحبین کا اتفاق ہو۔ غیر ان التدارک عندہما بعودہ محرما۔ سوائے اتنی بات کے کہ تدارک صاحبین کے نزدیک اسکے احرام کے ساتھ عود کرنے مین حاصل ہو۔ ف کچھ تلبیہ کی ضرورت نہین ہو۔ لانہ اظہر حق المیقات کما اذا مر بہ محرما ساکتا۔ کیونکہ اسنے میقات کا حق یعنی احرام ظاہر کر دیا تو ایسا ہوا کہ جیسے وہ میقات پر احرام کے ساتھ خاموش گذرا۔ ف بدون تلبیہ کے چنانچہ یہ بالاتفاق جائز ہو اسیطرح یہان بھی تلبیہ کہتے ہوئے لوٹنا ضرور نہین۔ وعندہ رح بعودہ محرما ملبیا۔ اور امام رح کے نزدیک اسکے احرام کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے عود کرنے مین حاصل ہو۔ لان العزیمۃ فی حق الاحرام من دویرۃ اہلہ۔ کیونکہ احرام کے حق مین عزیمت یہ کہ اپنے اہل کے جھونپڑون سے ہو۔ ف یعنی احرام مین ایک طریقہ تو عزیمت یعنی افضل و اعلی ہو اور وہ اپنے وطن کی آبادی سے احرام باندھنا۔ و رخصت یعنی ادنی درجہ اور جائز ہو وہ میقات سے احرام باندھنا۔ فاذا ترخص بالتاخیر الی المیقات وجب علیہ

Marfat.com

حقه بالتكبير التلبية - پس جب اسنے میقات تک تاخیر کرنے کی رخصت اختیار کی تو تلبیہ پیدا کرکے احرام کا حق پورا کرنا اسپر واجب ہی - وکان التلافی بعودہ ملبیا - اور جرم کی تلافی تلبیہ کہتے ہوے لوٹنے سے ہوگی - ف لیکن اسمین یہ ضرور ہی کہ اگر اسنے رخصت تاخیر اختیار کی تو یہ واجب تبھی کہ غربت کی اسپر واجب ہو - جواب یہ ہو سکتا ہی کہ جب میقات پر احرام باندھ لیتا تو کچھ ضرورت تلبیہ نہ تھی مگر جب اسنے بغیر احرام کے تجاوز کیا تو اب اسپر عود کرنے مین احرام کے ساتھ تلبیہ ظاہر کرنا فرض ہی ہم - وعلی ہذا الخلاف اذا احرم بحجة بعد المجاوزة مكان العمرة فی جمیع ما ذکرنا اور اگر اسنے میقات سے بغیر احرام تجاوز کرنے کے بعد بجاے عمرہ کے حج کا احرام باندھا ہو تو ان سب امور مین جو ہم نے ذکر کیے ہین امام ابو حنیفہ وصاحبین کا قول اسی اختلاف پر ہی - ف پھر یہ سب اسوقت کہ بعد احرام کے کوئی فعل عمرہ شروع کرنے سے پہلے عود کیا ہو - ولو عاد بعدما ابتدأ الطواف واستلم الحجر لا يسقط عنه الدم بالاتفاق - اور اگر اسنے طواف شروع کرنے و حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد میقات کی طرف عود کیا ہو تو بالاتفاق اس سے قربانی کفارہ ساقط نہوگی - ف خواہ تلبیہ کہتا ہوا لوٹے یا نہین - اور یہ قول جیسے ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہی مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہی - مع - یہ سب اسوقت کہ اسنے احرام باندھ لیا ہو پھر میقات کر لوٹا - ولو عاد اليه قبل الاحرام يسقط بالاتفاق - اور اگر احرام باندھنے سے پہلے وہ میقات کی طرف لوٹا تو بالاتفاق اسکے ذمہ سے قربانی ساقط ہو جائیگی - ف جب کہ اسنے میقات سے احرام باندھا - وہذا الذی ذکرنا - اور یہ سب جو ہم نے ذکر کیا - ف کہ بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنے مین قربانی کفارہ واجب ہوتی ہی بوجہ مذکورہ - اذا كان يريد الحج او العمرة - یہ اسوقت کہ اسکا ارادہ حج یا عمرہ کا ہو - ف اور اگر اسکا یہ ارادہ نہو - فان دخل البستان لحاجته - پس اگر وہ بستان نبی عامر مین اپنی حاجت سے داخل ہوا - ف مثلاً تجارت یا ملاقات وغیرہ کے واسطے حالانکہ وہ میقات سے احرام کرکے نہین گیا تو اسپر کچھ جرم نہین ہی - اب اگر وہ بستان سے مکہ معظمہ مین داخل ہونا چاہے، فعلیه ان يدخل مكة بغير احرام - تو اسکو اختیار ہی کہ بغیر احرام کے مکہ مین داخل ہو - ف یعنی یہ نہین کہ بغیر میقات سے احرام لانے کے مکہ مین داخل ہونا جائز ہی کیونکہ سب کو بغیر احرام کے مکہ مین نہین سے احرام باندھکر داخل ہو سکتا ہی اور یہ معنی نہین کہ بغیر احرام کے مکہ مین داخل ہونا جائز ہی کیونکہ سب کو بغیر احرام کے مکہ مین داخل ہونا چاہیے اسپر احرام لازم ہی خواہ حج یا عمرہ یا دونون کا قصد ہو یا نہو - الفتح - لہذا فرمایا - وموقته البستانی اور بستانی کیواسطے میقات یہی موضع بستان ہی - ف یعنی بستان سے احرام باندھنا اسکے حق مین میقات سے احرام ہی کیونکہ یہی اسکا میقات ہی - وہو وصاحب المنزل سواء - اور یہ شخص جو بستان مین داخل ہو گیا اور جو شخص کہ بستان کا رہنے والا ہی دونون یکسان ہین ف یعنی اس بات مین کہ انکے واسطے میقات یہی مقام ہی - اور اس آفاقی کو میقات آفاقی سے احرام لانے کی ضرورت نہین ہی - لان البستان غير واجب التعظيم فلا يلزمه الاحرام بقصده - کیونکہ بستان کوئی مقام واجب التعظیم نہین تو بستان کا قصد کرنے سے اسپر احرام باندھنا لازم نہوگا - ف بلکہ جائز نہین ہی پس بستانی مین بغیر احرام داخل ہوگا - واذا دخله التحق بأهله - اور جب بستان مین داخل ہو گیا تو بستان والون کے ساتھ لاحق ہو گیا - ف اگرچہ پندرہ روز اقامت کی نیت نہ ہو - وللبستانی ان يدخل مكة بغير احرام للحاجة فكذلك له - اور بستان والے کو مکہ مین داخل ہونا اپنی ضرورت کے لیے بدون احرام کے جائز ہی تو اسکے واسطے بھی جائز ہی - ف اسکے معنی بقول ابن الہمام رح بلکہ میقات سے احرام لانے کے بغیر مکہ مین داخل ہو سکتا ہی رہا یہ کہ وہان سے احرام باندھ لینا تو ضرور ہی - والمراد بقوله ووقته البستان - اور یہ جو فرمایا کہ ووقتہ البستان یعنی بستانی کا میقات بستان ہی اس سے مراد یہ کہ جمیع المحل الذی بینه وبین الحرم - تمام محل جو اسکے و حرم

درمیان مانع ہو۔ ف کوئی خصوصیت بستان کی نہین ہو۔ وقد مر من قبل۔ اور یہ بیان پہلے گذرا۔ فلذا وقت الداخل الملمق ہو۔ پس یون ہی اُس شخص کا میقات جو بستان مین داخل ہو کر بستانی کے ساتھ ملا یا گیا ہو یہی بستان ہو۔ ف (فروع) جو کوئی مکہ مین بغیر احرام داخل ہونا چاہے اُسکا یہی حیلہ ہو کہ بستان مین داخل ہو۔ الکافی۔ اِس حیلہ مین اعتراض ہو کہ جب اِسکا اصلی قصد کہ ہو تو اُسکو آفاقی مواقیت سے بغیر احرام تجاوز کرنا نہین جائز ہو۔ الہدایہ۔ مین کہتا ہون کہ بالفعل اِسکا قصد یہ ہو کہ بستان مین تجارت وغیرہ کے لیے داخل ہوتا ہو اگرچہ اُسکو علم ہو کہ بستان سے مکہ کا قصد کریگا۔ لیکن معنی اِسکے صرف یہ ہین کہ اُسنے اِس حیلہ سے میقات آفاقی سے احرام بچایا اگرچہ بستان سے باحرام داخل ہونا ضرور ہو جیسا کہ شیخ محقق نے تحقیق کی ہو۔ الحاصل جو آفاقی کہ بستان مین داخل ہو گیا وہ اور بستانی حکم مین واحد ہین۔ فان احرما من المحل۔ پھر اگر دونون نے یعنی داخل ہونے والے اور بستانی دونون نے محل سے احرام باندھا۔ ف یعنی بقصد حج۔ ووقفا بعرفة لم یکن علیهما شیء۔ اور دونون نے جاکر عرفات مین وقوف کیا تو دونون پر کچھ واجب نہین ہو۔ یرید به البستانی والداخل فیه۔ ان دونون سے مراد ایک بستانی اور دوسرا بستان مین داخل ہونے والا۔ لانهما احرما من میقاتهما۔ کیونکہ ان دونون نے اپنی میقات سے احرام باندھا۔ ف تو اُنپر کچھ جنایت کا کفارہ نہین کیونکہ جنایت ہی نہین ہو۔ پھر واضح ہو کہ ظاہر کلام مصنف رح یہ ہو کہ اہل بستان کے واسطے یہ حکم ہو کہ جب حج یا عمرہ کا قصد کرین تو بستان سے احرام باندھین اور جب کسی ضرورت کے واسطے سوائے زیارت بیت العتیق کے کہ مین جاوین تو بغیر احرام جائز ہو کیونکہ حاجات کثیرہ لاحق ہوتی ہین اور ہر بار احرام مین مشقت و حرج شدید ہو پس جو شیخ ابن الہمام نے نقل کیا وہ آفاقی کے واسطے ہو اور یہ مسئلہ باب الاحرام مین گذر چکا۔ م۔ ومن دخل مکة بغیر احرام۔ اور جو شخص کہ مکہ مین بغیر احرام کے داخل ہو گیا۔ ف حالانکہ اُسکے داخلہ سے اُسپر حج یا عمرہ ہمارے نزدیک لازم ہو۔ ثم خرج من عامه ذلک الی الوقت۔ پھر وہ اسی سال مین میقات کو گیا۔ واحرم بحجة علیه۔ اور اُسنے ایسے حج کا احرام باندھا جو اُسپر واجب ہو۔ ف خواہ حج فرض ہو یا حج نذر ہو بلکہ خصوصیت حج نہین حتی کہ اُسنے احرام عمرہ واجبہ بنذر وغیرہ کا باندھا۔ اجزاه ذلک من دخوله مکة بغیر احرام۔ تو اِسکو بغیر احرام کے مکہ داخل ہونے سے یہ نسک واجبہ کافی ہو گیا۔ ف یعنی اول داخلہ کا حج یا عمرہ اِس واجبی حج یا عمرہ سے ادا ہو گیا۔ وقال زفر رح لا یجزیه وهو القیاس اعتبارا بالمحرم بسبب النذر فصار کما اذا تحولت السنة۔ اور زفر رح نے کہا کہ یہ اسکو کافی نہ ہو گا اور قیاس یہی ہو بر قیاس اِسکے جو بوجہ نذر کے لازم ہوا تو ایسا ہو گیا کہ گویا سال پلٹ گیا ہو۔ ف یعنی وجہ قیاس یہ ہو کہ اول حج یا عمرہ تو داخل مکہ معظمہ ہونے سے واجب ہوا تھا اور یہ حج یا عمرہ پہلے سے واجب تھا تو دونون کا سبب مختلف ہو پس ایک سے دوسرا ادا نہ ہو گا جیسے کسی پر حج نذر تھا پھر مالداری سے حج الاسلام فرض ہوا تو حج الاسلام ادا کرنے سے حج نذر بالاتفاق ادا نہین ہوتا پس ایسا ہی یہان ہو کہ حج یا عمرہ واجبہ کے ادا کرنے سے جو نسک بوجہ داخلہ کے لازم آیا تھا ادا نہین ہو گا۔ کیونکہ دونون کا سبب مختلف ہو پس سبب کا بدلنا مانند سال بدلنے کے ہو گا حالانکہ سال بدل جانے مین بالاتفاق ادا نہین ہو گا۔ ولنا۔ اور ہماری دلیل۔ ف یعنی استحسان۔ تو ہم نے استحساناً جان لیا کہ۔ انه تلافی المتروک فی وقته۔ اِسنے متروک حج یا عمرہ تحیہ کی تلافی اپنے وقت مین کر لی۔ ف یعنی سال کے اندر اسطرح کہ فرض یا واجب کے ضمن مین اسکو ادا کر لیا اور کوئی علیحدہ حج یا عمرہ تعظیمی ادا کرنا مقصود نہین ہو۔ لان الواجب علیه تعظیم هذه البقعة بالاحرام۔ کیونکہ اسپر واجب تو اس بقعہ معظمہ کی تعظیم

کرنا احرام کے ساتھ ہی - ف تو واجب احرام کے ضمن مین یہ مقصود حاصل ہوجائیگا - کما اذا اتاہ محرما بحجۃ الاسلام فی اول ابتداء - جیسے اگر ابتدا مین حجۃ الاسلام یعنی فریضہ حج کا احرام باندھے آیا - ف تو تحیہ کے حج یا عمرہ سے کافی ہوجاتا - یون ہی اس سال کے اندر نذر کا کرنا کافی ہوگیا - بخلاف ما اذا تحولت السنۃ لانہ صار دینا فی ذمتہ برخلاف ایسی صورت کے کہ جب سال پلٹ گیا ہو کیونکہ تحیہ واجبہ اسکے ذمہ دین لازم ہوگیا - فلا یتادی الا باحرام مقصود - تو نہین ادا ہوگا کسی حال سے سوائے مقصود احرام کے ساتھ - ف یعنی جو احرام کہ اسی دین کے ادا کرنے کے قصد سے باندھا جاوے - کما فی الاعتکاف المنذور - جیسے نذر کے اعتکاف مین ہوتا ہی - ف یعنی اگر سال اعتکاف رمضان کے نذر کی ادا اعتکاف مین روزہ رکھنا لازم ہی - فانہ یتادی بصوم رمضان من بدء السنۃ دون انعام الثانی - تو اس سال کے روزہ رمضان کے ساتھ اعتکاف مذکور ادا ہوجائیگا نہ دوسرے سال کے رمضان سے ف بلکہ ضرور ہی کہ رمضان کے سوائے کسی مہینہ مین اعتکافی روزہ کے ساتھ اعتکاف قضا کرے - پھر واضح ہو کہ اکثر کتابون مین لکھا کہ جو کوئی کہ معظمہ مین جانے کا قصد کرے اسپر حج یا عمرہ لازم ہی اور امام مصنف رح نے فرمایا کہ اسپر احرام لازم ہی - یہی صحیح ہی یعنی واجب کیا گیا کہ جو شخص کہ معظمہ کا قصد کرے وہ ضرور احرام باندھکر جاوے پس احرام حج وغیرہ کا قصد رکھتا ہو تو یہی احرام کافی ہی یا نہین تو علیحدہ احرام سے جاوے پھر یہ احرام کھل نہین سکتا تاوقتیکہ اس سے کوئی حج یا عمرہ ادا کرے کیونکہ احرام سے نکلنے کی سبیل ادائے افعال ہی جیسا کہ حج فاسد مین افعال پورے کرنا اسی وجہ سے لازم ہین ہم - ومن جاوز الوقت فاحرم بعمرۃ - اور جس شخص نے میقات سے تجاوز کرکے عمرہ کا احرام باندھا تو افسد ہا - اور عمرہ کو فاسد کر دیا - ف یا ین طور کہ چار پھیرے طواف سے پہلے جماع کر لیا - مضی فیہا - تو عمرہ کے افعال مین گذر جاوے - ف یعنی احرام سے نکلنے کے واسطے افعال پورے کرے اگرچہ عمرہ ادا نہ ہوگا - وقضاہا اور عمرہ کو قضا کرے - ف جو قت چاہے کچھ سال آیندہ کی قید مثل حج کے نہین کیونکہ عمرہ کا وقت تمام سال ہی علی ما مر سابقا - پس میقات سے احرام باندھکر عمرہ قضا کرے - لان الاحرام تقع لازما - کیونکہ احرام تو لازم واقع ہوتا ہی - ف بدون افعال ادا کیے اس سے نکلنا ممکن نہین ہی - فصار کما اذا افسد الحج - تو ایسا ہوگیا جیسے حج کو فاسد کر دیا - ف اور حج فاسد مین افعال پورے کریگا یون احرام عمرہ مین ہی - ولیس علیہ دم لترک الوقت - اور اسپر میقات چھوڑنے سے کفارہ کی قربانی لازم نہوگی - ف اگرچہ فاسد کرنے کا کفارہ لازم ہی کیونکہ جب اسنے عمرہ کو احرام میقات سے قضا کیا تو اول تجاوز میقات بغیر احرام کا نقصان پورا ہوگیا جیسے نماز مین سہو ہوا پھر فاسد ہوکر قضا کی تو سجدہ سہو ساقط ہوگیا - مع - وعلی قیاس قول زفر لا یسقط عنہ - اور قول زفر رح کے قیاس پر دم ساقط نہ ہوگا - ف یعنی زفر رح سے صریح روایت نہین مگر انکے قول سابق پر قیاس کرکے نکلا کہ قربانی ساقط نہ ہوگی - وہو نظیر الاختلاف - اور یہ اختلاف نظیر ہی اس اختلاف کی - ف جو دو صورتون مین ہی اول - فی فائت الحج اذا جاوز الوقت بغیر احرام - ایسے شخص مین جس نے حج کو فوت کیا جب کہ وہ میقات سے بغیر احرام تجاوز کر گیا ہی - ف یعنی بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا مگر اسکو حج نہین ملا - اور دوم فیمن جاوز الوقت بغیر احرام واحرم بالحج ثم افسد حجتہ - ایسے شخص مین جس نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا پھر حج کا احرام باندھا پھر اسکو فاسد کر دیا - ف ضمنا قبل وقوف عرفہ کے جماع کر لیا - تو ان دونون شخصون پر آیندہ قضا مین میقات سے احرام لانے سے اول تجاوز کا دم ساقط ہوگیا اور زفر رح کے نزدیک ساقط نہ ہوگا - وہو یعتبر المجاوزۃ بدءہ - اور زفر رح اس تجاوز میقات بغیر احرام کو قیاس کرتے ہین - بغیر احرام من

المحظورات - اسکے سوائے دیگر ممنوعات پر - ف - چنانچہ دیگر ممنوعات مانند خوشبو لگانے وغیرہ سے جو کفارہ دم واجب ہوا وہ قضا سے ساقط نہ ہوگا تو بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کا کفارہ بھی قضا سے ساقط نہ ہوگا - لیکن مخفی نہیں کہ دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ خوشبو لگانے وغیرہ کا جرم ہو چکا اسکی تلافی نہیں بخلاف میقات سے تجاوز کے کہ اسکی تلافی ہے - تو فرق کے باوجود قیاس صحیح نہ ہوگا - ولنا انہ لیصیر قاضیا حق المیقات بالاحرام منہ فی القضاء - اور ہماری دلیل یہ کہ قضا میں وہ شخص میقات سے احرام باندھنے میں میقات کا حق ادا کرنیوالا ہو جائیگا - وھو یکفی الفائت - اور قضا اسکی حکایت کرتا ہے جو فوت ہوا - ف - گویا فوت شدہ کا قائم مقام یہ ہے تو گویا اسنے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہیں کیا - ولا یتقدم بہ غیرہ من المحظورات - اور قضا کے ذریعہ سے دیگر محظورات معدوم نہیں ہوتے ہیں - ف - پس اگر قضا میں اسنے خوشبو نہیں لگائی تو اس سے لازم نہ ہوا کہ گویا اسنے ادا میں خوشبو نہیں لی تھی - کیونکہ ایک وقت ایک گناہ نکرنے سے دوسرے زمانہ کا کرنا نہیں چھٹتا ہے - فوضح الفرق - تو فرق کھل گیا - ف - یعنی بغیر احرام تجاوز میقات میں - اور دوسرے ممنوعات کرنے میں فرق ظاہر ہوا کہ قضا سے دیگر ممنوعات نہیں چھٹتے ہیں بخلاف حق میقات کے کہ وہ پورا ہو جاتا ہے کیونکہ قضا تو سابق فاسد کی ہے لہذا اگر ادا اول مرتبہ فاسد نہ کیا ہو بلکہ پورا کیا ہو پھر دوسرے سال دوسرا میقات سے ادا کیا تو ادا میں میقات سے تجاوز کا کفارہ لازم رہیگا کیونکہ دوسرا حج مستقل ہے ادا کا قائم مقام نہیں ہے - م - واذا خرج الملکی یرید الحج فاحرم اور اگر مکی حرم سے حل کو نکلا درحالیکہ حج کا ارادہ رکھتا ہے پس اسنے احرام باندھا - ف - یعنی حل سے - ولم یعد الی الحرم ووقف بعرفۃ - اور حرم کی طرف نہیں لوٹا اور عرفات کا وقوف کیا - ف - یعنی حل سے احرام باندھ کر عرفات کو چلا گیا - فعلیہ شاۃ - تو اس کی پر ایک بکری واجب ہے - ف - کیونکہ اسنے میقات سے تجاوز کیا - لان وقتہ الحرم وقد جاوزہ بغیر احرام - کیونکہ مکی کا میقات تو حرم ہے اور حال یہ کہ وہ اپنے میقات سے بغیر احرام تجاوز کر گیا - ف - اور تلافی نہ کی - اور اگر بضرورت حل میں آیا ہو تو اسپر کچھ نہیں - السروجی - فان عاد الی الحرم ولبی اولم یلب - پھر اگر کی مذکورے (عرفات جانے سے پہلے) حرم کو عود کیا اور تلبیہ کہا یا نہیں کہا - ف - یعنی تلبیہ کہتا ہوا لوٹا یا نہیں - فھو علی الاختلاف الذی ذکرناہ فی الآفاقی - تو اسکا حکم اسی اختلاف پر ہے جو ہم نے آفاقی کے مسئلہ میں بیان کیا - ف - یعنی زفر کے نزدیک کسی طرح قرانی مذکور ساقط نہ ہوگی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر تلبیہ کہتا ہوا لوٹا ہے تو ساقط ہے ورنہ نہیں - اور صاحبین کے نزدیک صرف حرم کو لوٹنے سے ساقط ہے - والمتمتع اذا فرغ من عمرتہ ثم خرج من الحرم فاحرم - اور متمتع جب عمرہ سے فارغ ہوا پھر حرم سے باہر ہو کر احرام حج باندھا - ف - حالانکہ بنیت مکی کے اسکا میقات حرم تھا تو دو حال سے خالی نہیں کہ وہ اپنی میقات یعنی حرم کو لوٹا یا نہیں - اگر نہیں لوٹا - وقف بعرفۃ - اور عرفات میں وقوف کر لیا - فعلیہ دم - تو متمتع مذکور پر کفارہ قربانی واجب ہے - لانہ لما دخل مکۃ وقاتی بافعال العمرۃ صار بمنزلۃ المکی - کیونکہ جب وہ مکہ میں داخل ہو کر افعال عمرہ بجا لایا تو بمنزلہ مکہ والے کے ہو گیا واحرام المکی من الحرم لما ذکرنا - اور مکہ والے کا احرام حرم سے ہے بوجہ اسکے جو ہم سابق ذکر کر چکے - ف - یعنی فصل مواقیت میں - تو اس متمتع نے اپنا میقات حرم چھوڑ دیا - فیلزمہ الدم بتاخیرہ عنہ - تو حرم سے احرام تاخیر کرنے سے اسپر قربانی کفارہ لازم ہے - ف - کیونکہ بعد تاخیر کے اسنے تدارک تلافی بھی نہیں کی - فان رجع الی الحرم واہل فیہ قبل ان یقف بعرفۃ فلا شیء علیہ - پھر اگر وقوف عرفہ سے پہلے متمتع مذکور حرم کو واپس آیا اور اسمیں تلبیہ کہا تو اسپر کچھ لازم نہیں رہا - ف - یہ امام ابو حنیفہ رح کے قول پر ہے - وھو علی الخلاف الذی تقدم فی الآفاقی

Marfat.com

اور یہ مسئلہ اسی اختلاف پر ہے جو آفاقی کی صورت میں گذرا۔ ف۔ جب کہ میقات سے بغیر احرام تجاوز کیا۔ صاحبین کے نزدیک حرم میں واپس جانے سے بدون تلبیہ کے دم ساقط ہوا اور زفر رح کے نزدیک کسیطرح ساقط نہ ہوگا۔

باب اضافۃ الاحرام

یہ باب احرام کو مضاف کرنے کے بیان میں ہے۔ اضافۃ الاحرام۔ یعنی احرام عمرہ کو حج کی طرف یا برعکس ملانا۔ واضح ہو کہ ایام حج میں آفاقی کو عمرہ و حج جمع کرنا بطور قران یا تمتع کے صحیح ہے اور مکی کے حق میں صحیح نہیں ہے۔ قال ابو حنیفۃ افاحرم المکی بالعمرۃ وطاف لہا شوطا۔ امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ اگر مکی نے عمرہ کا احرام باندھا اور اسکا طواف ایک پھیر کر لیا۔ ف۔ یعنی چار سے کم کچھ شروع کر لیا۔ ثم احرم بالحج۔ پھر حج کا احرام باندھا۔ فانہ یرفض الحج۔ تو وہ حج کو ترک کر دے۔ وعلیہ لرفضہ دم۔ اور اسپر حج توڑنے کے وجہ سے ایک قربانی واجب ہوگی۔ وعلیہ حجۃ وعمرۃ۔ اور اسپر ایک حج و عمرہ واجب ہوا۔ ف۔ بوجہ قضاے شروک کے کیونکہ ہر قضاے حج میں حج کے ساتھ عمرہ ہوتا ہے۔ وقال ابو یوسف و محمد رفض العمرۃ احب الینا۔ اور ابو یوسف و محمد رح نے کہا کہ ہمارے نزدیک عمرہ کو ترک کرنا بہتر ہے۔ ف۔ اگرچہ ترک حج جائز ہے جب کہ عمرہ چار پھیر سے کم کیا ہو۔ وقضاہا وعلیہ دم لرفضہا۔ اور عمرہ کو قضا کر لے اور عمرہ ترک کرنے کی وجہ سے اسپر قربانی کفارہ واجب ہوگی۔ لانہ لابد من رفض احدہما۔ صاحبین کی دلیل یہ کہ عمرہ و حج میں سے کسی کو ایک چھوڑنا ضروری ہے۔ لان الجمع فی حق میقاتہما للمکی غیر مشروع۔ کیونکہ مکی کے حق میں عمرہ و حج کو جمع کرنا مشروع نہیں ہے والعمرۃ اولی بالرفض۔ اور ترک کے واسطے عمرہ زیادہ لائق ہے۔ ف۔ بہ نسبت حج کے۔ لانہا ادنی حالا۔ کیونکہ عمرہ رتبہ میں کمتر۔ واقل اعمالا۔ اور اعمال میں تھوڑا۔ ولیسر قضاء۔ اور قضا کی راہ سے زیادہ آسان ہے۔ لکونہا غیر موقتۃ۔ کیونکہ عمرہ کسی وقت سے موقت نہیں ہے۔ ف۔ بلکہ سوائے عیدین و تشریق کے سال کے سب دنوں میں جائز ہے۔ وکذا اذا احرم بالعمرۃ ثم بالحج ولم یات بشئی من افعال العمرۃ۔ اور اسی طرح جب عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھ لیا اور افعال عمرہ میں سے کچھ بھی نہیں کیا۔ ف۔ تو اسکا اتفاق عمرہ کو ترک کر دے۔ الکامی رح۔ لما قلنا۔ جو اسکے جو ہم بیان کر چکے۔ ف۔ یعنی کم درجہ کم عمل اسکی قضا آسان ہے۔ فان طاف للعمرۃ اربعۃ اشواط۔ اور اگر کسی نے عمرہ کے واسطے چار پھیرے طواف کر لیے۔ ف۔ یعنی نصف سے زائد۔ ثم احرم بالحج رفض الحج بخلاف پھر اسنے حج کا احرام باندھا تو بخلاف حج کو توڑ دے۔ لان للاکثر حکم الکل۔ کیونکہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے۔ ف۔ تو گویا اسنے کل طواف کر لیا۔ فتقدر رفضہا۔ تو عمرہ کو ترک کرنا متقدر ہو گیا۔ ف۔ کیونکہ عمرہ تو یہی طواف کعبہ ہے۔ کما اذا فرغ منہا۔ مانند اس صورت کے کہ جب عمرہ سے فارغ ہو چکا ہو۔ ف۔ کہ اسوقت عمرہ ترک کرنے کی کچھ معنی نہیں ہیں حاصل طواف عمرہ کے سات پھیروں سے جب نصف سے زائد کر چکا تو بالاتفاق عمرہ کا ترک کرنا متقدر ہے۔ وکذلک اذا طاف للعمرۃ اقل من ذلک عند ابی حنیفۃ۔ اور یوں ہی جب عمرہ کے واسطے چار سے کم پھیرے کیے ہوں تو بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک عمرہ کا ترک کرنا متقدر ہے۔ ف۔ اور صاحبین کے نزدیک متقدر نہیں ہے۔ لان احرام العمرۃ قد تاکد بادار شئی من اعمالہا واحرام الحج لم یتاکد۔ ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ عمرہ کا احرام بوجہ اسکے اعمال میں سے کچھ ادا کرنے کے متاکد ہو گیا یعنی مضبوط و محکم ہو گیا اور حج کا احرام ابھی متاکد نہیں ہوا ہے۔ ورفض غیر المتاکد الیسر۔ اور حاصل یہ ہے کہ جو احرام غیر متاکد ہے اسکو ترک کرنا آسان ہے۔ ف۔ پس اسی پر عمل کرنا لازم ہوا۔ ولان فی رفض العمرۃ ابطال العمل۔ اور اس دلیل سے کہ عمرہ چھوڑنے میں سبب کو صدور یہ ہو یعنی کچھ شروع کر دیا ہے عمل کو باطل کرنا لازم

Marfat.com

آتا ہے۔ ف اور یہ حرام ہے چنانچہ نوافل الصلوٰۃ مین مدل گذرا۔ وفی رفض الحج امتناع عنہ۔ اور حج چھوڑنے مین اُس سے امتناع ہے۔ ف یعنی عمل سے باز رہنا لازم آتا ہے نہ باطل کرنا اور یہ جائز ہے چنانچہ نفل نماز کو ابتداء سے نہ پڑھنا جائز ہے لیکن شروع کرکے باطل کرنا حرام ہے۔ وعلیہ دم بالرفض ایھما رفضہ لانہ تحلل قبل آوانہ۔ اور اسکی پر ایک قربانی لازم ہوگی بوجہ ترک کرنے کے کسی کو دونون مین سے ترک کرے کیونکہ حلال ہونیکے وقت آنے سے پہلے وہ احرام سے حلال ہوگیا۔ ف لیکن گناہ نہ ہوگا۔ لتعذر المضی فیہ۔ کیونکہ اسکو پورا کرنا متعذر ہے۔ ف بوجہ ممانعت شرعی کے۔ فکان فی معنی المحصر۔ تو محصر کے معنی مین ہوگیا۔ ف محصر وہ کہ دشمن وغیرہ کی وجہ سے ادائے نسک سے روکا گیا ومنوع ہوا تو یہ کہی شرعاً دونون کو پورا کرنے سے ممنوع ہوا ہے تو جیسے محصر پر ایک قربانی آتی ہے اُسپر بھی حج یا عمرہ کسی کے ترک کرنے وحلال ہونے سے قربانی لازم ہوگی۔ الا ان فی رفض العمرۃ قضاءہا لا غیر وفی رفض الحج قضاؤہ وعمرۃ لانہ فی معنی فائت الحج۔ مگر دونون مین اتنا فرق ہے کہ عمرہ ترک کرنے مین صرف عمرہ کی قضا ہے نہ کچھ زیادہ۔ اور حج کے ترک کرنے مین قضاے حج اور ایک عمرہ ہے کیونکہ وہ حج فوت ہونے والے کے معنی مین ہے۔ ف یعنی احرام باندھکر گیا مگر حج نہین پایا تو اسپر حج مع عمرہ قضا مین لازم ہے۔ وان مضی علیھما اجزاہ۔ اور اگر کی دونون کو پورا کر گیا تو کافی ہے۔ ف یعنی عمرہ وحج کو پورا کر لیا باوجود ممانعت شرعی کے تو ادا ہوگیا۔ لانہ ادی افعالھما کما التزمھما۔ کیونکہ اسنے دونون کے افعال کو جیسے دونون کا التزام کیا تھا ادا کر دیا۔ ف تو التزام احرام کے موافق ہوگیا۔ غیر انہ منہی عنہ۔ سوائے اتنی بات کے کہ جمع کرنا ممنوع شرعی ہے۔ والنہی لا یمنع تحقق الفعل علی ما عرف من اصلنا۔ اور نہی فعل کے تحقق سے مانع نہین بنا بر اُسکہ ہماری اصل مین معلوم ہوا۔ ف یعنی اصول الفقہ مین مذکور ہے کہ جس فعل سے نہی ہو وہ دلیل اسکے شروع ہونے کی ہے باین معنی کہ یہ فعل متحقق ہوتا ہے بخلاف نفی کے کہ وہ عدم ہے پس نہی ونفی مین یہی فرق ہے کہ جس فعل سے نہی کی گئی اُسکا تحقق نہ ہوگا اور جس سے نہی ہو وہ متحقق ہوگا تو یہان کی سے حج وعمرہ متحقق ہوجائیگا۔ وعلیہ دم۔ اور اسپر ایک قربانی کفارہ لازم ہوگی۔ لجمعہ بینھما۔ کیونکہ اسنے دونون کو جمع کر دیا۔ لانہ تمکن النقصان فی عملہ لارتکابہ المنہی عنہ۔ کیونکہ ممنوع فعل کے مرتکب ہونے سے اسکے عمل مین نقصان بیٹھ گیا۔ ف تو اس نقصان کا جبر یعنی پورا کرنا قربانی سے ہے۔ وہذا فی حق المکی دم جبر اور جمع حج وعمرہ مین جو قربانی لازم آئی وہ مکی کے حق مین دم الجبر ہے۔ ف یعنی جبر نقصان کے واسطے کفارہ کے طور پر ہے پس اسمین سے کھانا سوائے فقرار کے جائز نہین۔ وفی حق الآفاقی دم شکر۔ اور آفاقی کے حق مین شکر کی قربانی ہے۔ ف خواہ جمع کرنا بطور قران میسر ہو یا بطور تمتع میسر ہو بہرحال وہ شکریہ کی قربانی ہے تو اسمین سے کھانا جائز ہے۔ ومن احرم بالحج ثم احرم یوم النحر بحجۃ اخری فان حلق فی الاول لزمتہ الاخری ولا شی علیہ۔ اور جس شخص نے حج کا احرام باندھا پھر دسوین ذی الحجہ روز قربانی کو دوسرے حج کا احرام باندھا پس اگر اول حج مین حلق کر لیا ہو تو دوسرا حج لازم ہوگا اور اسپر کچھ واجب نہین ہے۔ ف کیونکہ اسنے دو احرام جمع نہین کیے جو کہ بدعت ہے اور دوسرا حج آیندہ سال ادا کرے اسوقت تک احرام رہیگا۔ وان لم یحلق فی الاولی لزمتہ الاخری وعلیہ دم قصر اولم یقصر۔ اور اگر اسنے اول حج مین حلق نہین کیا ہے تو بھی دوسرا اسپر لازم ہوگا اور اسپر ایک قربانی کفارہ واجب ہوگی خواہ کترا دے یا نہ کترا دے۔ ف یعنی بعد احرام دوسرے حج کے چاہیے حلق یا قصر کرے یا نہ کرے۔ ن۔ عند ابی حنیفۃ رح۔ یہ امام ابو حنیفہ رح

کے نزدیک ہے۔ وقالا ان لم یقصر فلاشئ علیہ۔ اور صاحبین نے کہا کہ اگر حلق نہ کرے تو اسپر کچھ لازم نہ ہوگا ف اور اگر قصر کرے تو دم لازم ہوگا۔ لان الجمع بین احرامی الحج او احرامی العمرۃ بدعۃ فاذا حلق فھو انکان نسکا فی الاحرام الاول فھو جنایۃ علی الثانی لانہ فی غیر اوانہ فلزمہ الدم بالاجماع۔ امام وصاحبین کی تقریر دلیل یہ ہے کہ حج کے دو احرام یا عمرہ کے دو احرام جمع کرنا بدعت ہے پھر جب اسنے حلق کیا یعنی احرام اول کا حلق کیا تو حلق کرنا اگرچہ احرام اول کا ایک نسک ہے وہ دوسرے احرام پر جنایت ہے کیونکہ دوسرے احرام کے زمانہ حلق سے پہلے ہے تو باعتبار اس حلق سے دم لازم ہوگا۔ ف رہا حلق نہ کرے تو بھی امام رح کے نزدیک لازم اور صاحبین کے نہیں۔ تو کہا کہ: وان لم یحلق حتی حج فی العام القابل۔ اور اگر اسنے حلق یا قصر نہ کیا (یہاں تک احرام اول دوم میں سال یہانتک کہ آیندہ سال میں حج دوم کیا۔ ف اور دسویں کو وقت پر حلق یا قصر کیا حتی کہ دونوں احرام سے حلال ہوا۔ فقد آخر الحلق عن وقتہ فی الاحرام الاول۔ تو شک نہیں کہ اول احرام کے وقت حلق سے حلق کو تاخیر دے۔ ف حتی کہ ایک سال کے بعد حلق کیا۔ وذلک یوجب الدم عند ابی حنیفۃ اور ایسا کرنا یعنی نسک کو اپنے وقت سے تاخیر دینا ابو حنیفہ رح کے نزدیک کفارہ قربانی واجب کرتا ہے۔ وعندھما لا یلزمہ شئی علی ما ذکرنا۔ اور صاحبین کے نزدیک تاخیر سے کچھ لازم نہیں آتا چنانچہ ہم ذکر کر چکے۔ فلھذا سوے بین التقصیر وعدمہ عندہ۔ پس اسی اصل کی وجہ سے امام رح کے نزدیک منڈانے اور نہ منڈانے میں یکسان حکم کیا گیا۔ ف یعنی خواہ حلق کرے یا نہ کرے دونوں طرح اسپر کفارہ دم واجب ہوگا لیکن حلق کرنے میں بوجہ دوسرے احرام میں جنایت کے اور حلق نہ کرنے میں بوجہ تاخیر کے دم لازم ہے۔ وشرط التقصیر عندھما اور صاحبین کے نزدیک قصر کرنا شرط کیا گیا۔ ف یعنی تاخیر سے کچھ لازم نہیں اور حلق کر لینے میں احرام دوم پر جنایت ہے۔ ومن فرغ من عمرتہ الا التقصیر فاحرم بالحج فعلیہ دم۔ اور جو شخص اپنے عمرہ سے فارغ ہوا سوائے سر منڈانے یا کترانے کے پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھا تو اسپر کفارہ کی قربانی واجب ہے۔ لاحرامہ قبل الوقت۔ کیونکہ اسنے وقت سے پہلے احرام باندھا۔ ف کیونکہ اول احرام سے سر منڈا کر یا کترا کر باہم ہونے کے بعد وقت تھا۔ لانہ جمع بین احرامی العمرۃ وھذا مکروہ فیلزمہ الدم وھو دم جبر وکفارۃ۔ اسلیے کہ اسنے عمرہ کے دو احرام جمع کر دیے اور یہ بدعت مکروہ ہے تو اسپر قربانی لازم ہوگی اور یہ قربانی جبر نقصان وکفارہ کی ہے ف اسواسطے کہ دونوں عمرے کے افعال جمع ہوے جاتے ہیں برخلاف وجہ کے کہ اسمیں ایک حج دوسرے سال میں ادا کیا جائیگا۔ ن۔ ومن اہل بالحج۔ اور جس آفاقی نے حج کا تلبیہ کہا۔ ف یعنی احرام باندھا اور ہنوز کچھ شروع نہیں کیا۔ ثم احرم بعمرۃ۔ پھر عمرہ کا احرام باندھا۔ لزماہ۔ دونوں (حج وعمرہ) اسپر لازم ہونگے لان الجمع بینھما مشروع فی حق الآفاقی۔ والمسئلۃ فیہ۔ اسلیے کہ آفاقی آدمی کے حق میں حج وعمرہ جمع کرنا مشروع ہے اور یہ مسئلہ آفاقی کے حق میں ہے۔ فیصیر بذلک قارنا۔ پس آفاقی ایسا کرنے سے قارن ہو جائیگا۔ ف کیونکہ قارن وہی کہ جسکا احرام عمرہ وحج کا جمع ہو کر افعال شروع ہوں۔ لکنہ اخطأ السنۃ فیصیر مسیئا۔ لیکن اسنے سنت سے خطا کی تو برا کرنے والا ہو گیا۔ ف کیونکہ سنت تو احرام عمرہ وحج ہے یا اول عمرہ کا احرام پھر حج کا تلبیہ کہنا جیسا کہ قرآن میں تاویل احادیث میں گذرا۔ پھر اسکو چاہیے کہ اول افعال عمرہ ادا کرے پھر حج جیسا قارن کرتا ہے رم۔ فلو وقف بعرفات ولم یات بافعال العمرۃ فھو رافض للعمرۃ۔ اور اگر وہ افعال عمرہ بجا نہ لایا اور وقوف عرفات کر لیا تو وہ اپنے عمرہ کا ترک کرنے والا ہو گیا۔ لانہ تعذر علیہ اداؤھا۔ کیونکہ اب ادای عمرہ

Marfat.com

متعذر ہے۔ ف اگر وہم ہو کہ بعد حج کے ادا کریگا تو جواب یہ کہ نہیں۔ اذ ہی مبنیۃ علی الحج غیر مشروعۃ۔ ایسلیے کہ عمرہ اس حالت سے کہ وہ حج پر مبنی ہو غیر مشروع ہے۔ ف بلکہ عمرہ پر حج بنی کرنا معلوم ہوا۔ اگر وہم ہو کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ نے بعد حج کے تنعیم سے عمرہ کیا ہے۔ جواب ہاں وہ دوسرا احرام تھا پس تمتع میں ممکن ہے اور قران بیک احرام میں نہیں۔ پھر رفض عمرہ سے دم وقضا لازم ہوگی۔ اور واضح ہو کہ ابو حنیفہ رحؒ نے عبد الملک بن عمیر سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہم کو آگاہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو بوجہ عمرہ ترک کرنے کے قربانی کفارہ کا حکم دیا۔ الفتح۔ فان توجہ الیہا لم یکن رافضا حتی یقف۔ اور اگر یہ شخص عرفات کی طرف چلا تو ابھی عمرہ ترک کرنے والا نہ ہو جائیگا یہانتک کہ عرفہ کا وقوف کرلے۔ ف تب عمرہ رفض ہو جائیگا۔ وقد ذکرناہ من قبل۔ اور اسکو ہم پہلے بیان کر چکے۔ ف باب القران میں۔ واضح ہو کہ طواف القدوم داخل افعال حج ہے چنانچہ مصنف رحمہ اللہ نے قران میں اشارہ کیا۔ فان طاف للحج۔ اگر اسنے حج کا طواف کر لیا۔ ف یعنی طواف القدوم۔ ثم احرم بعمرۃ۔ پھر اسنے عمرہ کا احرام باندھا۔ لمعنی علیہما۔ پس دونوں پر گذر گیا۔ ف یعنی دونوں ادا کر گیا بدون کسی کو توڑنے یا فاسد کرنے کے۔ فرماوہ دم علیہ۔ تو دونوں اسپر لازم ہوئے اور اسپر ایک قربانی واجب ہے۔ ف واضح ہو کہ دونوں کا لازم ہونا تو احرام ہی سے ہو گیا۔ رہا قربانی واجب ہونا تو اس بنا سے کہ دونوں ادا کر گیا اسی واسطے یہ شرط مقدم کر دی پس حاصل یہ کہ احرام حج باندھکر طواف قدوم کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو دونوں اسپر لازم ہوئے پھر اگر دونوں کو پورا کر گیا اسطرح کہ اول عمرہ پھر حج ادا کیا تو اسپر ایک قربانی واجب ہے۔ لجمعہ بینہما۔ بوجہ حج وعمرہ جمع کرنے کے۔ لان الجمع بینہما مشروع علی ما مر فصح الاحرام بہما۔ کیونکہ حج وعمرہ جمع کرنا مشروع ہے۔ بنا بر آنکہ پہلے گذرا تو دونوں کا احرام صحیح ہو گیا۔ ف تو دونوں اسپر لازم ہو گئے۔ اگر وہم ہو کہ طواف حج کے بعد عمرہ نہیں ہو سکتا تو دفع کر دیا کر۔ والمراد بہذا الطواف طواف التحیۃ۔ مراد اس طواف سے طواف التحیۃ۔ ف یعنی طواف القدوم ہے نہ طواف زیارت۔ وانہ سنۃ ولیس برکن۔ اور طواف القدوم سنت ہے اور کچھ رکن نہیں ہے۔ حتی لا یلزم بترکہ شیئ۔ حتی کہ اسکے ترک کرنے سے اسپر کچھ لازم نہیں ہوتا۔ ف پس اس طواف ادا کرنے سے حج کا کوئی رکن ادا نہیں کیا۔ واذا لم یات بما ہو رکن یمکنہ ان یاتی بافعال العمرۃ ثم بافعال الحج۔ اور جب اسنے ایسا فعل نہیں کیا جو رکن ہو تو اسکو ممکن ہے کہ عمرہ کے افعال ادا کرے پھر حج کے افعال ادا کرے۔ ف لہذا عمرہ بھی اپنے احرام سے لازم ہو گیا۔ فلہذا لو مضی علیہما۔ لہذا اگر دونوں کو پورا کر گیا۔ ف کسی کو فاسد نہ کیا۔ جاز وعلیہ دم لجمعہ بینہما۔ تو جائز ہے اور اسپر دونوں کے جمع کرنے کی وجہ سے ایک قربانی لازم ہو گی۔ ف پھر شمس الائمہ وغیرہ نے کہا کہ یہ قربانی مثل قارن کے شکر کی قربانی ہے اور فخر الاسلام رحؒ نے کہا کہ۔ وہو دم کفارۃ وجبر۔ یہ قربانی کفارہ وجبر نقصان کی ہے۔ ہو الصحیح۔ یہی قول صحیح ہے۔ لانہ بان بافعال العمرۃ علی افعال الحج من وجہ۔ کیونکہ ایک وجہ سے وہ حج کے افعال پر عمرہ کے افعال کو بنی کرنے والا ہوا۔ ف اور یہ مکروہ ہے کیونکہ طواف القدوم اگرچہ سنت ہے مگر افعال حج اس سے شروع کیے جاتے ہیں اور اسکا سنت ہونا تو عمرہ لازم ہونے کو منافی نہیں ہے نہ آنکہ ہنوز حج کا کوئی فعل بھی شروع نہیں کیا۔ لہذا مسئلہ میں روایت ہے کہ۔ ویستحب ان یرفض عمرتہ۔ اور مستحب ہے کہ اپنے عمرہ کو توڑ دے۔ لان احرام الحج قد تاکد بشیئ من اعمالہ۔ کیونکہ حج کا کچھ عمل کرنے سے احرام حج متاکد ہو گیا ہے۔ بخلاف ما اذا لم یطف للحج۔ بخلاف اس صورت کے جب حج کے واسطے طواف

Marfat.com

قدوم کیا ہو۔ ف پھر عمرہ کا احرام باندھا تو عمرہ توڑنا مستحب نہین بلکہ عمرہ پھر حج ادا کیا جاوے اور آخر مین قران
کی قربانی یعنی شکر کی قربانی واجب ہو۔ واذا رفض عمرته تقضیها۔ اور جب استحبابا عمرہ کو توڑ دیا تو اسکو قضا
کرے۔ لصحة الشروع فیها۔ کیونکہ عمرہ مین شروع صحیح ہو چکا۔ ف کیونکہ آفاقی کے واسطے جمع مشروع ہو۔ و
علیه دم لرفضها۔ اور اسپر ایک قربانی لازم ہو بوجہ عمرہ ترک کرنے کے۔ ف پھر عمرہ سوائے عرفہ وعید و تشریق
کے جب چاہے تضا کرے۔ ومن اهل بعمرة فی یوم النحر او فی ایام التشریق لزمته۔ اور جس شخص نے احرام باندھا
عمرہ کا یوم النحر مین یا ایام تشریق مین تو اسپر عمرہ لازم ہوگا۔ لما قلنا۔ بوجہ اسکے جو ہم بیان کر چکے۔ ف کہ شروع
صحیح ہو اور وہ احرام سے حاصل۔ ویرفضها۔ اور اس عمرہ کو توڑ دے۔ ای یلزمه الرفض۔ یعنی اسپر توڑ دینا
واجب ہو۔ لانه قد اداى رکن الحج۔ کیونکہ اسنے رکن حج کو ادا کیا۔ ف یعنی طواف زیارت جب کہ یوم النحر ہو
فصیر بانیا افعال العمرة علی افعال الحج من کل وجه۔ تو وہ ہر وجہ سے افعال حج پر افعال عمرہ مبنی کرنے والا
ہو جائیگا۔ ف یعنی سبب صورت بھی اور سبب معنی بھی۔ وقد کرینا العمرة فی هذه الایام ایضا علی ما تذکره
اور ان ایام مین عمرہ مکروہ بھی ہو بنا بر آنکہ ہم اسکو ذکر کرینگے۔ فلذا یلزمه رفضها۔ پس اسی وجہ سے اسپر عمرہ ترک کرنا
لازم ہو۔ ف واضح ہو کہ نہایہ مین مسئلہ مذکور کو مقید کیا کہ عمرہ کا احرام باندھا یوم النحر مین قبل طواف زیارت یا قبل
حلق کے۔ اور عنایہ مین کہا کہ ظاہر اطلاق ہو یعنی قبل طواف زیارت و حلق ہو یا بعد حلق و طواف کے ہو یہی حکم ہو۔ کما فی
العینی۔ پھر اگر قبل طواف ہو تو ظاہر ہو کہ بعد احرام عمرہ کے طواف واقع ہوا ظاہر و باطن دونون طرح افعال عمرہ مبنی بر
حج ہوئے اور اگر بعد طواف ہو پس اگر طواف یوم النحر کو کیا پھر اسی روز احرام عمرہ باندھا تو ظاہر صورت مین بنائے عمرہ
بر حج ہو نہ باطن مین خصوص جب کہ احرام عمرہ بعد دسوین کے ہوا اور حدیث عائشہ رض مین ظاہر ہو کہ طواف وداع سے
پہلے عمرہ کیا۔ فافهم۔ م۔ فان رفضها فعلیه دم لرفضها وعمرة مکانها۔ پس جب عمرہ کو ترک کر دیا تو اسپر عمرہ چھوڑنے
کی قربانی اور بجائے اس عمرہ کے عمرہ واجب ہو۔ لما بینا۔ بوجہ اسکے جو ہم بیان کر چکے۔ فان مضی علیها اجزاه۔
اور اگر وہ عمرہ پورا کر گیا تو کافی ہو گیا۔ لان الکراهة۔ اسواسطے کہ کراہت۔ ف نافی نہین ہو بلکہ لمعنی فی غیرها
ایسے معنی کی وجہ سے ہو جو عمرہ کے غیر مین ہین۔ وهو کونه مشتغلا فی هذه الایام باداء بقیة اعمال الحج۔ اور یہ معنی
اسکا مشغول ہونا ان ایام مین باقی اعمال حج ادا کرنے مین۔ ف یعنی عمرہ ان ایام مین مکروہ ہونا صرف اسوجہ سے
کہ ابھی طواف زیارت و رمی الجمار وغیرہ بقیہ افعال حج مین مشغول ہو۔ فتجب تخلیص الوقت له تعظیما۔ تو تعظیم کے
واسطے اسکے لیے وقت کو سب کام سے خالص کرنا واجب ہو۔ ف تو عمرہ مین مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہو پس عمرہ خود
مکروہ نہین بلکہ ان معنی سے جو غیر مین موجود ہین کراہت آئی لہذا عمرہ بنظر ذات خود ادا ہو گیا۔ وعلیه دم۔ اور اسپر قربانی
واجب ہوئی۔ لجمعه بینهما اما فی الاحرام۔ بوجہ دونون مین جمع کرنے کے یا تو جمع کرنا احرام مین۔ ف جبکہ حج کے
حلق سے پہلے عمرہ کا احرام عمرہ باندھا ہو۔ ع۔ او فی الاعمال الباقیة۔ یا جمع باقی اعمال حج مین۔ ف جب کہ حلق
کے بعد احرام عمرہ ہو۔ قالوا وهذا دم کفارة ایضا۔ اور مشائخ نے کہا کہ یہ بھی کفارہ کی قربانی ہو۔ وقیل اذا حلق
للحج ثم احرم لا یرفضها علی ظاهر ما ذکر فی الاصل۔ اور کہا گیا کہ جب حج کے واسطے حلق کر لیا پھر عمرہ کا احرام
باندھا ہو تو عمرہ کو ترک نہ کرے بنا بر ظاہر عبارت اصل یعنی مبسوط کے۔ ف چنانچہ امام محمد رح نے مبسوط مین کہا
کہ عمرہ کو رفض نہ کرے ع۔ وقیل یرفضها احترازا عن النهی۔ اور کہا گیا کہ عمرہ رفض کرے تاکہ ممانعت سے بچے
ف کیونکہ ایام عید و تشریق مین عمرہ سے ممانعت ہو۔ قال الفقیه ابو جعفر ومشائخنا علی هذا۔ فقیہ ابو جعفر محمد بن ابی

Marfat.com

ہندوانی رح نے کہا کہ ہمارے مشائخ اسی قول پر ہین - ف یعنی رفض کرے - فان فاتہ الحج تم احرم بعمرۃ اوبحجۃ فعلیہ ان یرفضہا اگر اسکا حج فوت ہوچکا پھر اسنے عمرہ کا یا حج کا احرام باندھا تو اسکو رفض کردے - ف یعنی دوم کو خواہ عمرہ ہو یا حج ہو - لان فائت الحج یتحلل بافعال العمرۃ من غیر ان ینقلب احرامہ احرام العمرۃ علی ما یاتیک فی باب الفوات ان شاء اللہ تعالی - کیونکہ حج کھونے والا افعال عمرہ ادا کرکے حلال ہوجاتا ہی بدون اسکے کہ اسکا احرام منقلب ہوکر عمرہ کا احرام ہوجاوے بنابر آنکہ باب الفوات مین انشاء اللہ تعالی آویگا - ف تو ایک عمرہ وہ فوات حج کا کریگا اور دوسرے عمرہ کا احرام باندھا - فیصیر جامعا بین العمرتین من حیث الافعال - تو وہ دو عمرون کا جمع کرنے والا ادراہ افعال ہوگیا - ف اور یہ جائز نہین ہی - فعلیہ ان یرفضہا کما لو احرم بعمرتین - تو اسپر لازم ہی کہ عمرہ کو ترک کردے جیسے اسوقت کہ دو عمرون کا احرام باندھے - ف اور اس سے معلوم ہوا کہ ابو یوسف کے نزدیک فائت الحج کا احرام منقلب ہوکر عمرہ کا احرام ہوجاتا ہی تو یہان وہ دو عمرون کا احرام باندھنے والا ہوگیا - فرضکہ بالاتفاق اسپر دوسرا عمرہ توڑنا واجب ہی - وان احرم بحجتہ - اور اگر اسنے دوسرا احرام حج کا باندھا فیصیر جامعا بین الحجتین احرامًا فعلیہ ان یرفضہا کما لو احرم بحجتین - تو وہ احرام مین دو حج کا جمع کرنے والا ہوجاتا تو اسپر واجب ہوگا کہ دوسرے حج کو ترک کرے جیسے اسوقت کہ دو حج کا احرام باندھا ہو - ف یعنی ابتدائی احرام مین کہا کہ دو حج کے لیے لبیک کرتا ہون یا احرام مین دو حج کی نیت کی تو ایک کا ترک کرنا واجب ہوتا ہی اسی طرح یہان اول احرام ایک حج کا باندھا تھا وہ فوت ہوگیا اور ابھی احرام باقی ہی کہ اسنے دوسرے حج کا احرام باندھا تو بھی احرام کی راہ سے دو حج جمع ہوگئے پس دوسرے کو ترک کرنا لازم ہی - وعلیہ قضاؤہا بالصحۃ الشروع فیہا ودم رفضہا بالتحلل قبل اوانہ - اور اسپر اسکی قضا واجب ہی کیونکہ اسمین شروع کرنا صحیح ہوگیا اور اسپر ایک قربانی ہی بوجہ اسکے ترک کرنے کے اس طور کہ حلال ہونے کے وقت سے پہلے حلال ہوگیا - ف یعنی رح نے کہا کہ علیہ قضاؤہا یعنی اسپر اس حج کی قضا واجب ہی - مین کہتا ہون کہ ضمیر ثانیہ کی طرف راجع ہی یعنی عمرہ یا حج جسکو رفض کیا اسکی قضا واجب ہی پھر قبل وقت کے حلال ہوجانے سے قربانی واجب ہونا ظاہرا اسوجہ سے کہ فوت حج کا عمرہ ادا کرکے وہ حلال ہوگا ہم

باب الاحصار

یہ باب محصر ہوجانے کے بیان مین - احصار لغت مین منع ہی - اور فوت حج اگرچہ احصار سے بھی ہوتا ہی لیکن مراد یہ کہ وہ روکا نہین گیا بلکہ اسنے تاخیر کی حتی کہ ایسے وقت پہونچا کہ دسوین کی فجر طلوع ہوچکی اور اسنے وقوف عرفہ نہین پایا - اور احصار یہ کہ وہ روکا گیا حتی کہ پہونچ نہین سکا - پھر ہمارے نزدیک احصار کا تحقق جیسے مخلوق کی طرف سے مانند دشمن و درندہ کے ہوتا ہی یون ہی آسمانی آفت سے مثل بیماری و خرچ ختم ہوجانا اور عورت کا محرم مرجانا وغیرہ متجنس ہوتا ہی کہ خرچہ اگر چوری ہوا پس اگر پیادہ چل سکتا ہی تو وہ محصر نہین ورنہ محصر ہی - شافعی رح نے کہا کہ احصار سوائے دشمن کے نہین ہوتا - ف - واذا احصر المحرم بعدو او اصابتہ مرض - اور جب محرم (بحج یا بعمرہ) روکا گیا بوجہ دشمن کے یا مرض پیدا ہوجانے کے - فمنعہ من المضی - پس اس دشمن یا مرض نے اسکو پورا کرنے سے روکا - ف یعنی دشمن و مرض وہ معتبر ہی کہ آسکو بیت اللہ تک پہونچنے سے مانع ہو - جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عام الحدیبیہ مین مشرکون نے روکا تھا جب کہ آپ عمرہ کے لیے جاتے تھے - جاز لہ التحلل - تو محصر کو حلال ہوجانا جائز ہی - ف - بدم ادائے افعال حج یا عمرہ کے - وقال الشافعی لایکون الاحصار الا بالعدو - اور شافعی رح نے

Marfat.com

کہ اگر احصار نہین ہوتا مگر بوجہ دشمن کے - ف یہی قول مالک رح ہی - کیونکہ قولہ تعالی فان احصرتم الآیہ - احصار مین نازل ہوئی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب کو دشمنون نے روکا تھا پھر سیاق آیت مین دلالت ہی - فاذا امنتم فمن تمتع الآیہ - یعنی پھر جب تم کو امن حاصل ہو الخ - تو احصار مین امن نہین ہوتا - تو ہدی ذبح کرکے حلال ہو جاوے - پس احصار مخصوص دشمن کی وجہ سے ہوا - لان التحلل بالهدی شرع فی حق المحصر لتحصیل النجاۃ - کیونکہ محصر کے حق مین ہدی ذبح کرکے حلال ہو جانا اسواسطے مشروع ہوا تاکہ نجات حاصل کرے - وبالاحلال ینجو من العدو لا من المرض - اور حلال ہو جانے سے نجات دشمن سے حاصل ہوگی نہ مرض سے - ف تو احصار فقط دشمن سے ہوا نہ مرض سے - یعنی نہین کہ درندہ کو اسکے ساتھ لاحق کرنا ہوگا کیونکہ اس سے بھی نجات حاصل ہوتی ہی تو خصوصیت دشمن کی باقی نہین رہی پس آیندہ علت سے مرض وغیرہ بھی داخل کرسکتے ہین - م - ولنا ان آیۃ الاحصار وردت فی الاحصار بالمرض باجماع اہل اللغۃ - اور ہماری تقریر دلیل یہ ہی کہ احصار کی آیت تو مرض کی وجہ احصار واقع ہونے مین وارد ہی بدلیل اجماع اہل اللغۃ ف یعنی قرآن مجید کا وارد ہونا عرب کی زبان پر ہی پس زبان عرب کے موافق جو معنی ممکن ہین انپر اعتماد ہی اور آیت احصار مین لفظ احصرتم - واقع ہوا جو احصار سے ہی نہ حصر سے اور نحاس مقرنے اہل لغت کا اجماع نقل کیا کہ احصار بمرض ہی - فانهم قالوا الاحصار بالمرض والحصر بالعدو - کیونکہ اہل لغت مین کہا کہ احصار تو بمرض ہوتا ہی اور حصر بدشمن ہوتا ہی - ف یعنی جب کسی شخص کو مرض نے کسی کام سے روکا تو بولتے ہین کہ احصر فلان - یعنی فلان شخص احصار کیا گیا اور اگر اسکو کسی دشمن نے روکا ہو تو احصار نہین بلکہ حصر بولتے ہین کہ فلان حصر یعنی فلان شخص روکا گیا - پس جب آیت کریمہ مین حصر نہین بلکہ احصار ہی تو باجماع اہل اللغۃ اس آیت کے معنی یہی کہ جب تکو مرض روکے تو ہدی سے حلال ہو جاؤ یعنی قبل وقت کے - پھر حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن سے روکے جانے مین بھی یہی حکم ہی بلکہ حجاج بن عمرو الانصاری کی حدیث سے مرفوعاً معلوم ہوا کہ کسر اور فلک بھی احصار ہی - کما رواہ الخمسۃ وحسنہ الترمذی وصححہ النووی - منع - رہا یہ جو کہا کہ ہدی سے حلال ہونا صرف نجات حاصل کرنے کے غرض سے ہی یہ سمجھنا صحیح نہین - والتحلل قبل اوانہ للدفع الحرج الآتی من قبل امتداد الاحرام - اور حلال ہونا قبل اپنے وقت کے اسواسطے کہ احرام کے زمانہ دراز تک رہنے سے جو حرج پیش آنے والا تھا وہ دور ہو - ف حتی کہ اگر حج مین احصار ہوا تو آیندہ سال تک احرام مین مردہ برقرار رہنا پڑیگا - اور اسمین حرج عظیم ہی اور اگر فرض کرو کہ آیت مین مراد حصر دشمن ہی تو بھی جلی دلالت نص سے مرض کا احصار معتبر ہوگا جیسے آیت مین والدین کو اف کہنا ممنوع تو مارنا جو بڑھکر ہی بدرجۂ اولے حرام ہی تو جب حرج بوجہ دشمن کے دفع ہی تو بوجہ مرض کے بدرجۂ اولی مدفوع ہی - والحرج فی الاصطبار علیہ مع المرض اعظم - حالانکہ مرض کے ساتھ احرام پر صبر کرنے کا حرج بہت بڑھکر ہی - ف بہ نسبت دشمن کے احصار کے کیونکہ مرض مین دوا و علاج کی کثرت دہاتھ و پانون سے مجبوری ظاہر ہی - م - پھر حد مرض یہ ہی کہ اسکو چلنے اور سواری سے مانع ہو مگر نہ زیادتی مرض - دشمن خواہ آدمی ہو یا درندہ ہو اور آدمی خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو - البدائع - واذا جاز له التحلل - اور جب اسکو حلال ہونا جائز ہوگیا - ف یعنی احصار متحقق ہوگیا کہ اب حج نہین پا دیگا تو بحکم آیت وہ ہدی ذبح کرے تاکہ حلال ہو جاوے پس - یقال له ابعث شاۃ تذبح فی الحرم - اسکو حکم دیا جائیگا کہ ایک بکری بھیج جو حرم مین ذبح کیجاوے - ف اور اسکے ذبح ہونے پر یہان محصر حلال ہو جائیگا - لیکن کیونکر معلوم ہو کہ وہ کب ذبح ہوئی لہذا فرمایا - وواعد من بعثه یوم لیعلمه یذبح فیه تم تحلل - اور جسکے ہاتھ ہدی بھیجے اس سے ایک روز معین کا وعدہ مقرر کرے کہ اس دن وہ ہدی کو ذبح کریگا پھر

Marfat.com

حلال ہوجائیگا - ف یعنی پھر تو اُس دن کے بعد حلال کی طرح سب امور کا مرتکب ہو جو احرام مین منع ہین - وانما یبعث الی الحرم لان دم الاحصار قربۃ - اور حرم مین اسی وجہ سے بھیجی جاویگی کہ احصار کی قربانی ایک تقرب ہے - ف کسی جرم کا کفارہ نہین ہے - والاراقۃ لم تعرف قربۃ الا فی زمان او مکان علی ما مر - اور ان زمان و مکان کا قربت ہونا نہین معلوم ہوا مگر ایک زمانہ مین یا ایک جگہ مین چنانچہ گذرا - ف یعنی قیاس کو اسمین دخل نہین مگر شرع نے نبلا دیا کہ ذی الحجہ کی ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ تاریخون مین - یا حرم کی حد مین ذبح کرنا تقرب ہے - فلا یقع قربۃ دون فلا تقع بہ التحلل - پس بدون زمانہ و مکان کے وہ قربت نہ ہوگا تو اس سے حلال ہونا بھی واقع نہ ہوگا - والیہ الاشارۃ بقولہ تعالے ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الہدی محلہ - اور اسی طرف اشارہ ہے بقول اسرتعالے ولا تحلقوا رؤسکم الخ - یعنی اور اپنے سرون کو مت مونڈو یہان تک کہ ہدی اپنی جاے حلال مین پہونچادے - ف یعنی حرم مین پہونچے - فان الہدی اسم لما یہدی الی الحرم - کیونکہ ہدی اُس جانور کا نام ہے جو حرم مین ہدیہ بھیجی جاوے - ف اور طحاوی نے کہا کہ حدثنا علی بن معبد بن شداد العبدی حدثنا جریر بن حازم عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ قال لدغ الخ - یعنی علقمہ نے کہا کہ ہمارے ایک ساتھی کو لدغ ہوا یعنی سانپ یا بچھو نے کاٹا حالانکہ وہ عمرہ کے احرام سے محرم تھا تو ہم نے اُسکو حضرت ابن مسعود رض سے ذکر کیا پس آپ نے فرمایا کہ وہ ایک ہدی بھیجے اور اپنے ساتھیون سے وعدہ ٹھہرادے پس جب اُسکی طرف سے وہ قربانی ہوتو یہ حلال ہوجائیگا - اور دوسری روایت مین ہے کہ پھر ابن مسعود رض نے فرمایا کہ اسکے بعد اسپر عمرہ قضا ہوگا - مت - ابن حزم نے کہا کہ ابن مسعود رض سے یہ فتوی صحیح ہوا ہے - مع - واضح ہو کہ دن مقرر کرانے کی مفروضت عمرہ مین باتفاق ہے اور حج مین ابو حنیفہ رح مالک و شافعی کے نزدیک یوم النحر سے پہلے قربانی کردینا جائز ہے و صاحبین و احمد کے نزدیک یوم النحر معین ہے پس پس ابو حنیفہ رح کے نزدیک صرف مکان کی خصوصیت ہے اور صاحبین کے نزدیک ہدی الحج مین مکان حرم و زمانہ نحر دونون کی خصوصیت ہے - مع - وقال الشافعی لا یتوقت بہ - اور شافعی رح نے کہا کہ ہدی کی تعیین حرم کے ساتھ نہین ہے - ف بلکہ جہان وہ احصار سے روکا گیا وہین ذبح کردے - لانہ شرع رخصۃ - کیونکہ اسکی مشروعیت تو رخصت کے طور پر ہے - ف جسمین تخفیف و آسانی ہوتی ہے - والتوقیت یبطل التخفیف - اور حرم کی تعیین کرنا تخفیف کو باطل کرتا ہے - ف کیونکہ اسکے ذمہ یہ مشکل باقی رہیگی کہ کسی شخص کو تلاش کرکے ہدی بھیجے - اور شافعی رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اسرعلیہ وسلم و اصحاب رضی اسرعنہم سال حدیبیہ مین روکے گئے پس آپ نے مع اصحاب کے حدیبیہ مین حلق و قربانی کرکے تحلل کرلیا اور حدیبیہ حرم سے خارج ہے - قلنا المراعی اصل التخفیف لا نہایتہ - ہم کہتے ہین کہ اصل تخفیف تو منظور رکھی گئی ہے نہ انتہاے تخفیف - ف پس تخفیف باطل نہین ہوئی اور علماے حنفیہ نے جواب دیا کہ حدیبیہ مین سے نصف حل ہے اور نصف حرم ہے تو شاید آپ نے حصہ حرم مین ذبح کیا ہو اور دوسرا جواب یہ کہ مشرکین نے ہدی کو بھی روکا تھا چنانچہ اسرتعالے نے فرمایا ہم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والہدی معکوفا ان یبلغ محلہ - تو ہدی کو اپنے محل مین جانے نہین دیا - اور مبسوط مین کہا کہ آپ نے حل مین ذبح کیا اسواسطے کہ اُسوقت آپ کو ایسا آدمی نہین ملتا تھا جسکے ہاتھ حرم مین بھیجین تو آپ کے واسطے یہ امر خاص تھا - مع - مین کہتا ہون کہ اِس قول کے موافق جس کسی کو آدمی میسر نہ ہو تو اسکو جائز ہوگا کہ مقام احصار مین ذبح کردے اور شک نہین کہ اگر بھیجنا ممکن نہ ہو یا آدمی میسر نہ ہو تو اسکے سوائے چارہ نہین ہے سم - ویجوز الشاۃ لان المنصوص علیہ الہدی والشاۃ اذناہ - اور اس ہدی مین بکری جائز ہے کیونکہ منصوص علیہ ہدی ادنی

Marfat.com

اور کمتر ہدی بکری ہے۔ وتجزیہ البقرۃ والبدنۃ کما فی الضحایا۔ اور اسکو بقرہ و بدنہ کا بھی ہے جیسا کہ ضحایا مین ہے۔ ف یعنی اونٹ اور گائے کا ساتوان حصہ جائز ہے اسی طرح اسمین بھی جائز ہے۔ ولیس المراد بما ذکرنا بعث الشاۃ بعینہا لان ذلک قد یتعذر بل لو ان بعث بالقیمۃ حتی تشتری الشاۃ ہنالک وتذبح عنہ۔ اور جو ہم نے ذکر کیا یعنی بکری کے ہدی بھیجنا تو اس سے مراد یہ نہین کہ ضرور یہ جانور بھیجے کیونکہ جانور کو بھیجنا کبھی محال ہو جاتا ہے بلکہ اسکو جائز ہے کہ قیمت بھیجدے تاکہ وہان بکری خرید کر اسکی طرف سے قربانی کر دیجاوے و قولہ ثم تحلل۔ اور یہ جو کہا کہ پھر تو حلال ہو جاتا۔ ف یعنی بروز موعود جب ہدی وہان ذبح کر دی جاوے تو پھر تو حلال ہو جاتا۔ اشارۃ الی ان لیس علیہ الحلق او التقصیر وہو قول ابی حنیفۃ ومحمد۔ تو یہ قول اشارہ ہے کہ اسپر مونڈنا یا کترنا واجب نہین ہے اور یہی ابو حنیفہ و محمد رح کا قول ہے۔ وقال ابو یوسف علیہ ذلک اور ابو یوسف نے کہا کہ اسپر یہ واجب ہے۔ ف یعنی اسپر واجب ہے کہ بروز موعود وہ سر مونڈ ادے یا کتروا دے لیکن حلال ہونا بالا نفاق اسپر موقوف نہین چنانچہ فرمایا۔ ولو لم یفعل لاشی علیہ۔ اور اگر اسنے حلق یا قصر نہ کیا تو اسپر کچھ نہین ہے۔ ف یعنی کوئی قربانی اسپر واجب نہ ہوگی۔ اگرچہ ترک واجب کا گنہگار ہوا۔ لانہ علیہ السلام حلق عام الحدیبیۃ وکان محصرا بہا وامر اصحابہ بذلک۔ ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حدیبیہ مین (جب عمرہ کا احرام کر کے گئے تھے) اپنا سر مبارک مونڈا اور حالانکہ آپ حدیبیہ مین محصر ہو گئے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی مونڈانے کا حکم کیا۔ ف جیسا کہ حدیث بخاری و مسلم مین ہے۔ پس اس حکم و فعل سے حلق واجب ٹھہرا۔ لیکن چونکہ یہ حلق اپنے وقت کا نہین ہے لہذا اگر نہ کیا تو کفارہ کی قربانی لازم واجب نہ ہوگی سوائے اسکے کہ اسپر گناہ ہوگا۔ ولہما ان الحلق انما عرف قربۃ مرتبا علی افعال الحج۔ اور امام ابو حنیفہ و محمد کی دلیل یہ ہے کہ حلق کا تقرب ہونا جب ہی معلوم ہوا کہ افعال حج پر مرتب ہو۔ ف یعنی بعد وقوف عرفہ و مزدلفہ و رمی الجمار کے سر مونڈانا عبادت معلوم ہوا ہے ورنہ قیاس کو دخل نہین کہ سر کے بال اتارنے مین کون وجہ ثواب و طاعت کی ہے۔ نہ جس طرح پر اکثنا عبادت ہونا امر الٰہی عزوجل سے ہم نے جانا ہے وہین تک رہیگا اور وہ افعال حج کی ترتیب پر ہے۔ فلا یکون ذلک قبلہا۔ تو افعال حج سے پہلے یہ فعل کوئی عبادت نہ ہوگا۔ ف لیکن وارد ہوتا ہے کہ اسمین بھی تو نص حدیث وارد ہے جواب دیا۔ وفعل النبی علیہ السلام واصحابہ لیعرف استحکام عزیمتہم علی الانصراف۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب رضی اللہ عنہم کا سر مونڈانا اسواسطے تھا کہ واپس جانے پر انکا عزم مستحکم ہونا معلوم ہو جاوے۔ ف اور کفار قریش مطمئن ہون کہ امسال لڑائی کے ساتھ عمرہ کرنا مقصود نہین ہے بلکہ صلح کے موافق آیندہ سال مین ادا کرینگے۔ لیکن اس جواب مین تعلیل بالنص ہے جو جائز نہین۔ اور بہتر جواب یہ کہ کافی مین ہے کہ امام ابو حنیفہ و محمد رح کے نزدیک مقام احصار خارج حرم مین حلق نہ کریگا اور اگر حرم مین ہو تو کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے حصہ حرم مین حلق فرمایا تھا۔ کافی الفتح۔ الحاصل جب محصر ایک احرام حج یا عمرہ کے ساتھ ہو تو ایک ہدی حرم کو بھیجے اور میعاد مقرر کرے جس دن وہ ذبح ہو اس دن حلال ہو جاوے پھر اگر حرم مین محصر ہو تو سر مونڈا کر حرم نہ بدون اسکے۔ قال وان کان قارنا بعث بدمین۔ کما اور اگر وہ قارن ہو یعنی احرام عمرہ و احرام حج کو جمع کرنے والا ہو تو دو ہدی بھیجے۔ لاحتیاجہ الی التحلل عن احرامین۔ کیونکہ وہ دو احرام سے حلال ہونے کا محتاج ہے۔ ف اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسکو بھی ایک ہدی کافی ہے۔ مع۔ فان بعث بہدی واحد لیتحلل عن الحج ویبقی فی احرام العمرۃ لم یتحلل

Marfat.com

عن واحد منہما۔ اور اگر احصنہ ایک ہدی بھیجی تاکہ احرام حج سے حلال ہو جاوے اور عمرہ کے احرام مین رہے تو وہ دونون مین سے کسی سے حلال نہ ہوگا۔ ف کیونکہ احرام اگرچہ دو ہین مگر کھلنے کے حق مین بمنزلہ واحد ہین۔ لان التحلل عنہما شرع فی حالۃ واحدۃ۔ کیونکہ دونون سے حلال ہونا ایک ہی حالت مین مشروع ہوا ہے۔ و لا یجوز ذبح دم الاحصار الا فی الحرم یجوز ذبحہ قبل یوم النحر۔ اور نہین جائز ہے ہدی احصار کو ذبح کرنا مگر حرم مین۔ اور جائز ہے ذبح کرنا یوم النحر سے پہلے۔ ف پس مکان یعنی حرم کی خصوصیت ہے اور زمانہ نحر کی نہین یعنی کہ دسوین سے پہلے حرم مین ذبح کرنا جائز ہے۔ عند ابی حنیفۃ رح۔ یہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہے۔ ف خواہ احرام حج ہو یا عمرہ۔ و قالا لا یجوز الذبح للمحصر بالحج الا فی یوم النحر و یجوز للمحصر بالعمرۃ متی شاء اعتبارا بدمی المتعۃ و القران و ربما یعتبرانہ بالحلق اذ کل واحد منہما محلل۔ اور صاحبین نے کہا کہ محصر بالحج کے واسطے ہدی قربانی کرنا حرم مین کسی اول وقت مین جائز ہے سوائے روز نحر کے اور محصر بالعمرہ کے واسطے جائز ہے جب چاہے ذبح کرے بقیاس ہدی تمتع و ہدی قران کے اور یہی صاحبین ہدی احصار کو حلق پر قیاس کرتے ہین کیونکہ ہدی احصار اور حلق ہر ایک احرام سے حلال کرنے والا ہے۔ ف پس جیسے ہدی تمتع یا حلق مخصوص ہے یوم النحر ہے ہدی احصار بھی اسی روز سے مخصوص ہے۔ و لابی حنیفۃ انہ دم کفارۃ حتی لا یجوز الاکل منہ۔ اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ کہ ہدی احصار تو کفارہ کی قربانی ہے۔ (اور اسکی شہادت موجود ہے)۔ حتی کہ اس قربانی سے کچھ کھا لینا جائز نہین ہے۔ ف بالاتفاق اس لیے کہ یہ تو قبل ادائے افعال کے حلال ہو جانے کا کفارہ ہے۔ فیختص بالمکان دون الزمان کسائر دماء الکفارات۔ تو یہ قربانی مختص بمکان حرم ہوگی نہ زمانہ نحر جیسے تمام کفارہ کی قربانیون مین ہے۔ ف کہ بالاتفاق زمانہ کی قید نہین ہے۔ بخلاف دم المتعۃ و القران۔ برخلاف ہدی تمتع و قران کے۔ ف کہ وہ دم کفارہ نہین۔ لانہ دم نسک۔ کیونکہ وہ قربانی از افعال حج ہے۔ ف جو شکراً واجب ہوئی ہے۔ تو اسپر قیاس صحیح نہین ہے۔ و بخلاف الحلق لانہ فی آوانہ لان معظم افعال الحج وہو الوقوف ینتہی بہ۔ اور برخلاف حلق کے کیونکہ حلق تو اپنے وقت پر ہے اسلیے کہ افعال حج مین سے بزرگ تر فعل اور وہ وقوف عرفہ ہے اسی حلق کے ساتھ پورا ہوتا ہے۔ ف یعنی وقوف عرفہ کی انتہا پر حلق ہے اور وقوف مرتب للہ ضمنی فعل وقوف عرفہ ہے۔ قال و المحصر بالحج اذا تحلل فعلیہ حجۃ و عمرۃ۔ کہا اور جب محصر بالحج نے احرام کھول لیا تو اسپر حج کے ساتھ عمرہ واجب ہوا۔ بگذاروی عن ابن عباس و ابن عمر۔ ایسا ہی ابن عباس و ابن عمر سے مروی ہوا۔ ف امام حصاص رح نے فقط حضرت ابن عباس و ابن مسعود رض کو ذکر کیا۔ لیکن نجیح معدوم نہین اور شیخ سرخسی شارح نے ذکر کیا کہ یہ قول حضرت عمر بن الخطاب و زید بن ثابت و عروہ بن الزبیر سے مروی ہے اور یہی قول مالک و شافعی واحمد کا ہے۔ مع۔ و لان الحجۃ تجب قضاؤہا بالصحۃ الشروع۔ اور اس دلیل سے کہ حج کی قضا تو بوجہ شروع صحیح ہونے کے واجب ہے۔ و العمرۃ لما انہ فی معنی فائت الحج۔ اور عمرہ واجب ہونا اسلیے کہ محصر اس شخص کے معنی مین ہے جسکا حج جاتا رہا۔ ف اور فائت الحج پر لازم ہے کہ عمرہ ادا کرکے حلال ہو جاوے پھر سال آیندہ مین حج کرے پس محصر بھی عمرہ و حج ادا کرے۔ و علی المحصر بالعمرۃ القضاء اور جو شخص کہ عمرہ سے محصر ہوا اسپر قضاے عمرہ واجب ہے۔ و الاحصار عنہا یتحقق عندنا و قال مالک لا یتحقق لانہا لا تفوت۔ اور عمرہ سے احصار ہمارے نزدیک متحقق ہوتا ہے اور مالک رح نے فرمایا کہ نہین ہو سکتا کیونکہ عمرہ کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہین ہے۔ ف کہ جب وہ وقت گذر جاوے تو پھر عمرہ فوت ہو۔ و لنا ان النبی علیہ السلام

Marfat.com

واصحابہ احصروا بالحدیبیۃ وکانوا محارما - اور ہماری حجت یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم حدیبیہ مین احصار کیے گئے حالانکہ سب عمرہ کے احرام مین تھے - ف چنانچہ یہ حدیث صحیح بخاری وموطا وغیرہ مین مروی ہی - وان شرع المتحلل لدفع الحرج وہذا موجود فی احرام العمرۃ - اور اس دلیل سے کہ احرام کھولنا توجہ دور کرنے کے لیے مشروع ہوا ہی اور یہ بات عمرہ کے احرام مین موجود ہی - ف کہ نہ کھولا جاوے اور زیادہ توجہ شدید پیش آوے - واذا تحقق الاحصار فعلیہ القضاء اذا تحلل کما فی الحج - اور جب احصار عمرہ متحقق ہوا تو جب احرام کھول دیا تو اسپر قضاء عمرہ واجب ہی جیسے حج مین - ف قضاء لازم ہی - وعلی القارن حج وعمرتان - اور قارن محصر پر ایک حج اور دو عمرہ لازم ہین - الا الحج واحدہما فلما بینا - پس حج وایک عمرہ زائد ہی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے - ف کہ حج کی قضاء مین تو عمرہ لازم ہوتا ہی - والثانیۃ لانہ خرج منہا بعد صحۃ الشروع رہا دوسرا عمرہ تو اسوجہ سے کہ محصر اسی عمرہ سے باہر ہوا بعد شروع صحیح ہونے کے - ف احرام صحیح تو اسکی قضاء لازم ہی - فان بعث المحصر ہدیا وواعدہم ان یذبحوہ فی یوم بعینہ - پھر اگر محصر نے ہدی بھیجی اور ساتھیون نے قرار داد کر لی کہ فلان روز معین مین اسکو ذبح کرین - ف چنانچہ لوگ روانہ ہو گئے - ثم زال الاحصار پھر اسکا احصار زائل ہو گیا - ف مثلاً بیماری سے اچھا ہو گیا یا دشمن دفع ہوا - تو اسمین کئی صورتین ہین فان کان لا یدرک الحج والہدی لا یلزمہ ان یتوجہ بل یصیر حتی یتحلل بنحر الہدی - پس اگر وہ حج وہدی کو نہین پا سکتا تو اسپر متوجہ ہونا یعنی مکہ کی طرف چلنا واجب نہین بلکہ صبر کرے یہانتک کہ ہدی قربانی ہونے کے ساتھ حلال ہو جاوے - لفوات المقصود من التوجہ وہو ادا الافعال - کیونکہ توجہ سے جو مقصود ہی وہ فوت ہوا اور مقصود ادا ے افعال ہی - وان توجہ لیتحلل بافعال العمرۃ لہ ذلک لانہ فاتت الحج اور اگر اس قصد سے جاوے کہ عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو جاوے تو اسکو یہ اختیار ہی کیونکہ یہ ایسے شخص کے مثل ہی جس کا حج فوت ہو گیا - ف اور فائت الحج فی الحال ادا ے عمرہ سے حلال ہو کر سال آیندہ مین صرف حج ادا کرتا ہی اس سے ظاہر ہوا کہ اگر محصر للعمرہ ہو تو وہ عمرہ ادا کرنے کو جا سکتا ہی - اگرچہ ہدی نہ پاوے - وان کان یدرک الحج والہدی لزمہ التوجہ - اور اگر وہ حج وہدی کو پا سکتا ہی تو اسپر توجہ لازم ہی - لزوال العجز قبل حصول المقصود بالخلف - کیونکہ خلیفہ سے مقصود حاصل ہونے سے پہلے عذر عاجزی زائل ہو گیا ف تو خلیفہ یعنی ہدی مذکور بیکار ہی جیسے کسی نے عذر سے وضو کا خلیفہ یعنی تیمم کیا تا کہ نماز پڑھے پھر تمام کرنے سے پہلے عذر زائل ہو گیا اور پانی موجود ہی تو اسپر وضو کرنا واجب ہی بخلاف اسکے جب پڑھ چکا ہو تو اعادہ لازم نہین ہی - واذا ادرک ہدیہ صنع بہ ما شاء - اور جب اپنے ہدی کو پاوے تو اسکو جو چاہے کرے - ف حتی کہ چاہے فروخت کرے یا صدقہ وغیرہ - لانہ ملکہ وقد کان عینہ لمقصود استغنی عنہ - کیونکہ یہ جانور اسکا ملک ہی اور اسنے اسکو ایسے مقصود کے واسطے نامزد کیا تھا جسکی حاجت نہین رہی - وان کان یدرک الہدی دون الحج یتحلل - اور اگر وہ ہدی کو پا لیگا حج کو تو حلال ہو جاوے - ف اسطرح کہ حرم مین یہ ہدی بروز معہودہ قربانی ہو جاوے - لعجزہ عن الاصل - کیونکہ اصل یعنی حج سے عاجز ہی - ف پس ہدی کا پانا بیکار ہی تو اسکو ہدی قربانی ہونے دے تا کہ فائدہ نہو - وان کان یدرک الحج دون الہدی جاز لہ التحلل - اور اگر وہ حج پا لیگا نہ ہدی تو اسکو حلال ہو جانا جائز ہی - استحسانا - بدلیل استحسان ف اور یہی مختار ہی اور قیاساً نہین جائز اور یہی قول زفر رح ہی - وہذا التقسیم لا یستقیم علی قول ابی حنیفۃ المحصر

Marfat.com

بالحج - اور صاحبین کے قول پر یہ تقسیم محصر بحج کے حق مین ٹھیک نہین پڑتی ہے - لان دم الاحصار عندہما یتوقت بیوم النحر فمن یدرک الحج یدرک الہدی - اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک محصر بحج کی ہدی احصار موقت بیوم النحر ہے تو جو شخص حج پا دیگا وہ ہدی بھی پا دیگا - ف لہذا یہ صورت کہ ہدی پاسکتا ہے نہ حج اور یہ صورت کہ حج پاسکتا ہے نہ ہدی - یہ دونون صورتین صاحبین کے قول پر محصر بحج مین نہین نکلتی ہین - وانما یستقیم علی قول ابی حنیفہ اور یہ صرف امام ابو حنیفہ کے قول پر ٹھیک پڑتی ہے - ف کیونکہ دم احصار انکے نزدیک یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز ہے - وفی المحصر بالعمرۃ یستقیم بالاتفاق لعدم توقف الدم بیوم النحر - اور محصر بعمرہ کی صورت مین بالاتفاق تقسیم مذکور ٹھیک پڑتی ہے کیونکہ احصار عمرہ کی ہدی ذبح کرنا یوم النحر سے متعین نہین ہے - وجاز القیاس وہو قول زفر انہ قدر علی الاصل وہو الحج قبل حصول المقصود بالبدل وہو الہدی - یعنی اس مسئلہ مین زفر نے حکم قیاس لیا ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ وہ شخص محصر اصل یعنی حج پر قادر ہوگیا قبل اسکے کہ خلیفہ یعنی ہدی سے مقصود حاصل ہو - ف یعنی ہنوز ہدی ذبح ہوکر حلال نہین ہوا تھا کہ اسکا احصار زائل ہوکر حج پانے کی قدرت حاصل ہوگئی اور جب اصل پر قدرت ہوجاتی ہے تو بدل یعنی خلیفہ کچھ اثر نہین کرتا فلہذا اسکو اصل یعنی حج کی طرف توجہ کرنی لازم ہوئی - وجہ الاستحسان - دلیل استحسان کی - ف جوامام کا قول ہے یہ ہے کہ - انا لو الزمناہ التوجہ لضاع مالہ - ہم اگر اس محصر کے ذمہ توجہ لازم کرین تو اسکا مال ضائع ہوگا ف یعنی ہدی - لان المبعوث علی یدیہ الہدی لینذبحہ ولا یحصل مقصودہ - کیونکہ جسکے ہاتھون اسنے بھیجی ہے وہ ضرور اسکو ذبح کردیگا اور اسکا مقصود حاصل نہ ہوگا - ف کیونکہ اس سے مقصود تو حلال ہونا تھا حالانکہ اس صورت پر اسکو حج کرنا لازم ہے - وحرمۃ المال کحرمۃ النفس - اور مال کی حرمت جیسے جان کی حرمت ف یعنی اسکے قریب ہے لہذا ہم نے کہا کہ مال کو ضائع نہ کرے اور ذبح ہونے سے حلال ہوجاوے - مترجم کہتا ہے کہ اسمین دو وجہ سے تامل ہے وجہ اول یہ کہ صاحبین کے قول پر ہدی ذبح کرنا مخصوص بیوم النحر ہے تو مال لیکر جو چاہے کریگا - علاوہ برین اگر ہدی کو صدقہ کرے یا قربانی نقل تو بھی ضائع نہوگی - ہان امام رح کے قول پر جبکہ یوم النحر کی خصوصیت نہین تو ممکن ہے کہ جسکے ہاتھ ہدی بھیجی ہے وہ پہلے ذبح کردے شاید صاحبین کے طور پر یہ احتمال ہو کہ وہ ہدی والے کو نہ پاوے - وجہ دوم یہ کہ دلیل تقتضی وجوب تحلل ہے حالانکہ استحساناً تحلل جائز کہا گیا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ قطعی ضائع ہونے کا یقین نہین پس جیسے جان پر خوف ہونے مین نہ جانا جائز اسی طرح مال کے خوف مین جائز ہے پھر مین نے دیکھا کہ محقق ابن الہمام نے بھی لکھا کہ اس سے کچھ خاطر کو تسکین نہین ہوتی تو جانا بہتر ہے انتہی ملخصاً - ولہ الخیار - اور اسکو اختیار ہے - ف چاہے حلال ہوجاوے اور چاہے جاوے یعنی - ان شاء صبر فی ذلک المکان او فی غیرہ لیذبح عنہ فیتحلل - اگر چاہے تو احصار کی جگہ یا دوسری جگہ احرام سے صبر کرے تاکہ اسکی طرف سے ہدی ذبح کردی جاوے بروز موعود پس حلال ہوجاوے - وان شاء توجہ لیودی النسک الذی الزمہ بالاحرام وہو افضل - اور اگر چاہے تو متوجہ ہوتا کہ جس نسک کا احرام سے التزام کیا ہے اسکو ادا کرے یعنی حج یا عمرہ کو اور یہی افضل ہے - لانہ اقرب الی الوفاء بما وعد - کیونکہ یہ وفاے وعدہ سے اقرب ہے - ف یعنی اگر پورا ادا ہوجاوے تو وفاے وعدہ ہے - ومن وقف بعرفۃ ثم احصر - اور جو شخص عرفات کا وقوف کرچکا پھر وہ محصر ہوا - ف مثلاً ایسا بیمار ہوا کہ زیارت کا طواف نہین کرسکتا - لانہ یکون محصرا - تو وہ محصر نہین ہوگا ف یعنی شرعی احصار اسکے حق مین معتبر نہین - لوقوع الامن عن الفوات - کیونکہ حج فوت ہونے سے امن

Marfat.com

ہو چکا۔ ف کیونکہ طواف زیارت تاخیر سے ادا ہو سکتا ہے اور حدیث گذری کہ جس نے وقوف عرفہ پایا اسنے حج پایا
۴۔ ومن احصر بمکۃ وہو ممنوع عن الطواف والوقوف ہو محصر۔ اور جو شخص کہ کے اندر یعنی حرم مین روکا گیا
درحالیکہ وہ طواف و وقوف عرفہ سے منوع ہوا تو وہ محصر ہے۔ ف کیونکہ وقوف عرفہ فوت ہونے سے حج فوت
ہوگا اور احرام عمرہ مین طواف ہوگی۔ لانہ تعذر علیہ الاتمام فصار کما اذا احصر فی الحل۔ کیونکہ تمام کرنا اسکو
متعذر ہے تو ایسا ہوا گویا حل مین محصر ہوا۔ ف یہ اسوقت کہ وقوف اور طواف دونون سے منوع ہو۔ وان
قدر علی احدہما فلیس بمحصر۔ اور اگر دونون مین سے ایک پر قادر ہو تو وہ محصر نہین ہے۔ ف یعنی وہ محصر نہین
جو ہدی بھیجکر حلال ہوتا ہے۔ اما علی الطواف تفصیل دلیل یہ کہ اگر فقط طواف پر قادر ہوا۔ ف نہ وقوف
عرفہ پر حتی کہ حج فوت ہوا۔ فلان فائت الحج یتحلل ہے۔ تو اسوجہ سے محصر نہین کہ جسکا حج فوت ہو وہ طواف سے
حلال ہو جاتا ہے۔ ف یعنی عمرہ کرکے جو کہ طواف و سعی ہے پس محصر کی طرح وہ ہدی سے حلال نہین ہوگا کیونکہ طواف
عمرہ تو اصل ہے اسپر وہ قادر ہے۔ والدم بدل عنہ فی التحلل۔ اور ہدی بھیجنا اسکا بدل ہے حلال ہونے مین۔
ف پس جب اصل پر قادر ہے تو بدل بیکار ہے تو حکم محصر نہ ہوا۔ واما علی الوقوف فلما بینا۔ اور اگر وقوف عرفہ
پر قادر ہے تو محصر نہ ہونا اسوجہ سے جو ہم بیان کر چکے۔ ف کہ وقوف عرفہ سے حج مل گیا پس فوت ہونے کا خوف
نہین رہا حتی کہ طواف آخر عمر تک کر سکتا ہے۔ وقد قیل فی ہذہ المسالۃ خلاف بین ابی حنیفۃ وابی یوسف۔
اور کہا گیا کہ اس مسئلہ مین ابو حنیفہ و ابو یوسف کے درمیان اختلاف ہے۔ ف یعنی جو کوئی حرم مکہ مین طواف اور
وقوف سے منوع ہو وہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک محصر نہین اور ابو یوسف کے نزدیک محصر ہے۔ والصحیح ما اخترناہ
من التفصیل۔ اور صحیح یہ تفصیل ہے جس سے مین نے تجھے آگاہ کیا۔ ف اور صحیح یہ کہ یہی تفصیل بالاتفاق سب کا
قول ہے کہ اگر وقوف و طواف دونون سے منوع ہو تو محصر ہے اور اگر ایک پر قادر ہو تو محصر نہین ہے۔ منع۔ الحاصل
محصر وہ کہ مرض یا دشمن سے یا روانگی سے عاجز کرے اور مانع ہو اور مانند اسکے درندہ وغیرہ ہو اور مستند ہو کہ وقوف
عرفہ فوت ہو جاوے یا احرام عمرہ طول ہونے کا خوف ہو اگرچہ حل مین ہو یا حرم مین طواف و وقوف دونون سے منوع
ہو تو وہ محصر ہے یعنی جسکا حکم ہدی سے حلال ہونا ہے رم۔

باب الفوات

حج فوت ہونے کے بیان مین۔ ومن احرم بالحج وفاتہ الوقوف بعرفۃ حتی طلع الفجر من یوم النحر فقد فاتہ
الحج۔ اور جس شخص نے حج کا احرام باندھا اور اسکا وقوف عرفہ فوت ہو گیا حتی کہ یوم النحر کی فجر طلوع ہو گئی یعنی
دسوین ذی الحجہ ہو گئی تو اسکا حج فوت ہو گیا۔ ف صورت یہ کہ مثلاً حاجی اتنی دیر کو پہونچا کہ عرفات تک پہونچے
مین اسکو دسوین کے فجر طلوع ہو گئی تو اسکا حج جاتا رہا۔ لما ذکرنا ان وقت الوقوف یمتد الیہ۔ بوجہ اسکے جو ہم
ذکر کر چکے کہ وقوف عرفہ کا وقت طلوع فجر یوم النحر تک دراز ہوتا ہے۔ ف بعد طلوع فجر رم کے نہین رہتا ہے۔ اور یہ بھی
بیان ہو چکا کہ جسکا وقوف عرفہ فوت ہوا اسکا حج جاتا رہا۔ وعلیہ ان یطوف ویسعی ویتحلل۔ اور اسپر واجب ہے
کہ طواف و سعی کرے یعنی عمرہ کرے اور حلال ہو جاوے۔ ف پس عمرہ واجب ہے اور حلال ہونا شرعاً واجب ہے بغیر
بغیر احرام دوبارہ حج ہے۔ ویقضی الحج من قابل۔ اور حج کو سال آیندہ مین قضا کرے۔ ولا دم علیہ۔ اور اسپر
کوئی قربانی کفارہ واجب نہین ہے۔ ف الحاصل جسکا حج فوت ہوا وہ عمرہ کرکے حلال ہو جاوے اور سال آیندہ

Marfat.com

بن حج قضا کرے اور حج کا فوت ہونا عرفہ کے وقوف فوت ہونے سے ہوتا ہے اور وقوف عرفہ فوت ہونا اسطرح کہ دسویں کی فجر طلوع ہونے سے پہلے کسی وقت رات یا دن میں اسکو عرفات میں موجود ہونا نصیب نہ ہو۔ لقولہ علیہ السلام من فاتہ عرفۃ بلیل فقد فاتہ الحج فلیتحلل بعمرۃ وعلیہ الحج من قابل۔ بدلیل حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جس کا وقوف عرفہ رات میں بھی فوت ہوا تو اسکا حج گیا پس عمرہ کرکے حلال ہو جاوے اور اسپر سال آیندہ میں حج ہے۔ ف یہ حدیث دارقطنی وابن عدی نے ابن عمر رض سے مرفوع روایت کی لیکن دارقطنی نے رحمہ بن مصعب کو منفرد ضعیف کہا اور ابن عدی نے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی کی تضعیف کی حالانکہ مختلف فیہ ہے اور دارقطنی نے ابن عباس سے مرفوع روایت کی اور اسکی اسناد میں یحیی بن عیسی التمشلی ہے جسمیں اختلاف ہے حالانکہ امام مسلم رح نے صحیح میں اس سے روایت کی۔ ابن الہمام نے کہا کہ حدیث سے مقصود یہ کہ اسپر قربانی کفارہ لازم نہیں جیسا کہ مالک وشافعی و حسن بن زیاد کا قول ہے ورنہ ہماری مسلک میں تو مجھے کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہوتا سترجم کہتا ہے کہ اگر کسی کا اختلاف نہ ہو تو گویا اجماع حجت اور اسکی مستند یہ حدیث ہے اگرچہ اسکی اسناد میں ضعف راوی ہو۔ لیکن امام مالک سے مروی ہے کہ فائت الحج برابر محرم رہے حتی کہ سال آیندہ میں قضا کرے۔ شاید کہ یہ قول ثبوت نہیں ہوا۔ علاوہ بریں ابن عمر رض نے موافق اس حدیث کے فتوی دیا لیکن اسمیں اخیر میں ہے کہ جو ہدی مجھے میسر ہو بھیجدے رواہ مالک فی الموطا۔ جواب یہ ہو سکتا ہے کہ شاید وہ قارن یا متمتع تھا جسکو فتوی دیا ہے۔ بدلیل آنکہ شافعی رح نے اس اثر کو ابن عمر رض سے مطول روایت کیا اور اسمیں ہے کہ اگر اسکے ساتھ ہدی ہو تو حلق سے پہلے قربانی کردے پھر جب فارغ ہو تو اپنے اہل وطن میں لوٹ جاوے۔ الخ۔ اور اسناد صحیح ہے۔ پھر ہدی وہ لاتا ہے جو قارن یا متمتع ہو۔ اس سے یہ اعتراض بھی دفع ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث روایت کی اسمیں قربانی کا ذکر نہیں پس اگر خلاف حدیث ہو تو حدیث قبول نہیں اور موافق ہو تو حدیث سے اسکی حجت نہ ہوگی کہ قربانی لازم نہیں ہے اور خلاصہ جواب یہ کہ حدیث سے موافقت ہے اور فائت الحج پر کوئی کفارہ قربانی نہیں ہے ہاں اگر وہ قارن یا متمتع اپنے ساتھ ہدی لایا ہو تو ذبح کرے ورنہ آیندہ سال کی قران یا تمتع کی قربانی کرے۔ اس تحقیق لطیف سے جو مترجم کو ظاہر ہوئی سب اعتراض دفع ہو گئے۔ فافہم سبحانہ وتعالی اعلم۔ پھر حدیث میں ہے کہ عمرہ کرے اور کتاب میں طواف وسعی ہے تو فرمایا۔ والعمرۃ لیست الا الطواف والسعی۔ اور عمرہ کچھ نہیں سوائے طواف وسعی کے۔ ف پس مصنف رح نے عمرہ کی تفسیر ذکر فرمائی ہے۔ پس یہ دلیل حدیث سے تھی۔ رہی دلیل قیاس تو فرمایا۔ ولان الاحرام بعد ما انعقد صحیحا لا طریق للخروج عنہ الا باداء احد النسکین۔ اور اس دلیل قیاس سے کہ احرام صحیح منعقد ہونے کے بعد احرام سے نکلنے کا کوئی طریقہ نہیں سوائے حج یا عمرہ کوئی ایک ادا کرنے کے ذریعہ سے۔ کما فی الاحرام المبہم۔ جیسا کہ احرام مبہم میں ہوتا ہے۔ ف یعنی اسنے صرف احرام کی نیت وتلبیہ کیا اور حج یا عمرہ کسی کو معین نہیں کیا تو اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ کسی کو طواف شروع کرنے سے پہلے معین کرلے اور بغیر اسکے ادا کے احرام سے خارج نہ ہوگا۔ مف۔ وہنا عجز عن الحج۔ اور یہاں یعنی فوات حج کی صورت میں وہ حج سے تو عاجز ہو چکا۔ ف کہ وقوف کا وقت ہی نہیں ہے فیتعین علیہ العمرۃ۔ تو عمرہ اسپر متعین ہو گیا۔ ف لہذا ہم نے کہا کہ فائت الحج عمرہ ادا کرکے حلال ہو۔ ولادم علیہ لان التحلل وقع بافعال العمرۃ۔ اور اسپر کوئی قربانی کفارہ اسواسطے لازم نہیں کہ اسکا حلال ہونا عمرہ کے افعال ادا کرکے ہوا۔ ف اور محصر کا حج بھی فوت ہوتا ہے لیکن اسکا حلال ہونا بدون ادائے افعال کے قربانی سے ہوتا ہے۔ فکانت فی حق فائت الحج بمنزلۃ الدم فی حق المحصر فلا یجمع بینہما۔ تو فائت الحج کے حق میں عمرہ کرنا

Marfat.com

بمنزلہ قربانی کے ہے تو جو شخص کے حق مین ہو اسپس عمرہ و قربانی دونون جمع نہین کیجاوینگی - ف — بلکہ اصل عمرہ ہی اور چونکہ یہ بعد فوت حج کے عمرہ پر قادر نہین تو اسکے عوض مین بدی لازم ہی کیونکہ بغیر اسکے افعال کے حلال ہوتا ہی - پھر واضح ہو کہ جو محصر نہ ہو تو فوت ہونا صرف حج کے ساتھ خاص ہی - والعمرۃ لا تفوت - اور عمرہ فوت نہین ہوتا ہی ف — رہا محصر کے حق مین اسواسطے احرام عمرہ سے بدی بھیجکر حلال ہونا شروع ہوا کہ مدت تک احصار کی وجہ سے احرام مین حرج شدید ہی نہ اسوجہ سے کہ عمرہ فوت ہو گیا کیونکہ عمرہ تو کسی وقت کے ساتھ خاص نہین پس وہ فوت نہین ہوتا وہی جائزۃ فی جمیع السنۃ - اور عمرہ تمام سال مین جائز ہی - ف — جسوقت چاہے ادا کرے اور افضل وقت ایام رمضان ہین فقہا اہل کہ تراویح کی تردید مین طواف ادا کرتے ہین کیونکہ رمضان مین عمرہ افضل ہی - الا خمسۃ ایام یکرہ فیہا فعلہا - سوائے پانچ ایام کے کہ انمین عمرہ ادا کرنا مکروہ ہی - ف — احرام عمرہ مکروہ نہین - وہی یوم عرفۃ - اور یہ پانچون ایام یہ ہین اول یوم عرفہ - ف — جس دن حج کا وقوف عرفات ہی - ویوم النحر - اور دوم یوم النحر - ف — جسدن رمی وذبح وحلق وطواف وغیرہ ہی - والایام التشریق - اور تین دن ایام تشریق کے ہین - لما روی عن عائشہ رضہ انہا کانت تکرہ العمرۃ فی ہذہ الایام الخمسۃ - بدلیل اسکے جو حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہی کہ حضرت ام المومنین ان پانچون ایام مین عمرہ مکروہ رکھتی تھین - ف — یہ روایت بیہقی کی ہی لیکن اسمین یوم عرفہ ویوم النحر و دو روز اسکے بعد صرف چار روز مذکور ہین - ہان سعید بن منصور کی روایت ابن عباس مین البتہ پانچ روز موافق مذکورہ کتاب ہین - مع - ابن الہمام نے کہا کہ کراہت سے کراہت تحریمی کا اشارہ ہی - مف - ولان ہذہ ایام الحج فکانت متعینۃ لہ - اور اس قیاس سے کہ یہ ایام ادائے حج کے ہین تو حج ہی کے واسطے متعین ہونگے - ف — شاید مراد یہ کہ ان ایام کو حج کی طرف مضاف کرتے اور کہتے ہین کہ ایام الحج پس اضافت اختصاص کے واسطے ہی تو سوائے حج کے عمرہ مکروہ ہوگا اور مین نے اس کلام کی شرح کسی شارح سے نہین پائی - م - وعن ابی یوسف انہ لا کراہۃ فی یوم عرفۃ قبل الزوال لان دخول وقت رکن الحج بعد الزوال لا قبلہ - اور ابو یوسف سے مروی ہی کہ عرفہ کے روز قبل زوال کے عمرہ مکروہ نہین کیونکہ رکن حج یعنی وقوف عرفہ کا وقت بعد زوال کے ہوتا ہی نہ قبل زوال کے - والاظہر من المذہب ما ذکرناہ - اور مذہب مین اظہر وہ قول جو ہم نے ذکر کیا - ف — کہ عرفہ کے روز مع باقیون کے مطلقاً مکروہ ہی یعنی ابو یوسف سے بھی اظہر یہی قول ہی - ولکن مع ہذا لو ادا ہا فی ہذہ الایام صح ویبقی محرما بہا فیہا - ولیکن باوجود کراہت کے اگر عمرہ کو ان ایام مین ادا کیا تو صحیح ہوا اور وہ محرم باقی رہیگا - ف — اگر ان ایام مین احرام باندھکر ادا نہ کیا ہو - مع - لان الکراہۃ - کیونکہ کراہت - ف — کچھ عمرہ کی ذات سے نہین ہی بلکہ - بغیرہا - بلکہ عمرہ کے خارج معنی سے ہی - وہو تعظیم امر الحج وتخلیص وقتہ لہ - اور وہ امر حج کی تعظیم کرنا اور وقت حج کو حج کے واسطے خالص کرنا - ف — پس جب ذاتی کراہت نہین بلکہ غیر کی وجہ سے ہوئی - فصح الشروع - تو عمرہ کا شروع کرنا صحیح ہوگا - ف — پس احرام رہیگا اور اگر ادا کر دیا تو التزام کے موافق ادا ہو گیا اگرچہ مکروہ ہی جیسے مکروہ وقت مین نماز عصر ادا کر دے یا نفل شروع کر کے تمام کر دے - والعمرۃ سنۃ - اور عمرہ سنت ہی - ف — یعنی عمر ایک مرتبہ ادا کرنا سنت موکدہ ہی - یہی قول احمد ہی - وقال الشافعی - اور کہا شافعی نے - ف — جدید قول مین کہ - فریضۃ لقولہ علیہ السلام العمرۃ فریضۃ کفریضۃ الحج - عمرہ فرض ہی بدلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عمرہ فریضہ ہی مثل فریضہ حج کے - ف — مرفوع حدیث غریب ہا فقد ذکور کے دار قطنی وحاکم کی

Marfat.com

روایت کر ضعیف مگر مرفوع ہی بلکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول البتہ بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا اور بیہقی حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی لیکن اسناد مین ابن لہیعہ مختلف فیہ ہی اور ابن عباس کی حدیث مین ہی کہ حج وعمرہ دونون فریضہ ہین بہت لوگون پر سوائے اہل مکہ کے۔ بخاری رح نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول تعلیقاً اور حاکم نے موصولا روایت کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع مین بیان اسلام مین کلمہ شہادت و صلوٰۃ وزکوٰۃ کے بعد وارد ہی وان تحج وتعتمر۔ یعنی اور یہ کہ تو حج وعمرہ کرے۔ رواہ ابو داؤد والدارقطنی وابن خزیمۃ والحاکم۔ ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ نے کہا کہا رسول اللہ میرا باپ پیر مرد بوڑھا ہی کہ اُسکو حج کی استطاعت نہین اور نہ عمرہ کی تو فرمایا کہ اپنے باپ کی طرف سے حج کر اور عمرہ کر۔ رواہ الترمذی وابن حبان والدارقطنی اور امام احمد نے کہا کہ عمرہ واجب ہونے مین یہ سب سے اصح ہی وقال اللہ تعالیٰ واتموا الحج والعمرۃ للہ۔ یعنی تمام کرو حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے۔ تمام کرنے کا حکم واجب ہی تو خود عمرہ بھی مثل حج کے واجب ہی۔ اول تمام کرنا بعد شروع کے ہوتا ہی اور ہم نے کہا کہ جو شروع کرے اسپر تمام کرنا واجب ہی اور شک نہین کہ سیاق آیت یہ کہ حج یا عمرہ جسکو تم ادا کرو اُسکو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام کرو پس اِسمین وجوب عمرہ کی کوئی دلیل نہین ہی اور شیخ محقق وشیخ الاسلام شارحین نے کہا کہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کو صاحب التنقیح نے فرمایا کہ شاذ اور مخالف صحیحین ہی باوجود اسکے صرف اِسقدر ثبوت ہوا کہ عمرہ کرنا اسلام سے ہی تو اِس سے وجوب نہین نکلتا جیسے اذان وختنہ اور بہت سے شعار اسلام کے واجبات نہین ہین اور حدیث ابو رزین رزمین صرف یہ نکلا کہ اپنے باپ کی طرف سے حج وعمرہ تجھکو ادا کرنا جائز ہی تو ثابت ہونا واجب وسنت ہر ایک مین روا ہی پس وجوب کی کوئی وجہ نہین۔ اور باقی آثار جو اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم ہین اُسوقت متعین ہوتا کہ اِسکے معارضات احادیث وانما موجود نہ ہوتے چنانچہ مصنف رح نے فرمایا۔ ولنا قولہ علیہ السلام الحج فریضۃ والعمرۃ تطوع۔ اور ہماری دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہی کہ حج فریضہ ہی اور عمرہ تطوع ہی۔ ف لیکن یہ مرفوع حدیث ثابت نہین ہوئی بلکہ ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا۔ ع۔ اور ہماری دلیل حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عمرہ کیا واجب ہی آپ نے فرمایا کہ نہین اور تیرا عمرہ ادا کرنا افضل ہی۔ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حدیث حسن بالاتفاق حجت ہی۔ دارقطنی نے کہا کہ اسکی اسناد مین حجاج بن ارطاۃ سادی قابل حجت نہین۔ جواب یہ کہ برابر امام ترمذی نے اسکی حدیث کو حسن کہا پھر دارقطنی کا قول قبول نہین حالانکہ حجاج کی طرح ابن جریج نے بھی روایت کی اور اسکے دو ضعیف طرق دیگر ہین جنکو طبرانی اور دارقطنی نے مسند کیا تو کسی حال سے یہ حدیث درجہ حسن سے کم نہین بلکہ بدرجہ صحیح پہونچتی ہی لہذا ترمذی کے بعض نسخ مین حدیث حسن صحیح وارد ہی۔ بلکہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج تو جہاد ہی اور عمرہ تطوع ہی۔ یہ حدیث بھی حجت ہی۔ شیخ تقی الدین نے امام مین کہا کہ اسناد مین سب راوی ثقات ہین صرف عبد الباقی بن قانع مین کچھ کلام ہی لیکن عبد الباقی بہت بڑے حفاظ مین سے ہی۔ ابن خزیمہ نے کہا کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہی اور مسند مین اہان راوی ضعیف ہی۔ شیخ نے فرمایا کہ اہان کو امام یحیی بن معین نے ثقہ کہا اور اِس سے ایک جماعت مشاہیر نے روایت کی اور اگر ہم مان لین تو بھی حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی۔ بلکہ ابن ماجہ نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے اِس حدیث کو مرفوع روایت کیا اگرچہ اِسکی اسناد مین عمرو بن قیس راوی مین کلام کیا گیا ہی لیکن بقول ابن الہمام رح اسکی حدیث درجہ حسن سے کم نہین

Marfat.com

اور قول عبداللہ بن مسعود بروایت ابن ابی شیبہ باسناد صحیح گذر چکا - پس کیونکر عمرہ کا فرض ہونا ثبوت ہو سکتا ہے اور ابو عمر ابن عبدالبر نے صریحا اس سے انکار کیا - کما نقلہ العینی رح اور حق یہ کہ جو ابن الہمام نے کہا کہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل و صحابہ و تابعین کا عمل موجب ہے کہ عمرہ سنت ہے - م - ولانہا غیر موقتۃ بوقت وتنادی بقیۃ غیرہا کما فی فائت الحج - اور اس دلیل سے کہ عمرہ کسی وقت کے ساتھ موقت نہیں اور وہ غیر کی نیت سے ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ فائت الحج میں ہے ف جسکا حج فوت ہو گیا وہ حج کی نیت کرتا ہے پھر عمرہ و حج ادا کرتا ہے تو حج کی نیت سے عمرہ ادا ہوا - وبنیہ امارۃ النفلیۃ - اور یہ صفت اسکے نفل ہونے کی علامت ہے - ف کیونکہ فرض و واجب تو کسی وقت کے ساتھ موقت ہوتا اور اپنی نیت سے ادا ہوتا ہے - اور نفل ہونا منافی مسنت نہیں کیونکہ سنت وہ نفل ہے جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کیا جو سوائے کبھی ترک کے - اور یہی وہ حدیث جس سے شافعی نے استدلال کیا اول تو وہ حدیث نہیں بلکہ اثر صحابی ہے اور بر تقدیر تسلیم اسکی تاویل واجب تاکہ جو احادیث و اجماع نے نقل کی اسسے موافقت ہو - وتاویل ماروناہ - اور جو شافعی نے روایت کی یعنی عمرہ فریضہ ہے اسکی تاویل یہ کہ - انہا مقدرۃ باعمال الحج - عمرہ مقدر باعمال حج ہے - ف خلاصہ تاویل یہ کہ فرض کے معنی شرعی حکم قطعی لازم نہیں بلکہ یہاں فرض بمعنی تقدیر ہے یعنی عمرہ فریضہ سے یہ مراد کہ عمرہ کے اعمال کا اندازہ حج کے اعمال سے ہے یعنی طواف و سعی مثل حج کے ہے اور یہ تاویل لازم - اذ لا ثبت الفرضیۃ مع التعارض فی الآثار - کیونکہ آثار میں تعارض ہونے کے باوجود فرض ہونا ثبوت نہیں ہو سکتا - ف بلکہ فرضیت کے واسطے چاہیے نص قرآنی یا مانند قرآن کے یا حدیث ثبوت کو پہونچے پھر وہ اپنے معنی میں قطعی بلا معارضہ ہو اور یہاں کچھ بھی نہیں اور معارضہ موجود ہے - بلکہ حق یہ کہ حدیث ہی نہیں ہے بلکہ اسکے معارضہ میں کہ عمرہ نفل ہے حدیث صحیح موجود ہے - م - قال وہی الطواف والسعی - کہا اور عمرہ صرف طواف و سعی ہے - ف پھر حلال ہونے کے واسطے حلق یا قصر کرے - وقد ذکرناہ فی باب التمتع واللہ تعالی اعلم - اور ہم اسکو باب التمتع میں ذکر کر چکے واللہ تعالی اعلم -

باب الحج عن الغیر

یہ باب غیر کی طرف سے حج کرنے کے بیان میں - الاصل فی ہذا الباب - اس باب یعنی غیر کی طرف سے حج کرنے میں اصل یہ ہے کہ - ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ - انسان مختار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کے واسطے کر دے - صلوۃ - خواہ نماز ہو - ف یعنی نفل نماز کا ثواب غیر کو دے - اوصوما - یا روزہ ہو - ف یعنی نفل روزہ کا ثواب غیر کو دے - اوصدقۃ کر دے بطریق احسان وہدیہ کے - یا صدقہ ہو - ف روپیہ پیسا کھانا کپڑا وغیرہ مال صدقہ - اوغیرہا - یا انکے سوائے - ف مثل تلاوت قرآن و تسبیح و تہلیل وغیرہ - اور کبھی صدقہ ہر نیک عمل پر بولا جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے - اماطۃ الاذی عن الطریق صدقۃ - یعنی مسلمانوں کی راہ سے موذی چیز دور کرنا صدقہ ہے حتی کہ مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنے کو صدقہ فرمایا - عند اہل السنۃ والجماعۃ - یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ہے - ف بخلاف معتزلہ کے کہ وہ تمام عبادات میں انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا - وان لیس للانسان الا ما سعی - یعنی اور آدمی کے واسطے کچھ نہیں سوائے اسکے جو سعی کر چکا - اس سے نکالتے ہیں کہ غیر کی سعی سے اسکو کچھ نہیں ملیگا - پس اگر غیر نے اپنا ثواب کسی کے واسطے کیا تو نفع ہی نہیں پہونچیگا - اور اہل السنۃ اسکو رد کرتے ہیں - لما روی عن النبی علیہ السلام

Marfat.com

انہ ضحی بکبشین املحین احدہما عن نفسہ والآخر عن امتہ ممن اقر بوحدانیۃ اللہ تعالے وشہد لہ بالبلاغ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوا کہ آپ نے دو مینڈھے ایسے قربانی کیے جنکے سیاہی مین کچھ سپیدی لی تھی ایک کو اپنی ذات مبارک کی طرف سے اور دوسرے کو اپنی ایسی امت کی طرف سے جس نے اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار کیا اور آپ کے واسطے رسالت پہونچانے کے گواہی دی - ف - یہ حدیث ایک جماعت کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بکثرت راویون نے روایات کیین چنانچہ حضرت عائشہ و ابوہریرہ رضہ سے ابن ماجہ نے بطریق عبد الرزاق اور احمد نے اور حدیث ابوہریرہ عن عائشہ مرفوعاً مسند احمد مین اور معجم طبرانی مین اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ سنن ابوداؤد و ابن ماجہ مین اور حدیث ابو رافع رضہ مسند احمد مین اور حدیث حذیفہ رضہ عند الحاکم اور حدیث ابوطلحہ عند ابن ابی شیبہ وحدیث انس رضہ ایضاً - ورواہ ابویعلی والبزار والدارقطنی اور آثار واخبار ورباب قرأۃ یسین وغیرہ بہت ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قربانی کرنا واسطے خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو انواع خیرات کا آنکے امرات کے لیے حکم دینا بہت کثرت سے شائع ومشہور ہی - م - مفع - جعل تضحیۃ احدے الشاتین لامتہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون بکریون سے ایک کی قربانی اپنی امت کے واسطے کردی ف - اور قرآن مجید مین ملائکہ کا استغفار کرنا مومنون کے لیے بقولہ تعالی ویستغفرون للذین آمنوا - وبقولہ تعالی فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک تا قولہ تعالی وقہم السیات - اور مومنون کا والدین کے لیے بقولہ تعالی وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا - اور احادیث صحیحہ اس بارہ مین بہت کثیر ہین اور نماز جنازہ پر دعا متواتر متوارث ہی - پس جب غیرون کی دعا و استغفار سے انسان کو نفع پہونچا تو معلوم ہوگیا کہ معتزلہ کا قیاس غلط ہی اور غیر سے نفع نہ ہونا شاید کہ امت سابقہ ہی تھا جب کہ خود آیت مین ہی سیاق ہی کہ قوم ابراہیم وموسی پر یہ لکھا گیا تھا - یا احادیث صحیحہ سے کتاب کی تخصیص ہی ہذا ملخص الشروح اور مترجم کے نزدیک تحقیق المقام حسبین کچھ تخصیص وغیرہ کی ضرورت نہین اور نہ معتزلہ کو اپنی جہالت پر غرور رہے توفیق الٰہی فرد جل اصلح ہی کہ آیت مین اللہ تعالی نے یہی فرمایا کہ ان لیس للانسان الا ما سعی - اس سے معلوم ہوا کہ سوا سے حق سعی کے کچھ نہین ہی - ہم اسپر ایمان لائے لیکن معتزلہ نے سمجھا کہ سعی کے معنی یہ کہ اپنے ہاتھ پاؤن کے عمل ظاہری ختم کر گیا ہو اور ہم کہتے ہین کہ سعی کے معنی عمل کے اندر منحصر نہین ہین بلکہ سعی مین عمل بھی داخل ہی اور سعی کے معنی عام ہین - پس جب آدمی نے فرزند صالح یا پڑھایا ہوا یا تصنیف کیا ہوا علم چھوڑا یا کوئی صدقہ جاری چھوڑا تو یہ بھی اسکی سعی ہی اور جب وہ ایمان لایا جس سے ملائکہ استغفار کرتے ہین تو یہ بھی اسنے اپنی سعی سے پایا - اور یون ہی ایمان ہی کے ذریعہ سے اس قربانی کا ثواب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اس دعا و استغفار و قرارت واذکار کا ثواب جو اسکے کسی بھائی مسلمان نے اسکو پہونچایا بلکہ اسی ایمان کی بدولت جب کہ اسنے اللہ تعالی کی توحید کی اور یہود و نصاری نے شرک وکفر کیا تو قیامت کے روز بہت سے لوگ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے آوینگے جنپر مثل پہاڑون کے گناہ لدے ہونگے پس اللہ تعالی ان گناہون کو یہود و نصاری پر ڈالیگا اور ان مومنون پر رحم فرماکر بخشدیگا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مین منصوص ہی اور شاید بعید واللہ تعالی اعلم یہ ہی کہ یہ مومنین امت مرحومہ کے اخیر زمانہ کے لوگ ہین جسوقت کہ امت مرحومہ کے سلاطین وامرا نے فسق وفجور وشہوات دنیا واسکی حیات کو طلب کیا اور انکے دلون مین نفاق وبغض پیدا ہوئی حتی کہ آپکی شامت سے حکومت دور کردی گئی جب کہ انھون نے ظلم کیا اور اس زمانہ مین نصاری وغیرہ غالب وبکثرت ہوگئے اور چونکہ انھون نے دنیا کے واسطے اپنے قومی اخلاق کو درست کیا اور قانون کی پابندی

تو انکی کوشش کا نتیجہ انکو دیا گیا یعنی دنیا انکو دی گئی پس انھون نے اللہ تعالی کی توحید چھوڑی اور شرک وکفر
پھیلایا اور اسکی اشاعت کے واسطے سخت قوانین رکھے کہ بیچارے مومنین غربا بوجہ سختی معاش کے طرح طرح
کے گناہون مین مبتلا ہوے جنکا باعث یہی حکام ہوے پس انکا قصاص آخرت مین کر دیا گیا جب کہ ان معینون
ومختیون مین یہ مومنین خالص توحید الہی پر قائم رہے کیونکہ اصل اعتبار جڑ کا ہی پس جس نے ایمان کی بنیاد
دائم کی تو اسی جڑ سے شاخین پھوٹین مگر خراب بد اعمال ہونے سے تراش ڈالنے کے لائق ہین لیکن یہ جڑ کبھی جہنم
کے ریگستان مین نہین رکھی جا سکتی ہے اور جس نے شرک وکفر کی جڑ جمائی اور نعوذ باللہ تعالی اپنے پیدا کرنیوالے
سے منہ موڑا تو یہ جڑ لامحالہ جہنم مین جمی ہے پھر جو برتاو اعمال کا اس بنیاد پر ہوا اگر قوانین کی پابندی پر ہے تو وہ تمام
دنیا کو لے سکتا ہے تو دنیا کی چیزین سب لگتین اور جڑ اسی طرح جہنم مین ہے - پھر جو شخص آخرت پر یقین لایا ضرور
دنیا اسکے نزدیک حقیر وخوار وذلیل ہے اگر یہ نہ ہو تو وہ آخرت کا مومن نہین ہے پس ہم کہتے ہین کہ جب دنیا مین مومن
وکافر سب اللہ تعالی ہی کے مخلوق ہین تو مومن ضرور نہایت شاکر ہوگا کہ اسکو نعمت ایمان عطا ہوئی اور جو کوئی یہ چاہے
کہ کافرون کو انکی نیک کوششون کا ثمرہ یہ حقیر دنیا جو انکی مراد ہے یہ بھی نہ دیجاوے تو وہ بہت احمق اور بڑا ناشکر ہے
ورنہ بالیقین اللہ تعالی ضرور آخرت والون کو انکی معاش دنیاوی پوری فرادیگا اگرچہ قلیل ہو - اور وہ جھوٹا ہے جو
دعوی کرتا ہے کہ ہم دنیا سے منہ موڑ کر آخرت چاہتے ہین پھر وہ دنیا بھی لذات کی خواہش سے چاہتا ہے - جب یہ معلوم
ہوا تو لا تزر وازرۃ وزر اخری - کے معنی معلوم ہوگئے کہ کوئی نفس دوسرے کا گناہ نہین اٹھاویگا - اسکے یہ معنی
ہین کہ جسکا کچھ تعلق نہوا پر دوسرے کا بار نہین پڑیگا - کیا نہین دیکھتے کہ آدم علیہ السلام کے اول بیٹے نے دنیا
مین قتل کا طریقہ جاری کیا تو قیامت تک جتنے قتل واقع ہون سب کے عوض اسپر بھی حصہ ہے اور نہین دیکھتے کہ جب
کسی محلہ مین نامعلوم قتل واقع ہو تو محلہ والون کی غفلت سے انپر قسم ودیت ہے اور یون ہی عطار سے قتل کا بدلا کسی
برادری داہل دیوان اٹھاتے ہین اور جو میت بغیر نماز دفن ہو اسکا گناہ سب پر ہے پس اسی کی نظیر مین سعی ہے حتی کہ
آدمی کو اپنے سعی کا نتیجہ ملتا ہے کچھ اور نہین ملتا لیکن سعی یہی کہ اسکے کسی فعل سے اسکو تعلق ہوا ہو حتی کہ ایمان لانے کی
وجہ سے جو کچھ ثواب غیرون کے عمل کا ثواب ہدیہ ہو یہ اسکی سعی مین داخل ہے چنانچہ حدیث مین بیٹے کی قربانی اپنی
امت یعنی قیامت تک کے آدمیون مین سے امت بعثت کو نہین بلکہ امت قبولیت کو دی کہ جس نے توحید کی اور
رسالت کا اقرار کیا یعنی اس ثواب کا استحقاق اسکو اپنے ایمان کی وجہ سے واپس کیا یہ اسکی سعی نہین ہے کیونکہ سعی
وہی جسکا نتیجہ نکلا پس معتزلہ کی جہالت ہے کہ انھون نے سعی صرف آدمی کی زندگی مین اسکے ہاتھ پانون آلہ کو قرار دیا
حالانکہ یہ عقل ونقل دونون طرح غلط ہے اور صواب وہ تحقیق ہے جو تبوفیق الہی عزوجل بیان ہوئی - لاستقم - پھر
واضح ہو کہ اہل السنۃ مین کچھ اختلاف نہین کہ مومن کو غیر کے مالی صدقہ کا ثواب پہونچتا ہے جیسے نقد وکھانا وقربانی
وغیرہ - اور اسی طرح بالاجماع اسکی دعا واستغفار سے نفع حاصل ہوتا ہے لیکن سوائے اسکے محض بدنی عبادت مثل
صوم صلوۃ مین اختلاف ہے حتی کہ فتح القدیر مین لکھا کہ امام مالک وشافعی رح کے نزدیک انکا ثواب نہین پہونچتا ہے
مین کہتا ہون کہ علماے حنفیہ مین بھی اختلاف ہے اور فتوی یہ کہ انکا ثواب پہونچتا ہے - پھر یہ خوب جان لینا چاہیے
کہ جس نے مالی صدقہ یا دعا یا بدنی عبادت کو غیر کے واسطے کیا تو معنی یہ ہین کہ اول کرنے والے کو ثواب عطا ہوتا
پھر وہ اپنا ثواب جسکو چاہے دیدے - یہین سے مین نے کہا کہ ہندوستان مین جو لوگ رسوم کے پابند کہ سوم
وچہلم وغیرہ کرتے ہین بعضے تو اسواسطے کہ نہ کرنے مین بدنامی ہے اور برادری کو کھانا نہ دینے مین حقارت شکایت کی

اس نیت سے مال برباد اور کچھ ثواب نہین تو میت کو کچھ بھی نہین ملا - بلکہ اکثر اس کام کے لیے سودی روپیہ قرض لیتے یا ترکہ مرہون کرتے حالانکہ بعض وارث نابالغ ہین تو ان محرمات کے ارتکاب سے معصیات مین مبتلا ہوتے ہین بعضے وسعت ترکہ وجواز کے باوجود برادری کا کھانا تقسیم کرتے ہین الخ یہ رسم قبیح اور مال رائگان ہے کہ جسقدر کہ مساکین کو تقسیم کیا گیا تو اسمین اگر اخلاص نیت و مال حلال ہے تو ثواب لامحالہ ہے قطع نظر اختلاف کے - پس اگر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا تو اسکا ثواب ہدیہ کرنے سے میت کو پہونچیگا پس امر صلح تو اسی قدر ہے کہ حلال مال سے میت نہائی یا کثر خیرات کی وصیت کرے ورنہ وارث لوگ سب کی اجازت سے مساکین کو خیرات کرین اور ہندؤن کی طرح دن و تاریخ کے تعیین نہ سمجھین بلکہ عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صدقہ قبول فرمانے و ثواب کی التجا کرین پھر اسکو ہدیہ کرین - اور واضح رہے کہ مغفرت و ثواب جناب باری تعالیٰ کے فضل پر ہے نہ کثرت و قلت پر لہذا سودی روپیہ لینا اگر جوا ربھی ہو تو وہ ضرورت شرعی کے وقت ہے اور معنی ضرورت کے یہ کہ بدون اسکے حرج و مشقت شدید لاحق ہو لہذا جس شخص کو حلال قلیل میسر ہے اور اسنے اخلاص نیت سے صدقہ کیا تو مالدار کے حلال کثیر سے کم نہ ہوگا اور حرام مال و بدنیتی و نام وغیرہ مین میت کو کچھ فائدہ نہین اور مال برباد اور جس نیت سے کیا وہی اسکا ثمرہ ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم - م - والعبادات انواع - اور عبادات کئی طرح پر ہین - مالیۃ محضۃ - ایک محض مالی - ف جسمین بدن کی مشقت نہین ہے - کالزکوۃ - جیسے زکوۃ ف کہ صرف مال دیدینا ہوتا ہے - وبدنیۃ محضۃ - اور دوم محض بدنی - ف جسمین مال کا خرچ نہین کالصلوۃ جیسے نماز - ف کہ صرف بدن سے ادا ہوتی ہے - ومرکبۃ منہما کالحج - اور سوم وہ کہ مالی و بدنی دونون سے مرکب ہے جیسے حج - ف کہ اسمین بدن کے افعال و خرچ مال ہے لیکن ہم نے اول باب مین ذکر کیا کہ بقول صحیح و صواب یہ کہ حج بھی محض بدنی عبادت ہے اور مال تو اس عبادت کی ادا کو واجب ہونے کی شرط ہے ع - پھر ایصال صواب ان فرائض مین معنی نہین رکھتا - یعنی مثلاً جسپر آج ظہر کی نماز فرض ہے اسنے پڑھکر ثواب دوسرے کو دیدیا تو بظاہر فرض ساقط و ثواب واصل ہو لیکن یہ مختلج ہے - ہان اگر نفل طور پر مال دیا یا نماز پڑھی یا حج کیا تو اسکا ثواب دوسرے کو پہونچیگا جب کہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا ہو - رہا یہ کہ ان عبادات مین نیابت جاری ہوتی ہے یا نہین مثلاً زید پر آج ظہر کی نماز فرض ہوئی پس اسنے خود ادا نہ کی بلکہ بکر کو اپنا نائب مقرر کر دیا کہ اسکی طرف سے پڑھ دے تو اسکے کچھ معنی نہین ہین خواہ زید تندرست ہو یا بیمار ہو یعنی اختیار مین ہو یا بے اختیار ہو - م - والنیابۃ تجری فی النوع الاول فی حالتی الاختیار والاضطرار بحصول المقصود بفعل النائب - اور قسم اول یعنی محض مال عبادت مین نیابت جاری ہوتی ہے اختیار و اضطرار دونون حالتون مین بوجہ حاصل ہونے مقصود کے نائب کے فعل سے - ف یعنی زکوۃ کا مقصود یہ کہ مال معلوم فقراء کو پہونچا دیا جاوے پس جب اسنے اپنے وکیل یا نائب کے ذریعہ سے پہونچا دیا تو عبادت پوری ہوگئی خواہ زید کی حالت اضطراری ہو یعنی بوجہ بیماری وغیرہ کے خود پہونچانے سے معذور ہو یا حالت اختیاری ہو یعنی خود اپنی قدرت سے پہونچا سکتا ہے مگر اسنے نائب مقرر کر دیا - الحاصل زکوۃ مین عبادت یہی کہ فقراء کو مال دیدے جسکا دینا نفس پر شاق ہوتا ہے - تو اسمین خود اور نائب برابر ہین - ولا یجری فی النوع الثانی بحال - اور دوسری قسم یعنی محض بدنی عبادت مین نیابت نہین جاری ہوتی کسی حال مین ف خواہ اپنے اختیار مین ہو یا بیماری سے معذور ہو - لان المقصود وہو اتعاب النفس لا یحصل

کیونکہ مقصود اور وہ نفس کو تعب دینا ہی بذریعہ نیابت کے نہین حاصل ہوتا ہی - ف بلکہ نائب کو تعب ہوا تو اسکی عبادت ہوجاتی اگر خلوص نیت ہوتی لیکن نائب ہونے کی نیت سے اسکی بھی عبادت نہوگی پھر مرسل کے حق مین تو کسی طرح نہ ہوگی - وتجری فی النوع الثالث عند العجز للمعنی الاول و ہو المشقۃ بتنقیص المال - اور رہی قسم سوم جو کہ مرکب ہی اسمین نیابت بحالت عاجزی کے جاری ہوتی ہی بوجہ معنی اول کے اور وہ مال کو کم کرنے سے مشقت اٹھانا - ولا تجری عند القدرۃ لعدم التعب النفس - اور بحالت اختیاری نہین جاری ہوتی بوجہ نفس کا تعب نہ ہونے کے - ف حاصل یہ کہ جو عبادت کہ مال و بدن دونون سے مرکب ہی اسمین مالی عبادت سے مشابہت بنظر مال ہی اور بدنی عبادت سے بنظر مشقت بدن ہی پس ہم نے اسکے بارہ مین دونون مشابہت پر عمل دیا اور کہا کہ عاجزی کی حالت مین تو اسکا حکم مانند عبادت مالیہ محضہ کے ہی حتی کہ نیابت جاری ہی اور قدرت کی حالت مین اسکا حکم مانند عبادت بدنیہ محضہ کے ہی حتی کہ اسمین نیابت نہین جاری ہی - پس اگر حج بھی عبادت مرکبہ ہو تو جس مالدار پر حج فرض ہوا اگر وہ خود افعال و سفر کا تعب اٹھا سکتا ہی تو اسی پر لازم ہی نائب کے ذریعہ سے نہین جائز ہی اور اگر عاجز ہو تو صرف مال خرچ کرنا اسکے اختیار مین رہگیا پس نائب کے ذریعہ سے ادا کرسکتا ہی جب کہ خود ادائے افعال سے عاجز ہی - والشرط العجز الدائم الی وقت الموت - اور اسوقت نیابت جائز ہونیکی شرط یہ کہ عاجزی برابر وقت موت تک رہے - ف حتی کہ اگر بعد ادا سے نائب کے خود قوی قادر ہوگیا تو اسپر خود ادا کرنا لازم ہی - لان الحج فرض العمر - کیونکہ حج تو عمر کا فرض ہی - ف یعنی تمام عمر مین ایک مرتبہ ادا کرنا فرض ہی پس تمام عمر تک عاجزی بھی شرط ہی تب نائب کا فعل اسکی طرف سے ہوگا اور یہ حج فرض مین ہی - وفی الحج النفل یجوز الاناتہ حالۃ القدرۃ لان باب النفل اوسع - اور نفل حج مین نائب کرنا قدرت کی حالت مین بھی جائز ہی کیونکہ نفل کا باب زیادہ وسیع ہی - ف کیا نہین دیکھتے کہ قیام جو فرض نماز ہی باوجود قدرت کے نفل مین ساقط ہوجاتا ہی - پھر خلاف نہین کہ ایسا نواب حج مین پہلے حج کرنے والے سے حج قبول ہوگا پھر ثواب غیر کو ہدیہ پہونچیگا اور رہا نیابت کی صورت مین تو اختلاف ہی - ثم ظاہر المذہب ان الحج یقع عن المحجوج عنہ - پھر ظاہر مذہب تو یہ ہی کہ حج اس شخص سے واقع ہوتا ہی جسکی طرف سے حج کیا گیا - ف یعنی نائب سے نہین بلکہ موکل کی طرف سے ابتدا ہی واقع ہوتا ہی گویا موکل نے کیا - وبذلک تشہد الاخبار الواردۃ فی الباب - اور اس باب مین جو احادیث وارد ہوئی ہین وہ بھی اسی کی شاہد ہین - کحدیث الخثعمیۃ - جیسے خثعمیہ عورت کی حدیث - ف جو صحاح ستہ مین سوائے ابوداؤد کے مروی ہی اور گذر چکی اور حاصل یہ کہ قبیلہ خثعم مین سے ایک عورت نے اپنے معذور باپ کی طرف سے حج کرنے کو پوچھا تھا - فانہ علیہ السلام قال فیہ حجی عن ابیک واعتمری - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین فرمایا کہ تو اپنے باپ کی طرف سے حج کر اور عمرہ کر - ف اور یہ نہین فرمایا کہ خود حج وعمرہ کر اور ثواب نائب کو دیدے - وعن محمد - اور امام محمد سے غیر ظاہر یہ روایت ہی کہ - ان الحج یقع عن الحاج وللآمر ثواب النفقۃ - حج تو حج کرنے والے یعنی نائب کی طرف سے واقع ہوگا اور موکل کے لیے خرچہ کا ثواب ہی - لانہ عبادۃ بدنیۃ - کیونکہ حج تو عبادت بدنیہ ہی - ف یہ مبسوط کی عبارت ہی اور ظاہر امراد یہ کہ حج محض بدنی

Marfat.com

عبارت ہے اور مرکب نہین ہے - وعند العجز قیم الانفاق مقامہ - اور عاجزی کے وقت خرچ کرنا حج کے قائم مقام کیا گیا - کالفدیۃ فی باب الصوم - جیسے باب الصوم مین فدیہ ہے - ف - کہ جو شخص روزہ سے عاجز ہے تو بجائے اسکے اسکا فدیہ قائم ہوا اور ظاہر ہے کہ اسکو فدیہ کا ثواب ہے نہ آنکہ اسنے روزہ ادا کیا - فافہم - قال ومن امر رجلان ان یحج عن کل واحد منہما حجۃ - کہا اور اگر ایک شخص کو دو شخصون نے اپنا نائب کیا ہر ایک نے اسکو حکم کیا کہ میری طرف سے حج کرے - فابل بحجۃ عنہما - پس اسنے دونون کی طرف سے ایک حج کا تلبیہ کیا - ف - یعنی احرام باندھا کہ لبیک بحجۃ عن فلان وفلان - یعنی یہ حج کی لبیک ازجانب فلان اور فلان دیگر ہے - مراد یہ کہ ایک کو معین کرنے سے پہلے افعال حج شروع کر دیے ع - فہی عن الحاج - تو یہ حج اسی حاجی نائب کی طرف سے ہوگا - ف - یعنی جو افعال ادا کیے وہ اسی نائب کے قرار دیے جاوینگے ویضمن النفقۃ - اور وہ نفقہ کا ضامن ہوگا - ف - یعنی ہر ایک موکل نے جو خرچہ دیا ہے ہر ایک کے لیے اسکے خرچہ کا ضامن ہے پھر یہ حج نائب کی طرف سے بھی پورا حج نہ ہوگا - لان الحج یقع عن الآمر - کیونکہ حج تو موکل کی طرف سے واقع ہوگا - ف - یعنی اسنے احرام مین موکلون کے واسطے نیت کی نہ اپنے واسطے اور فرائض مین نیت کا مدار ہے تو اس لحاظ سے یہ حج ہر موکل کی طرف سے ہوا - حتی لا یخرج الحاج عن حجۃ الاسلام - حتی کہ حاجی نائب اس حج کی وجہ سے اپنے اوپر فریضہ حج سے باہر نہ ہوگا - ف - پھر یہ حج واحد دونون موکلون کے واسطے بھی نہین ہو سکتا کیونکہ ہر ایک کے واسطے پورا حج ہونا چاہیے - وکل واحد منہما امرہ ان یخلص الحج لہ من غیر اشتراک - اور ہر موکل نے اسکو حکم کیا تھا کہ حج اسی کے واسطے خالص بدون شرکت غیر کے ادا کرے - ف - مگر اسنے شرکت کر دی تو اس لحاظ سے یہ حج کسی موکل کے واسطے بھی نہ ہوا - رہا یہ کہ کیا ممکن ہے کہ حج کو دونون مین سے ایک کے واسطے پورا قرار دیا جاوے تو جواب یہ کہ نائب کی طرف سے قرار دینا کچھ فائدہ نہین بلکہ بنظر نیت کے شرع کی طرف سے ہونا چاہیے - ولا یمکن ایقاعہ عن احدہما لعدم الاولویۃ - اور دونون مین سے کسی کی اولویت نہ ہونے سے اس حج کا ایک موکل کے واسطے ٹھہرانا ممکن نہین ہے - ف - یعنی نیت مین اسنے دونون کو جمع کیا پس کسی ایک کو کوئی ترجیح نہین کہ یہ حج اسی کے واسطے ہو - پس جب کسی ایک موکل کے واسطے بھی نہ ہو سکا - فیقع عن المامور - تو نائب کی طرف سے واقع ہوگا - ف - گویا معنی یہ کہ جو افعال اسنے ادا کیے وہ اسی کے حوالہ کر دیے جاوینگے جب کہ وہ کسی کام مین نہین آتے ہین لیکن نائب جسکے حوالہ ہوا وہ اسکے کام کا بھی نہین حتی کہ اسکا حج اسلام ادا نہ ہوا جب کہ اسنے نیت نہین کی تھی - خلاصہ دلیل کا شیخ عینی رح نے جامع صغیر کی شروح عتابی دیلمی ہم سے یہ نقل کیا کہ حج مذکور ایک راہ سے وکیل کی طرف سے اور دوسری راہ سے موکل کی طرف سے واقع ہوتا ہے لہذا موکل یا وکیل کوئی بھی فریضہ حج اسلام سے باہر نہ ہوگا - مترجم کہتا ہے کہ میری سمجھ مین امام مصنف رح کی دلیل زیادہ محقق ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مدار عبادت فریضہ کا نیت پر ہے تو حج مذکور موکلون ہی کی طرف سے واقع ہوگا لیکن ہر موکل کا مقصود فریضہ اسلام حج تھا تو یہ حج واحد کسی ایک کے واسطے نہین ہو سکتا تو جب کسی موکل کے واسطے ممکن نہین تو وکیل کو واپس کیا گیا گویا اسنے اپنے واسطے کیا لیکن اسکے واسطے عبادت نہوگا جب کہ نیت نہین لہذا اگر اسپر حج فرض ہو تو اس حج سے وہ ادا نہو جائیگا اور یہ دلیل مدقق محقق ہے - پھر رہا یہ کہ جب وہ وکیل کے واسطے ہو گیا تو کیا ممکن ہے کہ اب وہ کسی ایک موکل کے واسطے قرار دے - جواب - ولا یمکنہ ان یجعلہ

عن احدہما بعد ذلک - اور دلیل کو بعد اسکے بھی ممکن ہین کہ اس حج کو کسی ایک موکل کے واسطے کردے
ف اور اسکا بھید وہی کہ حج مذکور کے صرف افعال اسکے حال ہین نہ عبادت کیونکہ نیت اسنے موکلون کی
طرف سے قرار دی تھی پس اسکو کوئی عبادت بہ نیت حاصل نہ ہوئی حتی کہ خود اسکو حج نہین ملا کہ فریضہ اسلام
ادا ہوجاتا - بخلاف ما اذا حج عن ابویہ - برخلاف اسکے جب کہ اپنے والدین کی طرف سے حج کیا -
ف یعنی بدون انکے حکم وخرچہ کے اپنی طرف سے والدین کے واسطے ایک حج کیا تو یہ حج ادلا اسکے
واسطے عبادت حاصل ہے پس اسکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اور جس طرح چاہے دیدے - فان لہ ان یجعلہ
عن احدہما - چنانچہ اسکو اختیار ہے کہ اس حج کو والدین مین سے کسی ایک کے واسطے کردے - ف
خواہ ان کے لیے یا باپ کے لیے - لانہ تبرع بجعل ثواب عملہ احدہما - کیونکہ وہ اپنے عمل کا ثواب ایک
کے واسطے ہدیہ کرنے مین متبرع ہے - ف یعنی بدون حق لازم کے نفل نیکی کرنے والا ہے کیونکہ انکے نفقہ وحکم سے
انکی طرف سے نہین کیا تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ مین یہ حج خود کرتا ہون اس غرض سے کہ میرے والدین کی طرف سے
ہو یعنی ثواب اسکا انکو پہونچاؤنگا تو بعد حج کرنے کے وہ مختار ہے کہ چاہے دونون مین سے ایک ہی کو دیدے -
ادلہما - یا دونون کے واسطے ہدیہ کردے - فیبقی علی خبارہ بعد وقوعہ سببا لثوابہ - پس وہ اپنے قصد
پر رہیگا بعد وقوع حج کے سبب واسطے ثواب حج کے - ف یعنی چونکہ مقصود یہان اپنے فعل سے حج کرکے
اسکا ثواب والدین کو دینا تو حج کرلینے سے پہلے صرف قصد ہے اور جب حج کرلیا تو ثواب کا سبب موجود ہوا
تو یہ فعل سبب ثواب واقع ہوجانے کے بعد اسکا ہدیہ کرنا جاری ہوگا تو اسکو اختیار ہے کہ چاہے ایک کے واسطے
سب ثواب کردے یا دونون کے واسطے ہدیہ کردے - خلاصہ یہ کہ شروع سے حج کرتے وقت یہی معتبر ہے کہ اسنے
خود خالصاً وجہ اللہ تعالے کہا اگرچہ اسوقت اسکی نیت یہ ہے کہ اسکا ثواب والدین کو دیگا پس اگر اسنے احرام
سے والدین کی طرف سے کہہ لیا تو کچھ اعتبار نہین کیونکہ ہنوز ثواب کی چیز موجود ہی نہین ہے پس اصل فرق وکیل
کے موکلون کی طرف سے حج کرنے ہین اور فرزند کے والدین کی طرف سے حج کرنے مین یہ ہے کہ وہان فرزند نے افعال
حج خود کیے اور والدین کا ذکر ابھی سے کردیا جو نتیجہ پر ہوگا جب کہ بعد افعال کے حج موجود اور سبب ثواب
ہوجاوے - وہنا یفعل بحکم الآمر - اور یہان وکیل تو فعل بحکم موکل کرتا ہے ف حتی کہ افعال ہی
وکیل کے نہین بلکہ موکلون کے واقع ہوئے - وقد خالف امرہما - اور حال یہ کہ وکیل نے دونون موکلون
کے حکم سے مخالفت کی - ف کیونکہ ہر ایک نے اسکو تنہا اپنے واسطے حج کے افعال کرنے کا خرچہ دیا تھا
کیونکہ اسی صورت مین موکل کا مقصود منحصر ہے تو یہ شرط ضرور معتبر ہے مگر اسنے خلاف کیا اور دونون کی شرکت
کرلی - اور مقرر ہوا کہ وکیل جب موکلون کے خلاف کرے تو جو کچھ کیا وہ اسکی ذات کا کام تصور ہوتا ہے
فیقع عنہ - تو یہ افعال حج وکیل کی طرف سے واقع ہونگے - ویضمن النفقۃ ان انفق من مالہما -
اور وہ نفقہ یعنی خرچہ کا ضامن ہوگا بشرطیکہ دونون موکلون کے مال سے خرچ کیا ہو - لانہ صرف نفقۃ الآمر
الی حج نفسہ - کیونکہ اسنے موکل کا مال اپنے ذاتی کام افعال حج مین صرف کردیا - ف اور یہ کام اگرچہ
حج شرعی عبادت نہ ہوا مگر وہ اسی کا فعل رہا - تو خرچہ اسنے اپنے کام مین اٹھایا ہے - وان اہم الاحرام
اور اگر وکیل نے احرام کو مبہم رکھا ہو - بان نوی عن احدہما غیر عین - باین طور کہ دونون موکلون مین سے
ایک کی طرف سے بغیر معین کیے ہوئے نیت کی - ف تو اس صورت مین حج تو ایک شخص کی طرف سے

واقع ہوا اگر دونون موکلون مین سے وہ ایک معین نہین تھا۔ فان مضی علی ذلک صار مخالفا۔ پس اگر وہ اسی مبہم نیت پر گذر گیا یعنی افعال حج پورے کر گیا تو بھی وکیل مذکور اپنے موکلون کا مخالف ہو گیا۔ ف اسواسطے کہ بعد پورا ہونے حج کے وہ اسکو کسی کے واسطے معین نہین کر سکتا۔ لعدم الاولویۃ۔ بوجہ اولویت نہ ہونے کے۔ ف یعنی کوئی بہ نسبت دوسرے کے اولی نہین تو بدون ترجیح کے شرع اسکے کام کو کسی خاص کے واسطے نہین ٹھہرا دیگی پس یہ صورت اور پہلی صورت دونون یکسان ہین۔ وان عین احدہما قبل المضی اور اگر افعال مین گذرنے سے پہلے اسنے موکلون مین سے ایک کو معین کر دیا۔ ف یعنی پہلے تو احرام مین یہ نیت تھی کہ میرے موکلون مین سے ایک کی طرف سے ہی پھر افعال شروع کرنے سے پہلے اسنے اس ایک کو معین کر دیا کہ فلان موکل کی طرف سے۔ تو اسمین اختلاف ہی کہ یہ بھی مثل سابق ہی یا نہین چنانچہ فرمایا کہ۔ فکذلک عند ابی یوسف۔ اور ابو یوسف رح کے نزدیک مثل مذکورہ سابق ہی۔ ف کیونکہ ایک کو معین کرنا بعد مخالفت کے صحیح نہین۔ وہو القیاس۔ اور قیاس ظاہر یہی ہی۔ لانہ مامور بالتعیین و الابہام یخالفہ۔ کیونکہ وکیل تو معین کرنے پر مامور ہی اور مبہم کرنا اسکے مخالف ہوا۔ فیقع عن نفسہ تو یہ حج اسکی ذات سے واقع ہوگا۔ ف لیکن حج عبادت نہ ہوگا حتی کہ اسکا فرض بھی ادا نہ ہوگا۔ اگر وہم ہو کہ تم نے مبہم احرام مین کہا کہ اگر کسی نے صرف احرام کا تلبیہ کہا بدون اسکے کہ حج یا عمرہ کو معین کرے تو بعد کو تعیین جائز ہی۔ جواب یہ کہ یہان موکلون کے تعیین پر مامور تھا تو مخالفت سے پھر تعین نہین جائز ہی۔ بخلاف ما اذا لم یعین حجۃ او عمرۃ حیث کان لہ ان یعین ما شاء۔ بخلاف اسکے جب کہ احرام مبہم کیا کچھ حج یا عمرہ معین نہ کیا چنانچہ اسکو اختیار ہی کہ جو کچھ چاہے معین کرے۔ لان الملتزم ہناک مجہول۔ کیونکہ وہان جو چیز اپنے اوپر لازم کی وہ مجہول ہی۔ ف تو بیان سے اسکو رفع کرنا جائز ہی جیسے زید نے بکر کے واسطے اپنے اوپر کچھ مجہول مال لازم ہونے کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہی۔ وہہنا المجہول من لہ الحق۔ اور یہان یعنی وکیل کے ابہام احرام مین مجہول وہ شخص جسکا حق ہی۔ ف جیسے زید نے بزار درم اپنے اوپر ایک حقدار مجہول کے لازم بیان کیے تو اقرار صحیح نہین ہی کیونکہ جسکا حق ہی وہ مجہول ہی۔ پھر واضح ہو کہ قیاساً اگرچہ تعین نہین صحیح ہی لیکن استحساناً صحیح ہی۔ اور یہی امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہی۔ وجہ الاستحسان ان الاحرام شرع وسیلۃ الی الافعال لا مقصودا بنفسہ۔ اور استحسان کی وجہ یہ ہی کہ احرام تو افعال حج ادا کرنے کا وسیلہ شروع ہوا خود مقصود نہین ہی۔ والمبہم یصلح وسیلۃ بواسطۃ التعیین۔ اور احرام مبہم بھی وسیلہ ہو سکتا ہی بواسطہ تعیین کے۔ ف یعنی اسطرح کہ مبہم کو معین کرے پس ادائے افعال کی شرط احرام ہی۔ فاکتفی بہ شرطا۔ پس شرط ہونے مین احرام مبہم کے ساتھ اکتفا کر لیا گیا۔ ف کیونکہ شرط کسی طرح پائی جاوے کافی ہو جاتی ہی۔ الحاصل اول مبہم الاحرام تھا اور احرام تو افعال ادا کرنے کا وسیلہ و شرط ہی تو افعال شروع کرنے کے وقت مبہم کو معین کر لیا پس کافی ہو گیا بخلاف ما اذا ادی الافعال علی الابہام۔ برخلاف ایسی صورت کے کہ جب ابہام کی حالت پر افعال کو ادا کر چکا۔ ف تو اب تعیین نہین ہو سکتی۔ لان المودی لا یحتمل التعیین۔ کیونکہ جو چیز ادا ہو چکی وہ اس امر کو متحمل نہین کہ معین ہو کر ادا ہو۔ ف بلکہ جو ابھی ادا نہین کی اسمین تعیین کرنا ممکن ہی۔ تو جس صورت مین کہ مبہم حالت پر ادا کر لیا۔ صار مخالفا۔ تو مخالف ہو گیا۔ ف کیونکہ موکل

Marfat.com

سے موافقت توکیل کرنے مین قسمی - الحاصل بیان چار صورتین ہین - اول یہ کہ وکیل نے دونون کی طرف سے حج کا احرام باندھکر ادا کر دیا - دوم غیر معین ایک کی طرف سے مبہم احرام کیا پس اگر ادا کر دیا تو بلا خلاف اسکے ذمہ اور وہ ضامن ہوا اگر ادا سے افعال طواف وقوف سے پہلے کسی کو معین کر دیا تو ابو یوسف کے نزدیک قیاساً تعین جائز ہو اور امام ابو حنیفہ و محمد رح کے نزدیک استحساناً جائز ہو - سوم یہ کہ اسنے صرف حج کا احرام باندھا اور اسمین کچھ یہ تعین کسی کے طرف سے ہو - کافی مین فرمایا کہ اس صورت مین اگر تعین کر لے قبل ادا سے طواف اور وقوف کے تو بالاجماع جائز ہونا چاہیے اگرچہ اسمین روایت نہین ہو - چہارم یہ کہ ایک مؤکل معین کی طرف سے احرام کرے مبہم کہ حج ہو یا عمرہ ہو - اور یہ بلا خلاف جائز ہو - متن - قال فان امره غيره ان يقرن عنه قالدم على من احرم - امام محمد رح نے کہا اور اگر عاجز نے دوسرے کو حکم کیا کہ میری طرف سے قران ادا کرے تو ہدی قران اس شخص پر جس نے احرام باندھا - ف — یعنی ابھی سے معلوم کہ وکیل پر ہو - لانه وجب شكرا لما وفقه الله تعالى من الجمع بين النسكين - کیونکہ یہ ہدی تو شکر اس توفیق کا ہوا اللہ تعالے نے حج و عمرہ جمع کرنے مین دی - ف — یعنی ایک احرام مین - والمامور هو المختص بهذه النعمة لان حقيقة الفعل منه - اور وکیل ہی اس نعمت سے مختص ہو کیونکہ حقیقی فعل اسی کی طرف سے ہو - وهذه المسالة تشهد لصحة المروي عن محمد ان الحج يقع عن المامور - اور یہ مسئلہ شہادت دیتا ہو وہ قول صحیح ہونے کی جو امام محمد رح سے مروی ہو کہ حج واقع ہوتا ہو نائب کی طرف سے - ف — اور مؤکل کو نفقہ کا ثواب ہو - یہی مشائخ نے کہا کیونکہ حج اگر مؤکل کی طرف سے واقع ہوتا تو ہدی قران بھی مؤکل پر ہوتی - بعض نے جواب دیا کہ شرع نے افعال کو مؤکل کی طرف سے اعتبار کیا اگرچہ حقیقۃً وکیل سے ہون اور ہدی قران حقیقی فعل پر لازم ہو - متن - میرے نزدیک یہ جواب تو قریب بعدل کے ہو اور تحقیق واللہ اعلم یہ کہ عاجز کی استطاعت مین افعال ادا کرنے کی قدرت ہی نہین ہو تو اسنے اپنے مال سے جب غیر کو یہ افعال ادا کرائے تو شرع نے علاوہ نفقہ کے جس نیکی پر اسنے دلالت کی وہ مثل فاعل کے معتبر رکھی بدلیل حدیث الدال على الخير كفاعله او نحوه - یعنی نیکی پر دلالت کرنے والا مثل فاعل کے ہو - یا مانند اسکے بروایت صحاح لغلی بذا انبظر فعل کے وکیل سے اور بنظر دلالت کے مؤکل سے حج ہوا اور اس تحقیق سے اشکال دفع ہو گئے اور ائمہ رح کے کلام مین اتفاق ہو گیا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ دم القران وکیل پر ہو - حالانکہ ثواب مؤکل کو بھی ہو گا پس یہ اعتراض دفع ہوا کہ قران مین ہدی ایک نسک ہو پس اگر وہ وکیل پر ہو تو موکل کے حج مین نقص رہا - فاحفظه - م - وكذلك ان امره واحد بان يحج عنه - اور یون ہی اگر ایک عاجز نے اسکو حکم کیا کہ میرے طرف سے حج ادا کر دے والاخر بان يعتمر عنه - اور دوسرے عاجز نے اسکو حکم کیا کہ میری طرف سے عمرہ ادا کر دے - ف — پس اگر دونون نے اسکو قران کر لینے کی اجازت نہ دی ہو تو قران نہین کر سکتا ورنہ مخالف ضامن ہو گا - اور اگر ایسا نہ ہوا بلکہ - اذنا له بالقران - دونون مؤکلون نے اسکو قران کر لینے کی اجازت دی - فالدم عليه - تو دم القران وکیل پر ہو گا - لما قلنا - بوجہ اسکے جو ہم نے بیان کیا - ف — کہ حقیقۃً ایک احرام مین دو نسک ادا کرنا اسی سے متحقق ہوا - ودم الاحصار على الآمر - اور احصار کی قربانی کفارہ موکل پر لازم ہو - ف — یعنی مال موکل مین محسوب ہو گی اگر وکیل کو راہ مین احصار پیش آیا ہو - وهذا عند ابی حنيفة ومحمد رح - اور یہ امام ابو حنیفہ و محمد رح کے نزدیک ہو - وقال ابو يوسف على الحاج لانه وجب

Marfat.com

للتحلل دفعا لضرر استدامۃ الاحرام وھذا الضرر راجع الیہ فیکون الدم علیہ - اور ابو یوسف نے کہا کہ دم احصار حاجی یعنی وکیل پر ہے کیونکہ وہ تو حلال ہو جانے کے واسطے واجب ہوئی تاکہ مدت دراز تک احرام طول ہونے کا ضرر دفع ہو اور یہ ضرر فقط وکیل کی طرف راجع تھا تو قربانی کفارہ بھی اسی پر ہوگی - ولھما ان الآمر ھو الذی ادخلہ فی ھذہ العھدۃ - اور امام ابو حنیفہ و محمد کی دلیل یہ کہ موکل ہی وہ شخص ہے جس نے نائب کو اس عہدہ میں ڈالا - ف - یعنی عہدہ احرام میں ڈالا - فعلیہ خلاصہ - تو موکل ہی پر اسکا چھڑانا بھی لازم ہے - ف - یہ دلالت اسی کی طرف سے تھی تو خلاص بھی اسی پر ہے جب کہ وکیل کا اس میں قصور نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے جو فعل کہ اسکے تصور سے منسوب ہے تو اس میں دلالت کنندہ پر کچھ الزام نہیں لہذا صید قتل کرنے وغیرہ جرموں کی وجہ سے جو کفارات واجب ہوں وہ بالاجماع فقط نائب پر واجب ہونگے - م - فان کان حج عن میت فاحصر فالدم فی مال المیت عندھما - پس اگر یہ شخص میت کی طرف سے حج کرتا ہو پس محصر ہو گیا تو امام ابو حنیفہ و محمد کے نزدیک دم الاحصار مال میت میں ہے - خلافا لابی یوسف - برخلاف قول ابو یوسف کے - ثم قیل ھو من ثلث مال المیت لانہ صلۃ کالزکوۃ وغیرھا - پھر بعض مشائخ نے کہا کہ وہ میت کی تہائی مال میں سے ہوگا کیونکہ یہ صلہ ہے مانند زکوۃ وغیرہ کے - ف - صلہ اسکو کہتے ہیں جو مال عوض کے مقابلہ میں نہ ہو پس یہ بھی میت کی تہائی سے ہوگا جیسے زکوۃ یعنی اگر میت پر زکوۃ فریضہ حین حیات کی باقی ہو جو اس نے ادا نہیں کی یا نذر و کفارات واجب الادا ہوں تو یہ سب تہائی میں سے دیا جاوے - وقیل من جمیع المال لانہ وجب حقا للمامور فصار دینا - اور بعض مشائخ نے کہا کہ دم الاحصار میت کے کل ترکہ سے واجب ہوگا کیونکہ یہ وکیل کا حق واجب ہوا تو وہ قرضہ ہو گیا - ف - اور قرضہ ادا کرنا کل ترکہ سے واجب ہے - ودم الجماع علی الحاج - اور جماع کرنے کی وجہ سے قربانی کفارہ اسی حاجی پر واجب ہے - لانہ دم جنایۃ وھو الجانی عن اختیار - کیونکہ یہ قربانی جرم کی ہے اور جرم کرنے والا بھی اپنے اختیار سے ہے - ف - کچھ خلاف نہیں کہ جرم کی وجہ سے جو کفارہ واجب ہو وہ خود نائب پر ہے - ف - پھر یہ جو فرمایا کہ - ویضمن النفقۃ اور نائب نفقہ کا ضامن ہوگا - معناہ اذا جامع قبل الوقوف حتی فسد حجہ - اسکے یہ معنی ہیں کہ جب نائب نے وقوف عرفہ سے پہلے جماع کر لیا حتی کہ اسکا حج فاسد ہو گیا - ف - تو موکل کے حج کا ضامن ہے - لان الصحیح ھو المامور بہ - کیونکہ جس حج کا اسکو وکیل کیا گیا وہ حج صحیح ہے - ف - تو جب اس نے اپنے فعل سے حج فاسد کیا تو مخالف اور ضامن ہوا - بخلاف ما اذا فاتہ الحج حیث لا یضمن النفقۃ لانہ ما فاتہ باختیارہ - برخلاف اسکے جس صورت میں کہ اسکا حج فوت ہو گیا چنانچہ اس میں نفقہ کا ضامن نہیں ہوتا اسواسطے کہ اس نے اپنے اختیار سے حج کو فوت نہیں کر دیا - ف - کیونکہ اول تو وہ امین قرار دیا گیا دوم یہ متصور نہیں کہ ملتا ہوا حج اس نے خود فوت کیا حالانکہ اس پر قضا لازم ہوگی - واضح ہو کہ جب قبل وقوف کے جماع کرنے سے فاسد کر کے دوسرے سال قضا کی تو یہ بھی نائب ہی کے واسطے ہے - کما فی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان - اما اذا جامع بعد الوقوف لا یفسد حجہ ولا یضمن النفقۃ بحصول المقصود للآمر وعلیہ الدم فی مالہ لما بینا - اور رہا جس صورت میں کہ نائب نے بعد از وقوف عرفہ کے جماع کیا تو اسکا حج فاسد نہ ہوگا اور وہ نفقہ کا ضامن بھی نہ ہوگا کیونکہ موکل کا مقصود حاصل ہو گیا اور وکیل پر اس جماع کا کفارہ قربانی اپنے مال سے واجب ہوگا بوجہ اسکے جو ہم بیان کر چکے - ف - کیونکہ اسکے اختیاری جرم سے یہ بدنہ قربانی کرنا لازم ہوا ہے

Marfat.com

وکذلک سائر دماء الکفارات علی الحاج لما قلنا - اور اسی طرح باقی سب قربانیان کفارات کی حج کرنیوالے پر اسی وجہ مذکور سے لازم ہین - ومن اوصی بان یحج عنہ - اور جس شخص نے وصیت کی کہ اسکی طرف سے حج کرایا جاوے ف پھر وہ مرگیا - فاحجوا عنہ رجلا - پس وارثون نے میت کی طرف سے ایک نائب کو حج کرایا - ف بایں طور کہ ترکہ مین سے میت کا حج جو ایک تہائی متعلق رہتا ہی اسمین سے حج کے واسطے کافی نفقہ دیا اور نائب روانہ ہوا - فلما بلغ الکوفۃ - پھر جب نائب مذکور کوفہ تک پہونچا - مات او سرق نفقتہ - تو مرگیا یا اُسکا نفقہ چوری ہوگیا - وقد انفق النصف - حالانکہ وہ نصف نفقہ خرچ کرچکا ہی - ف یا تہائی ذخیرہ خرچ کیا ہو پس موت کی صورت مین نصف باقی ہی اور چوری کی صورت مین وہ بھی گیا یحج عن المیت من منزلہ بثلث مابقی - تو میت کی طرف سے اسکے گھر سے مابقی مال کی تہائی سے حج کرایا جاوے - ف مثلاً چار ہزار درم مین سے حج کا خرچہ ایک ہزار درم دیا گیا اور وہ راستہ مین چوری ہوا تو باقی تین ہزار مین سے تہائی ایک ہزار درم دیا جاوے یعنی میت کے گھر سے شمار کیا جاوے - وہذا عند ابی حنیفۃ رح - اور یہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہی - ف جسکی کہ اگر دوبارہ چوری ہوجاوے تو پھر باقی کا ایک تہائی دیا جاوے - علی ہذا القیاس - ہر بار مابقی کا ایک تہائی دیا جاوے حتی کہ وصیت پوری ہو پس ابو حنیفہ رح کے نزدیک اول تو دوبارہ بھیجنا میت کے گھر سے ہو - اور دوم ہر بار باقی مال کا تہائی دیا جاوے اور دونون مین اختلاف ہی - وقالا یحج عنہ من حیث مات الاول - اور صاحبین نے کہا کہ وہان سے حج کرایا جاوے جہان نائب اول مرا ہی - فالکلام ہہنا فی اعتبار الثلث - پس کلام اس مسئلہ مین ایک تو تہائی معتبر ہونے مین - وفی مکان الحج - اور دوم حج کی جگہ مین - ف یعنی کس جگہ سے حج کرایا جاوے - ف اور خلاف نہین کہ اول مرتبہ میت کے گھر سے بھیجا جاوے پھر اختلاف دوسرے بار مین ہی چنانچہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک دوبارہ بھی میت کے گھر سے اور صاحبین کے نزدیک جہانتک پہلا نائب پہونچا وہان سے خرچہ لگایا جاوے - اما الاول فالمذکور قول ابی حنیفۃ - پس بیان اول یعنی تہائی کے اعتبار مین تو جو کچھ ذکر کیا گیا وہ ابو حنیفہ رح کا قول ہی - ف کہ ہر بار کے واسطے باقی مال کی تہائی معتبر ہی - اما عند محمد یحج عنہ بما بقی من المال المدفوع الیہ ان بقی شئی - امام محمد کے نزدیک جو مال نائب کو دیا گیا اسمین سے باقی مال سے حج کرایا جاوے اگر کچھ باقی رہا ہو - ف مثلاً کوفہ مین نائب اول مرگیا اور نصف خرچ گیا بشرطیکہ مابقی سے حج ممکن ہوسکے اور اگر سب چوری ہوگیا تو کچھ باقی نہین رہا - والا بطلت الوصیۃ - اور اگر کچھ نہین باقی رہا ہو تو وصیت مٹ گئی - اعتبارا بتعیین الموصی اذ تعیین الوصی کتعیینہ - بر قیاس معین کرنے موصی یعنی وصیت کنندہ کے کیونکہ وصی کا معین کرنا مثل موصی کے معین کرنے کے ہی - ف توضیح قیاس یہ ہی کہ موصی نے وصی کو اپنا قائم مقام کیا تو وصی کا معین کرنا مثل موصی کے ہی اور اگر موصی بذات خود کچھ مال معین کرتا تو جب اسمین سے کچھ باقی نہ رہتا تو وصیت مٹ جاتی پس یون ہی وصی کے معین کرنے مین ہوگا ع - وعند ابی یوسف یحج عنہ بما بقی من الثلث الاول - اور ابو یوسف رح کے نزدیک اول تہائی مین سے جو کچھ باقی رہا ہو اُس سے حج کرایا جاوے - ف یعنی اگر ممکن ہو - لانہ ہو المحل لنفاذ الوصیۃ - کیونکہ یہی نفاذ وصیت کا محل ہی - ف پس اگر فرض کرو کہ ترکہ چار ہزار درم تھے تو اسمین سے تہائی ایک ہزار تین سو تینتیس - ۱۳۳۳ درم وتہائی درم ہی اور حج کا خرچہ ہزار درم تھا وہ وصی نے ایک شخص کو

Marfat.com

دیا جس سے راہ مین پوری گیا تو باقی ۳۲۳ - درم وتہائی سے اگر حج ممکن ہو جہان سے باقی ہے نوکرا دیا جاوے
کیونکہ جس مال مین وصیت جاری ہو وہ کل مال کی تہائی ہے - ولابی حنیفۃ ان قسمۃ الوصی وعزلہ المال
لایصح الا بالتسلیم الی الوجہ الذی سماہ الموصی لانہ لاخصم لہ لیقبض - اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ کہ
وصی کا جدا کرنا اور مال الگ کرنا صحیح نہ ہوگا مگر جب کہ سپرد کر دے اس جہت کو جسکا موصی نے نام لیا ہے
کیونکہ موصی کا کوئی خصم نہین جو قبضہ کریگا - ف یعنی ترکہ مین سے وصیت کا مال صرف وصی کے بانٹ کر
جدا کرنے سے مسلم نہ ہوگا جب تک کہ جو جہت وصیت موصی نے بیان کی مثلاً حج اسکو تسلیم کرے یعنی حج
پورا کر دے کیونکہ موصی کی طرف سے کوئی قبضہ کرنے والا نہین تو مقبوض اسی طور پر ہوگا کہ جہت وصیت مین
سپرد ہو جاوے - ولم یوجد - اور اس جہت کو سپرد کرنا نہین پایا گیا - ف کیونکہ ہنوز حج نہین ہوا فصار
کما اذا ہلک قبل الافراز والعزل - پس ایسا ہوا کہ گویا مال وصیت قبل جدا کرنے وجدا کرنے کے تلف ہو گیا
ف تو اب جو کچھ باقی ہے یہی کل مال ربا جسکی تہائی سے حج کرانا چاہیے - اسی طرح یہان ہے جب کہ موصی کی جہت
وصیت کو سپرد کرنے سے پہلے تلف ہوا - فیحج بثلث مابقی - پس مابقی مال کی تہائی سے حج کرا دے - ف
حتی کہ اگر یہ بھی پورا ہونے سے پہلے تلف ہو تو معدوم شمار ہو کر مابقی کی تہائی سے حج کرانا لازم ہوگا - واما الثانی
اور رہا بیان دوم - ف یعنی دوبارہ جس جگہ سے حج کرانا لازم ہے - تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک موصی کے گھر
سے - فوجہ قول ابی حنیفۃ وہو القیاس ان القدر الموجود من السفر قد بطل فی حق احکام الدنیا
تو ابو حنیفہ رح کے قول کی دلیل یہ ہے اور یہی قیاس ظاہر ہے کہ جو مقدار سفر موجود ہے وہ احکام دنیا کے حق مین معدوم
شمار ہے - ف بنظر اسکے کہ یہ سفر نائب کا گویا موصی کا سفر ٹھیرا ہوا ہے - قال علیہ السلام اذا مات ابن
آدم انقطع عملہ الا من ثلث الحدیث - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی مر گیا تو اسکا عمل
منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین سے الخ - ف یعنی ایک صدقہ جاری دوم علم جس سے انتفاع ہو سوم فرزند
صالح جو اسکے لیے دعا کرے - رواہ مسلم وغیرہ - وتنفیذ الوصیۃ من احکام الدنیا - اور وصیت نافذ کرنا
احکام دنیا مین سے ہے - ف وہ ان تین باتون مین داخل نہین تو وہ بھی منقطع ہوئی جانتک ہو چکی ہے فبقیت
الوصیۃ من وطنہ کان لم یوجد الخروج - تو وصیت اسکے وطن سے باقی رہی گویا سفر کو نکلنا پایا نہین گیا -
ف یعنی وصیت کا نافذ کرنا وصی وغیرہ زندہ لوگون پر واجب ہے لیکن جسقدر اول مرتبہ نائب روانہ کرنے
مین سفر طے ہوا وہ موصی میت کا عمل شمار حتی کہ اسپر ثواب مترتب ہوگا مگر حدیث کے تین امور مین داخل نہونے سے
دنیاوی حکم مین کالعدم ہے - جیسے کسی نے رمضان کا روزہ آدھے دن تک رکھا اور دوپہر کو موت آئی تو ثواب آخرت
کا لیکن دنیاوی احکام مین پورا نہ ہوا حتی کہ اس دن کے واسطے فدیہ کی وصیت واجب ہے - اسی طرح یہ موجودہ
سفر کالعدم اور نئے سرے وطن سے وصیت نافذ کیجاوے - م مف - اور صاحبین کے نزدیک جسقدر سفر طے ہوا
کالعدم نہین بلکہ معتبر ہے حتی کہ دوبارہ وہین سے حج کرایا جاوے - ووجہ قولہما وہو الاستحسان - اور صاحبین
کے قول کی دلیل اور یہی استحسان ہے ہے کہ - ان سفرہ لم یبطل لقولہ تعالی - اسکا سفر کچھ باطل نہین ہوا بدلیل
قولہ تعالی - ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ
الآیہ - یعنی جو کوئی اپنے گھر سے نکلا درحالیکہ وہ اللہ تعالی واسکے رسول کی طرف ہجرت کیے جاتا ہے پھر اسکو
موت مل گئی تو اسکا ثواب اللہ تعالی کے فضل پر ہو لیا آخر تک - ف تو معلوم ہوا کہ راہ مین بہت سے

Marfat.com

ثواب کامل لتجارۃ اخرویہ سفر کا مقصود ہو اور باعانت نفقات سفر ہجرت مین سفر جہاد و حج بھی داخل ہو - بلکہ مرجح نفس واقع ہو گئی - قال علیہ السلام من مات فی طریق الحج کتب لہ حجۃ مبرورۃ فی کل سنۃ الحدیث - یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی حج کے راستہ مین مر گیا اسکے لیے ہر سال حج مقبول لکھا جاتا ہے آخر تک - ف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کی نیت سے نکلا پس مر گیا تو قیامت تک اسکے لیے حاجی کا ثواب لکھا گیا اور جو عمرہ کے قصد سے نکلا اور مر گیا تو اسکے واسطے قیامت تک عمرہ والے کا ثواب لکھا گیا اور جو اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کو نکلا پس مر گیا تو قیامت تک اسکے واسطے غازی کا ثواب لکھا گیا - رواہ الطبرانی والبیہقی - اور امام حافظ منذری نے کہا کہ اس حدیث کو ابو یعلی الموصلی نے محمد بن اسحق کی روایت سے اسناد کیا اور باقی راوی سب ثقہ ہین - ابن الہمام نے کہا کہ محمد بن اسحق بھی بقول صحیح ثقہ ہے تو حدیث حجت ہے - واذا لم یبطل سفرہ اعتبرت الوصیۃ من ذلک المکان - اور جب اسکا سفر باطل نہ ہوا تو وصیت اسی جگہ سے معتبر ہو گی - ف جانتک پہنچکر مر گیا - واصل الاختلاف فی الذی یحج بنفسہ - اور اصل اختلاف امام وصاحبین مین اس شخص کے حق مین ہے جو خود حج کرنے کو نکلا تھا - ف راہ مین مر گیا اور وصیت کر گیا کہ میری طرف سے حج کرا دیا جاوے تو صاحبین کے نزدیک جہان مرا ہے اسی مقام سے وصیت معتبر ہو گی - اور امام رح کے نزدیک یہ سفر کالعدم ہوا اور گھر سے معتبر ہو گی - وبنی علی ذلک المامور بالحج - اور اسی بنا پر جو شخص حج کرنے کے لیے مامور ہوا ہے مبنی ہو گا - ف کہ امام رح کے نزدیک مامور جہان مرا یہ سفر کالعدم اور دوبارہ گھر سے نفاذ وصیت ہو اور صاحبین کے نزدیک وہین سے جہان مرا ہے - کہا گیا کہ قول صاحبین ارجح ہے - واللہ تعالی اعلم - م - قال ومن امر عن ابویہ بحجۃ یجزیہ ان یجعلہ عن احدہما - فرمایا اور جس شخص نے اپنے والدین کی طرف سے حج کا تلبیہ کہا تو اسکو روا ہے کہ حج کو والدین مین سے ایک کی طرف سے کر دے - ف مراد یہ کہ بغیر حکم و فرمایش والدین کے فرزند نے از راہ نکوئی ایسا کیا - لان من حج عن غیرہ بغیر اذنہ فانما یجعل ثواب حجہ لہ - اسکی وجہ یہ ہے کہ جس شخص نے غیر کی طرف سے بدون فرمایش غیر کے حج کیا تو وہ یہی کرتا ہے کہ اپنے حج کا ثواب اس غیر کے لیے کر دے - ف اور یہ احرام کے وقت سے لغو ہے کیونکہ ابھی حج ہی نہین تو ثواب کیونکر دے سکتا ہے - وذلک بعد ادا الحج - اور یہ بعد ادائے حج کے حاصل ہے - ف حالانکہ اسنے احرام ہی مین والدین دونون کی نیت کر لی تھی - فلغت نیتہ قبل ادائہ - تو حج ادا ہونے سے پہلے اسکی نیت زبانی لغو ہو گئی - ف بان بعد ادا کے اب جو کچھ کرے وہ معتبر ہے حالانکہ اب اسنے والدین مین سے ایک ہی کی نیت کی - تو یہ جائز ہے - وصح جعلہ ثوابہ لاحدہما بعد الادا - اور بعد ادا کے اسکا ثواب والدین مین سے ایک کے لیے کر دینا صحیح ہوا - ف جیسے دونون کے واسطے ہدیہ کرے تو بھی صحیح ہے - بخلاف المامور - بخلاف مامور کے - ف یعنی برخلاف ایسے شخص کے جو غیر کے حکم سے غیر کی طرف سے حج کرنے پر مامور ہے اگر وہ دو آدمیون کی طرف سے ہر ایک کے لیے مستقل حج کرنے پر مامور ہوا اور وہ احرام حج مین دونون کی طرف سے تلبیہ کہے تو اول بھی باطل اور بعد ادا کے بھی باطل ہے - علی ما فرقنا من قبل واللہ اعلم بالصواب - بنا بر آنکہ ہم نے سابق مین فرق بیان کر دیا - واللہ تعالی اعلم (فروع) واضح ہو کہ غیر کی طرف سے مامور ہو کر حج جائز ہو جانے مین یہ کافی ہے کہ خرچہ مین سے اکثر حصہ موکل نے دیا ہو کیونکہ کل نفقہ حتی کہ ایک گھونٹ پانی و ایک

Marfat.com

نوا ررونی کسی اور کی طرف سے نہ ہونا شرط کرنے مین حج شدید اور وہ شرنا دفع ہو پس اکثر کا اعتبار رہا۔ اگر مامور بعد فراغ حج کے کہ مین کمتر ۱۵۔ روز اقامت کی نیت کرے تو موکل کے ذمہ سے اس مدت تک کا نفقہ ساقط ہو قاضیخان مین ہو کہ اگر امر کے پاس سے نفقہ کم مین یا قریب کہ کے ختم ہو گیا یا بالکل صرف ہو گیا پس امور نے اپنے ذاتی مال سے خرچہ کیا تو اسکو روا ہو کہ میت کے مال سے اکر واپس لے اگرچہ اسنے بغیر حکم قاضی کے وہان ایسا کیا ہو کیونکہ جب غیر نے اسکو اپنی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا تو یہ حکم دیا کہ میری طرف سے خرچہ کرے۔ اگر مامور نے کچھ مال راستہ مین خرچ کیا تھا پھر آسپر ڈاکا پڑا کہ مال جاتا رہا پھر وہ کہ چلا گیا اور خود مال کا بندوبست کر کے اپنے ذاتی مال سے خرچ کیا تو یہ شخص متبرع ہو پس نیت یا عاجز جسکے طرف سے مامور ہو اسکا حج ساقط نہ ہو گا کیونکہ ساقط ہونا تو اسی طرح تھا کہ تمام راہ آمد رفت مین وہ مال دیکر سبب ہو گیا تھا شیخ ابن الہمام نے کہا کہ دونون مین فرق نہین پس اگر مال کثیر ہو تو موکل سے واپس لے سکتا ہو۔ نفقہ سے مراد ہر وہ چیز جسکی حاجت ہوتی از قسم طعام و کوشت و پانی و کپڑے و سواری و جائہ احرام وغیرہ۔ اور نائب کو روا نہین کہ طعام مین کسی کی دعوت کرے اور نہ صدقہ دے اور نہ کسی کو قرض دے اور نہ بغیر ضرورت کے درمون کو دینار سے مبادلہ کرے اور نہ اس مال سے ضرور کا پانی خریدے بلکہ تیمم کرلے اور نہ حمام کا کرایہ دے لیکن قاضی خان مین کہا کہ وقت کے رواج کے موافق حمام مین جاوے اور نگہبان کی اجرت مال موکل سے دے اور نفقہ کے درم اپنے رفقاء کے ساتھ خلط کرے اور دلیت رکھے اور اختلاف ہو کہ احرام کے وقت سر مین ڈالنے کا تیل اور جلانے کا تیل خریدے یا نہین ایسین دو قول ہین اور اس میل سے دوا رنہ کرے اور پچھنے نہ لگاوے۔ رہی خادم کی اجرت پس اگر خود اپنی خدمت نہ کرتا ہو تو دے ورنہ نہین۔ اور اسکو اختیار ہو کہ سواری کا اونٹ خریدے یا محمل و مشکیزہ و رسی وغیرہ ضروریات پھر بعد واپسی کے جو کچھ بچے وہ وصی یا وارث کو پھیر دے لیکن اگر وہ تبرعاً دیدے تو جائز ہو۔ فتاوی مین ہو اگر مامور نے حج نے پیدل حج کیا اور سواری کا خرچہ خود کر لیا تو عاجز یا میت کے مال کا ضامن ہو اور وہ حج اسکی ذات کے واسطے ہوا۔ اگر میت نے وصیت کی کہ میرا یہ اونٹ ایسے شخص کو دیا جاوے کہ وہ میری طرف سے حج کرے۔ پھر اس شخص نے وہ اونٹ کرایہ پر دیا اور راہ مین کرایہ اپنی ذات پر صرف کیا اور پیدل حج کر دیا تو استحسانا میت کی طرف سے جائز ہو اور یہی مختار ہو۔ اگر مامور نے کہا کہ مین نے حج ادا کر دیا اور عاجز یا میت کے وارث نے تکذیب کی تو قسم سے مامور کا قول مقبول ہو گا اور اگر وارث یا وصی نے گواہ قائم کیے کہ یہ مامور یوم النحر کو فلان شہر یعنی سوائے مکہ کے دوسرے شہر مین تھا تو گواہ بھی قبول نہونگے ہان اگر گواہ یہ گواہی دین کہ مامور نے اقرار کیا کہ مین نے حج نہین کیا تو قبول ہین۔ واضح ہو کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے والدین کی طرف سے حج کر دیا تو اسنے اتنا بڑا قرضہ اتار دیا وہ قیامت مین صالحین ابرار کے ساتھ مبعوث ہو گا۔ رواہ الدارقطنی۔ اور مانند اسکے حدیث جابر رضہ مین زیادہ ہو کہ والدین کا تو حج اتر گیا اور اسکو دس حج کا ثواب فاضل رہا۔ رواہ الدارقطنی ایضاً۔ اور حدیث زید بن ارقم مین ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا تو وہ اس شخص و اسکے والدین سب کی طرف سے قبول ہو جاتا ہو اور والدین کی ارواح کو بشارت ہو کر بہت خوشی ہوتی ہو اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بر یعنی والدین کا حق خدمت ادا کرنے والا لکھا جاتا ہو۔ رواہ الدارقطنی ایضاً۔ واضح ہو کہ جس نے اپنے اوپر فرض حج ادا نہ کیا ہو پھر وہ غیر کی طرف سے بطور نفل یا نیابت کے ادا کرے یا نہین تو اسکو شافعی رح نے

منع کیا کیونکہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ وہ لبیک عن شبرمہ کہتا تھا یعنی شبرمہ کی طرف سے حج کا احرام باندھا تھا تو فرمایا کہ شبرمہ کون ہے اس نے عرض کیا کہ میرا بھائی یا قرابتی ہے۔ فرمایا کہ پہلے اپنی ذات سے حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے ادا کر۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ۔ جاننا چاہیے کہ اس حدیث کو عبدہ بن سلیمان نے سعید بن ابی عروبہ سے اسناد کر کے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا اور عبدہ بن سلیمان خود ثقہ و ثبت ہے اور اسکی ثبابت میں بھی ثقات ہیں یعنی محمد بن عبداللہ انصاری و محمد بن میسرہ اور ابو یوسف القاضی شاگرد ابوحنیفہ ان سب نے بھی سعید بن ابی عروبہ سے یوں ہی مرفوع روایت کی۔ اور دیگر راویوں نے مانند عندر رح کے سعید سے ابن عباس کا قول روایت کیا اور یوں ہی سعید بن منصور نے اپنے سنن میں دوسری اسناد سے ابن عباس کا قول روایت کیا اور یہاں ثقہ کی زیادتی معین بلکہ تعارض ہے کیونکہ رفع میں یہ واقعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ہے اور وقف میں ابن عباس کے زمانہ کا۔ پس لاچار معین سکوت ترک ہوگا یا اسکو ترجیح ہو کہ واقعہ ابن عباس رضہ کے وقت کا ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں احکام مخفی و عذر مقبول تھا جیسا کہ حلق و رمی و ذبح کی تقدیم و تاخیر میں گذرا اور اگر مسلم ہو تو بھی مراد یہ کہ پہلے اپنی ذات سے حج کرنا افضل ہے کیونکہ حدیث خثعمیہ میں اسکو مطلقاً والد کی طرف سے اجازت دی ہے اور حق یہ ہے کہ جس شخص پر خود حج فرض ہو تو پہلے سال بجانے میں اسپر گناہ ہے پس اپنا حج مؤخر کرنا اور غیر کی طرف سے مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور باوجود اسکے اگر غیر کی طرف سے ادا کیا تو وہ حج بغیر نقصان ہو گیا اور گناہ اسپر علیحدہ ہے جیسے یہ اپنے واسطے نفل حج ادا کرے۔ ہذا تلخیص ما افادہ فی الفتح۔

باب الہدی

یہ باب ہدی کے بیان میں ہے۔ ہمارے نزدیک ہدی میں افضل اونٹ پھر گائے پھر بکری ہے۔ ف۔ الہدی ادنا شاۃ۔ اولی درجہ کی ہدی بکری ہے۔ ف۔ ہدی وہ جانور پاک جو حرم میں ہدیہ بھیجا جاتا ہے اور بکری کا لفظ بھیڑ و دنبہ و بکری کو شامل مراد ہے۔ فاحفظہ۔ پس ہدی میں ادنی درجہ بکری ہے۔ لما روی انہ علیہ السلام سئل عن الہدی فقال ادناہ شاۃ۔ کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام سے ہدی کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ ادنی درجہ کی ہدی بکری ہے۔ ف۔ لیکن یہ الفاظ حدیث مرفوع سے غریب ہیں بلکہ شافعی رح نے عطار رح سے مرسل روایت کی جس میں مسلم بن خالد الزنجی استاد شافعی رح میں کلام ہے۔ پھر عطار رح کا یہ قول محمول ہے کہ قیاس سے نہیں بلکہ سماع سے ہے تو ممکن ہے کہ مرفوع کے حکم میں قرار دیا جاوے بخاری میں جو ابن عباس رضہ سے آیا کہ ابوجمرہ کو تمتع کا فتوی دیا اور بتلایا کہ ہدی میں اونٹ یا گائے یا بکری یا شرک الدم یعنی اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ہے۔ شیخ ابن الہمام نے کہا کہ یہ ہدی تمتع کے ساتھ خاص ہے میں کہتا ہوں کہ لیکن اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ کمتر ہدی اگرچہ تمتع میں ہو بکری ہے اور جب ہدی مطلق ہو تو ہر جگہ کمتر درجہ ہو سکتا ہے۔ فافہم۔ قال وہو من ثلثۃ انواع الابل والبقر والغنم۔ فرمایا اور ہدی میں قسم کے جانوروں اونٹ و گائے اور بکری سے ہوتی ہے۔ لانہ علیہ السلام لما جعل الشاۃ ادنی لابد ان یکون لہ اعلی۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ بکری کو کمتر ہدی قرار دیا تو اسکا اعلی ہونا

Marfat.com

ضرور ہی - وھوالبقر والجزور - اور اعلی گاے واونٹ ہی - ف - یعنی سر نے اعتراض کیا کہ حدیث مذکور
مرفوع ثابت نہین تاکہ ادنی قرار دینا ثبوت ہو - مترجم کہتا ہی کہ احادیث صحیحہ موجود ہین کہ ہدی مین اونٹ وگاے
وبکری تینون اقسام اپنے اپنے موقع پر جائز ہین اور انمین کسی کا اختلاف نہین پس مصنف سر کو یہان صرف
یہ ثابت کرنا منظور ہی کہ یہ سب برابر نہین بلکہ بکری کمتر ہی اور اسکے اثبات کے واسطے قول عطار اور ابن عباس
کافی ہی تو جب بکری کمتر ہوئی تو اس سے بڑھکر گاے ہی اور اُس سے بڑھکر اونٹ ہی - اور مطلق ہدی ہونے
مین سب برابر ہین - ولان الھدی مایھدی الی الحرم - اور اس جہت سے کہ ہدی وہ جو حرم کو ہدیہ بھیجی جاوے
لیتقرب بہ فیہ - تاکہ حرم مین اسکے ذبح سے تقرب حاصل کیا جاوے - ف - جیسا کہ لغات مین مصرح ہی -
والاصناف الثلثۃ سواء فی ہذا المعنی - اور اس معنی مین تینون قسمین برابر ہین - ف - تو ہر ایک
ہدی ہی اور شرع مین انمین تینون قسمون کا ہدی بھیجنا ثبوت ہوا ہی - پھر جب انمین سے بکری کمتر تو باقی فرد
بہتر ہین - مسئلہ یہ کہ ان جانورون مین سے لولے لنگڑے عیبدار کا ہدی ہونا جائز ہی یا نہین - تو فرمایا -
لایجوز فی الھدایا الا ما جاز فی الضحایا - اور نہین جائز ہی ہدایا مین مگر وہی جو ضحایا مین جائز ہی - ف -
ضحایا جمع اضحیہ وہ قربانی جو تونگر مسلمانون پر کہین ہون ذی الحجہ کے ایام النحر مین واجب ہوتی ہی اور چونکہ
مسافر پر وجوب نہین لہذا خالی حج کرنے والے پر نہین ہی اور ہدایا جمع ہدی - پس حاصل یہ کہ جس عمر وصفت کا
اضحیہ مین جائز ہی وہ ہدی مین کافی ہی پس ہر قسم مین سے تینی سلامت ہی اور عیب سے خالی ہو اور فقط ضان مین سے
جذع جائز ہی اور تمام تفصیل کتاب الاضحیہ مین ہی - لانہ قربۃ تعلقت باراقۃ الدم کالاضحیہ - کیونکہ ہدی
بھی مانند اضحیہ کے ایسی قربت ہی جو کہ خون بہانے سے متعلق ہی - ف - یعنی اضحیہ مین طاعت وقربت یہی
کہ اسکا تعالی کے نام پر ذبح سے خون بہا دیا جاوے اور رہا اسکو صدقہ کرنا وغیرہ واجب نہین پس اسی طرح
ہدی مین بھی ایک جانور حلال کا انعام مین سے حرم مین خون بہا دے تو دونون کی جہت قربت واحد ہی -
فیختصصان بمحل واحد - تو دونون کا محل بھی واحد ہوگا - ف - یعنی جانور جو محل قربت ہی وہ بھی
ایک ہی حالت پر ہوگا - تو اضحیہ مین جو جانور جسطرح کا جائز ہی وہ ہدی مین بھی جائز ہوگا - لہذا بکری وگاے
واونٹ ہر ایک کا ہدی ہونا جائز ہی - والشاۃ - اور بکری کے اقسام یعنی کمتر درجہ کی ہدی - جائزۃ فی
کل شئی الا فی موضعین - ہر موقع مین جائز ہی سواے دو موقع کے - ف - ازانجملہ اول - من طاف
طواف الزیارۃ جنبا - جس نے حالت جنابت مین طواف زیارت کیا - ف - تو اسپر ہدی کفارہ واجب
ہی اور اسی طرح اس عورت پر جس نے حالت حیض یا نفاس مین طواف زیارت ادا کیا اسپر ہدی کفارہ لازم ہی -
ف - دوم - من جامع بعد الوقوف - وہ شخص جس نے بعد وقوف عرفہ کے جماع کر لیا - ف - یعنی سر کا
حلق کرنے سے پہلے جماع کر لیا تو اسپر بھی کفارہ ہدی واجب ہی لیکن بکری ان دونون صورتون مین نہین جائز
ہی - فانہ لایجوز فیھما الا بدنۃ - چنانچہ دونون صورتونمین کچھ نہین جائز سواے بدنہ کے - ف - اور بدنہ ہمارے
نزدیک اونٹ وگاے ہی - اور اگر بعد حلق کے جماع کیا تو بکری کافی ہی - ف - وقد بینا المعنی فیما سبق
اور ہم سابق مین معنی بیان کر چکے - ف - یعنی جنایات مین کہا کہ بڑا جرم ہو تو اعلی کفارہ چاہیے - پھر واضح
ہو کہ ہدی جو حرم کو ہدیہ جاوے عام ہی خواہ بطور شکر واجب ہو یا بطور کفارہ لازم ہو یا وہ نفل ہو - پھر اضحیہ کیطرح
بعض مین سے کھانا روا ہی اور بعض سے منع لہذا فرمایا - ویجوز الاکل من ہدی التطوع والمتعۃ والقران

Marfat.com

اور جائز ہی خود کھانا ہدی نفل مین سے اور ہدی تمتع اور ہدی قران مین سے - لانہ دم نسک فیجوز الاکل منہا بمنزلۃ الاضحیۃ - کیونکہ یہ نسک کی قربانی ہی تو اضحیہ کی طرح اسمین سے کھانا بھی جائز ہی - ف اور ظاہر ہی کہ قولہ تعالی فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الہدی الآیہ - مین ہدی تمتع بلکہ قران و تمتع کی قربانی کو واجبات افعال مین سے قرار دیا نہ کفارۂ جرم - واضح ہو کہ ہدی التطوع مین سے جب ہی کھانا جائز ہی کہ وہ حرم تک پہونچکر ذبح ہوئی ہو اور اگر راہ مین ذبح کی خواہ مرنے لگی ہو یا نہین - تو اسمین سے کھانا جائز نہین ہی - کما فی الفتح وقد صح ان النبی علیہ السلام اکل من لحم ہدیہ - اور بیشک صحیح ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہدی کے گوشت مین سے کھایا - ف بلکہ ہر ایک ہدی مین سے ایک ٹکڑا پکوایا - ف - وحسا من المرقۃ - اور اسکے شوربا مین سے پیا - ف جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مسلم وغیرہ سے صحیح ثابت ہی اس سے دو باتین ثابت ہوئین اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کثرت سے ہدایا ذبح فرمائین چنانچہ آتا ہی اور آپ کے قران یا تمتع کے واسطے صرف ایک کانی تھی تو باقی ہدایا تطوع ہوئین اور آپ نے ہر ایک مین سے کھایا تو ہدی تطوع و تمتع و قران سے کھانا جائز ہی - دوم جب آپ نے کھایا تو اسکی اقتدا مین ثواب نکلا لہذا فرمایا ویستحب لہ ان یاکل منہا - اور حاجی کو مستحب ہی کہ ان ہدایا مین سے کھاوے - لما رویناہ - بدلیل اسی حدیث کے جو ہم نے روایت کی - وکذا یستحب ان یتصدق علی الوجہ الذی عرف فی الضحایا - اور یون ہی مستحب ہی کہ صدقہ کرے اس طریقہ پر جو اضحیہ مین معلوم ہوا ہی - ف یعنی تہائی فقرا کو صدقہ دے اور تہائی ہدیہ بھیجے اور تہائی اپنے پاس رکھے - واضح ہو کہ جس ہدی مین سے کھانا جائز ہی تو بعد ذبح کے صدقہ کرنا واجب نہین ہی کیونکہ خون بہانے سے قربت پوری ہو چکی - ذبیحہ اسکی ملک ہی اور تمام کلام یہ ہی کہ قربانیان دو قسم ہین اول وہ کہ جسمین سے ذبح کرنے والے کو کھانا جائز ہی اور وہ قربانی اسلام اور دم القران و دم تمتع اور نفل قربانی جب کہ حرم مین پہونچکر ہو - دوم وہ کہ جسمین سے خود کھانا نہین جائز ہی اور وہ قربانی نذر اور کفارات اور دم الاحصار ہی - پھر جسمین سے کھانا جائز تو ذبح کے بعد اسکو صدقہ کرنا واجب نہین ورنہ کھانا جائز نہین ہوتا اور جس ہدی مین سے کھانا جائز نہین تو بعد ذبح کے اسکو صدقہ کرنا واجب نہین - پھر دونون قسم مین اگر ذبح کے بعد ذبیحہ تلف ہوا تو اسپر ضمان واجب نہین ہی کیونکہ تلف ہونے مین اسکا قصور نہین ہی اور اگر خود تلف کیا اگرچہ بیع کر دیا ہو تو جسمین صدقہ کرنا واجب ہی تو اسکی قیمت فقرا کو ضمان دینا واجب ہی اور اگر صدقہ واجب نہین تو ضمان بھی واجب نہین ہی اور بیع جائز ہی - البدائع ف - ولا یجوز الاکل من بقیۃ الہدایا - اور جو باقی ہدی مین انمین سے کھانا جائز نہین ہی - لانہا دما کفارات - کیونکہ وے کفارہ کی قربانیان ہین - ف انکو مساکین کو تقسیم کرنا واجب ہی - وقد صح ان النبی علیہ السلام لما احصر بالحدیبیۃ - اور صحیح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ مین محصر ہوے - ف جب کہ ہجرت کے سال ششم مین عمرہ ادا کرنے کے قصد سے احرام باندھکر مع ایک جماعت اصحاب رضی اللہ عنہم کی حدیبیہ مین قریب مکہ کے پہونچے کفار قریش نے نکل کر آپ کو روکا اور آخر آپ سے صلح ٹھہری اور شرط ہوئی کہ سال آیندہ مین تین روز کے لیے مکہ خالی کرینگے تاکہ آپ مع اصحاب کے عمرہ ادا کرین - غرضکہ امسال روکے گئے - وبعث الہدایا علی یدی ناجیۃ الاسلمی - اور آپ نے ہدایا کو ناجیہ اسلمی کے ہاتھون بھیجا تھا - قال لہ لا تاکل انت ولا رفقتک منہا شیئا - تو ناجیہ سے فرمایا کہ انمین سے کچھ تو مت کھائیو اور نہ تیرے ساتھی کھاوین - ف سنن اربعہ مین

Marfat.com

ناجیہ الخزاعی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ ہدی بھیجی اور فرمایا کہ اگر مرنے لگے تو ذبح کردے اور اسکی نعل یعنی جوتے کا پٹہ جو گردن میں ہے اسکے خون میں رنگین کر پھر اسکے اور لوگوں کے درمیان سے روک دو کر۔ ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح۔ معنی یہ کہ پھر مساکین کو عام اجازت دیدی جو چاہے کھا دے۔ اور اسمین یہ مذکور نہین کہ آسمین سے تو اور تیرے ساتھی کچھ نہ کھاوین۔ ہان واقدی رح نے اول غزوہ حدیبیہ مین اپنی اسناد کے ساتھ طویل قصہ ذکر کیا اور اسمین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر اونٹون ہدی پر ناجیہ بن جندب اسلمی کو عامل کیا کہ آگے لیجاوے اور ناجیہ نے کہا کہ میرے ساتھ کے اونٹون سے ایک اونٹ تھک کر مرنے لگا پس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ ہوا اور مین نے ابوار مین آپ کو پایا اور اس حال سے خبر دی تو فرمایا کہ اسکو نحر کردے اور اسکے قلادہ کو اسکے خون مین رنگ دے اور اسمین سے نہ تو کھا اور نہ تیرے ساتھیون مین سے کوئی کھاوے۔ الخ۔ اور صحیح مسلم و ابن ماجہ کی حدیث ذویب الخزاعی ابو قبیصہ مین ہے کہ جب تو بدنہ پر مرنے کا خوف کرے تو اسکو نحر کردے پھر اسکے نعل اسکے خون مین ڈبو کر اسکے صفحہ کوہان پر چھاپہ مار دے اور آسمین سے تو مت کھا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے اور اس حدیث مین کچھ علت ہے باوجود اسکے ناجیہ وغیرہ کو بوجہ تونگری کے منع فرمایا۔ پھر بھی یہ راستہ مین تلف ہونے کے واسطے حجت ہے اور اور کلام یہان اسوقت کہ حرم مین پہونچکر ذبح ہوئی ہو۔ پس کافی دلیل یہ کہ جو امام مصنف رح نے کہا کہ ان قربانیون سے اسواسطے کھانا نہین جائز کہ یہ کفارہ کی قربانیان ہین۔ کما فی الفتح۔ ولا یجوز ذبح ہدی التطوع والمتعۃ والقران الا فی یوم النحر۔ اور جائز نہین ذبح کرنا ہدی نفل اور ہدی تمتع اور ہدی قران کو مگر یوم النحر مین ف یعنی دسوین ذی الحجہ سے پہلے نہین جائز ہے پھر ہدی تمتع اور ہدی قران مین تو روایات یوم النحر کی خصوصیت مین متفق ہین۔ قال وفی الاصل یجوز ذبح دم التطوع قبل یوم النحر وذبح یوم النحر افضل مصنف نے کہا اور اصل یعنی مبسوط مین لکھا ہے کہ نفل قربانی کو یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز ہے اور یوم النحر مین ذبح کرنا افضل ہے۔ ف پس ہدی نفل مین صرف حرم کی خصوصیت ہے زمانہ یوم النحر کی قید نہین ہے۔ وہذا ہو الصحیح۔ اور یہی روایت صحیح ہے۔ ف جو اصل مین مذکور ہے کہ ہدی نفل کو حرم مین پہونچنے پر پہلے چاہیے ذبح کرے لان القربۃ فی التطوعات باعتبار انہا ہدایا۔ اسواسطے کہ نوافل مین قربت اس اعتبار سے کہ وہ ہدی ہین۔ وذلک یتحقق بتبلیغہا الی الحرم۔ اور ہدی ہونا اسکو حرم مین پہونچانے سے متحقق ہو جاتا ہے۔ ف پس یوم النحر سے پہلے بھی وہ ہدی ہو گئی۔ فاذا وجد ذلک جاز ذبحہا فی غیر یوم النحر وفی ایام النحر افضل۔ پھر جب ہدی ہونا موجود ہو گیا تو یوم النحر کے سوائے مین اسکا ذبح کرنا جائز ہے یعنی تقدم کرنا اور قربانی کے دنون مین افضل ہے۔ لان معنی القربۃ فی اراقۃ الدم فیہا اظہر۔ اسواسطے کہ خون بہانے مین قربت ہونے کے معنی ان دنون مین خوب ظاہر ہین۔ ف اور ہدی نفل کی طرح ہدی نذر و کفارات کا ذبح کرنا بھی یوم النحر سے پہلے جائز ہے اور ابو حنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک دم الاحصار بھی پہلے جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک نہین جائز ہے۔ رہی تونگری کی قربانی جو شعار اسلام سے ہے تو وہ یوم النحر سے پہلے جائز نہین کیونکہ وہ انھین ایام نحر مین قربت معلوم ہوئی ہے جسمین قیاس کو دخل نہین تو ایام النحر کے سوائے ایام مین جواز نہ ہوگا۔ اما دم المتعۃ والقران۔ رہی ہدی تمتع و ہدی قران۔ ف جو یوم النحر سے پہلے نہین جائز۔ فلقولہ تعالی فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر۔ تو بحکم قول الہی عزوجل فکلوا منہا الخ

یعنی پس اس قربانی سے تم کھاؤ اور سختی والے محتاج کو کھلاؤ۔ ف اور جمہور کے نزدیک یہ حکم بطریق ندب ہے اور لفظ بائس کے واسطے فقیر کا حال سختی کا بیان فرمایا اور حاصل یہ کہ تم کھاؤ اور مستحب ہے کہ فقیر کو کھلاؤ۔ پھر فرمایا ثم لیقضوا تفثہم۔ پھر چاہیے کہ اپنا تفث اتارین۔ ف یعنی ناخن کترین بال و میل کچیل دور کرین۔ پس حاصل یہ نکلا کہ اول قربانی تمتع یا قران کرین پھر تفث دور کرین۔ وقصار التفث یختص بیوم النحر۔ اور تفث اتارنا یوم النحر میں مخصوص ہے۔ ف اس سے پہلے جائز نہیں تو یہ قربانی بھی یوم النحر سے مختص ہوئی۔ کیونکہ اگر یوم النحر سے پہلے جائز ہوتی تو اسکی ایک ساعت بعد تفث اتارنا جائز ہوتا حالانکہ بالاجماع ایسا نہیں ہے۔ ولانہ دم نسک فیختص بیوم النحر کالاضحیۃ۔ اور اس دلیل قیاس سے کہ دم القران والتمتع ایک قربانی نسک ہے تو یوم النحر سے مختص ہوگی جیسے اضحیہ مختص بیوم النحر ہے۔ ف کیونکہ قربانی کرنا فعل قربت صرف شرع سے معلوم ہوا اسمیں رائے کام نہیں کرسکتی اور شرع نے صرف دمائہ نحر بتلایا تو یہ فعل طاعت مختص بایام نحر ہوگیا اس سے پہلے جواز نہیں۔ ویجوز ذبح بقیۃ الہدایا فی ای وقت شاء۔ اور باقی ہدایا کا ذبح کرنا جب چاہے جائز ہے۔ ف یعنی کفارات ونذر واحصار ونفل کی قربانیاں جب چاہے حرم میں ذبح کردے۔ وقال الشافعی لایجوز الا فی یوم النحر اعتبارا بدم المتعۃ والقران فان کل واحد دم جبر عندہ۔ اور شافعی نے کہا کہ نہیں جائز مگر یوم النحر میں بقیاس قربانی قران وتمتع کے کیونکہ ہر ایک انکے نزدیک قربانی جبر ہے۔ ف یعنی قربانی قران وتمتع ہمارے نزدیک قربانی طاعت وشکر ہے اور شافعی رح کے نزدیک قربانی جبر نقصان ہے یعنی نقصان پورا کرنے کے واسطے ہے پس جیسے قران وتمتع کی قربانی جبری مختص بیوم النحر ہے اسی طرح کفارہ وغیرہ کی قربانیاں جو بالاتفاق جبری ہیں مختص بیوم النحر ہونگی۔ واضح ہو کہ یہ روایت شافعی رح سے غریب ہے اور کتب شافعیہ مثل وجیز وتتمہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ جو قربانی بوجہ کسی جرم کرنے کے یا کوئی فعل امور چھوڑنے کے لازم آئی وہ یوم النحر واس سے پہلے پیچھے بھی جائز اور کسی وقت سے مختص نہیں ہے۔ ہاں اضحیہ قربانی البتہ مختص ہے۔ کما فی العینی۔ فعلی ہذا ہمارے ساتھ مسئلہ میں موافقت ہے۔ ولنا ان ہذہ دماء کفارات فلا یختص بیوم النحر۔ اور ہماری دلیل یہ کہ یہ قربانیاں تو کفارات کی ہیں پس یوم النحر سے خصوصیت نہوگی۔ ف قربانی طاعت البتہ اسی ایام میں معلوم ہوئی وہ مختص ہے۔ لانہا لما وجبت بجبر النقصان کان التعجیل بہا اولی لارتفاع النقصان بہ من غیر تاخیر۔ کیونکہ جب یہ قربانیاں نقصان پورا کرنے کے واسطے واجب ہوئیں تو انکے ساتھ جلدی کرنا بہتر ہوگا تاکہ بدون تاخیر کے انکے ساتھ نقصان دور ہوجاوے۔ بخلاف دم المتعۃ والقران لانہ دم نسک۔ برخلاف تمتع وقران کے قربانی کے کیونکہ یہ نسک کی قربانی ہے۔ ف یعنی اس قربانی سے تقرب وطاعت ادا ہوتی ہے تو وہ جس وقت پر بتلائی گئی اسی وقت پر رہیگی اسلیے کہ قیاس کو اسمیں دخل نہیں ہے۔ قال ولایجوز ذبح الہدایا الا فی الحرم۔ فرمایا اور ہدایا کا ذبح کرنا نہیں جائز مگر حرم میں۔ ف پس ہر ہدی میں اگرچہ نفل ہو مقام حرم سے مختص ہے۔ لقولہ تعالی فی جزاء الصید۔ کیونکہ شکار مارنے کی جزا میں اللہ تعالے نے فرمایا۔ ہدیا بالغ الکعبۃ۔ درحالیکہ وہ بدل ہدی ہو کہ کعبہ کو پہونچنے والی ہو۔ ف یعنی کعبہ پہونچکر قربانی ہو۔ فصار اصلا فی کل دم ہو کفارۃ۔ پس ہر ایسی قربانی میں جو کفارہ ہو یہ قول اصل ہوا۔ ف اور دم الاحصار میں فرمایا۔ ولاتحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الہدی محلہ۔ اور مطلق ہر قسم کے ہدی میں فرمایا۔ ثم محلہا الی البیت العتیق۔ پس معلوم ہوا کہ ہر ہدی کے واسطے ذبح کا محل حرم ہے

Marfat.com

ولان الهدی اسم لما یهدی به الی مکان ومکانه الحرم - اور اس دلیل قیاس سے کہ ہدی ایسی چیز کا نام ہے جو کسی جگہ کو ہدیہ جاوے اور اسکی جگہ حرم ہے - قال علیہ السلام منی کلها منحر و فجاج مکة کلها منحر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منی سب قربانی کی جگہ ہے اور مکہ کی راہین سب قربانی کی جگہ ہین ف یہ حدیث معلول ابوداؤد وابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور ابوداؤد وبزار رح نے ابوہریرہ سے مرفوع روایت کی اور پہلے گذرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومین مردہ کے پاس قربانی کی پس جو بعض علماء نے زعم کیا کہ صرف منی کی خصوصیت ہے ضعیف ٹھہرا - حاصل یہ نکلا کہ بعض ہدایا تو حرم و زمانہ نحر دونون سے مختص ہین اور بعض صرف حرم سے مختص ہین - ویجوز ان یتصدق بها علی مساکین الحرم وغیرهم اور جائز ہے کہ ہدایا کے گوشت کو حرم کے مساکین پر اور انکے سوائے دوسرون پر صدقہ کرے - ف یعنی مساکین حرم کی کچھ خصوصیت ہمارے نزدیک نہین - خلافا للشافعی - برخلاف قول شافعی رح کے ف کہ انکے نزدیک مساکین حرم کی خصوصیت مثل ذبح کے ہے - اور ہم کہتے ہین کہ ہدی ذبح کرنے کی قربت مین رائے کو دخل نہین تو حرم سے مختص ہے اور صدقہ مختص نہین - لان الصدقة قربة معقولة - اسواسطے کہ صدقہ ایک ایسی قربت ہے جو سمجھ مین آتی ہے - ف یعنی عقل کو اسکے دیانت مین دخل ہے اور وہ فقیر کی رفع احتیاج ہے - والصدقة علی کل فقیر قربة - اور ہر فقیر پر صدقہ کرنا قربت ہے - ف یعنی حرم کا فقیر ہو یا غیر جگہ کا جسکے رفع احتیاج ہو ثواب طاعت ہے - قال ولا یجب التعریف بالهدایا - فرمایا اور ہدایا کی تعریف واجب نہین - ف تعریف کے دو معنی محتمل ہین اول یہ کہ تعریف بمعنی عرفات کو لیجانا دوم تعریف بمعنی مشہور کرانا اگرچہ بذریعہ اشعار وتقلید کے ہو دونون مین سے کوئی معنی لیے جاوین بہرحال واجب نہین - ف - لان الهدی تنبئ عن النقل الی مکان لیتقرب بارافة دمها فیه لا عن التعریف فلا یجب - کیونکہ اسم ہدی تو آگاہ کرتا ہے کہ کسی جگہ کو منتقل کیا جاوے تاکہ وہان ذبح کرنے سے تقرب حاصل کیا جاوے نہ تعریف سے پس تعریف واجب نہین ہے - ف حاصل یہ کہ تعریف واجب ہونا دو طور سے ہوتا ہے ایک یہ کہ کوئی نص موجود ہو اور وہ نہین ہے - دوم اس اسم سے مفہوم ہو جیسے ہدی بمعنی ہدیہ کی گئی کسی جگہ کو - چنانچہ حرم کو لیجانا واجب نکلا اور اس سے زیادہ یہ کہ ہدی کو معرف کرایا جاوے وہ اس اسم سے نہین نکلتا پس تعریف کسی طور سے واجب نہ ہوئی - فان عرف بهدی المتعة فحسن - پھر اگر ہدی تمتع (یا قران) کو تعریف کیا تو اچھا ہے - ف اگر تعریف بمعنی عرفات لیجانا تو خوبی - لانه یتوقت بیوم النحر فعسی لا یجد من یمسکه فیحتاج الی ان یعرف به - اسواسطے ہے کہ ہدی تمتع کا ذبح کرنا یوم النحر سے مختص ہے تو ہو سکتا ہے کہ اسکو ایسا شخص میسر نہ ہو جو ہدی مذکور کو رکھے رہے پس ضرورت پڑیگی کہ اسکو عرفات مین لیے جاوے - ف لیکن مین کہتا ہون کہ اس ضرورت سے عرفات لیجانا جائز نکلا نہ آنکہ اسمین اچھائی و خوبی بھی ہے - فافہم - اور اگر تعریف بمعنی مشتہر کرنا تو فرمایا - ولانه دم نسک فیکون بناه علی التشهیر اور اسواسطے کہ ہدی التمتع تو نسک کی قربانی ہے پس وہ مشہور کرنے پر مبنی ہے - ف تاکہ طاعت کو اعلان سے ادا کرنے مین لوگون کو توفیق ہو اور واجبات مین ریا کو دخل نہین ہے - پھر یہ سب توجیہ خوبی کی ہدی تمتع وقران مین ہے - بخلاف دماء الکفارات - بخلاف کفارات کی قربانیون کے - ف کہ انمین دونون وجہین جاری نہین - لانه یجوز ذبحها قبل یوم النحر علی ما ذکرنا - کیونکہ ہدایا کے کفارات

کو یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا بنا بر مذکورہ بالا جائز ہی۔ ف تو جب رکھنے والا نہ ملے تو ذبح کر دے کچھ عرفات بھیجنے کی ضرورت نہین ہی۔ وسببہ الجنایۃ فیلیق بہ التحریر۔ اور دم الکفارہ کا سبب جرم ہی تو پوشیدگی کے لائق ہی۔ ف نہ مشتہر کرنا پس دار کفارات مین تعریف کسی معنی مین بہتر نہین ہی۔ قال والافضل فی البدن النحر وفی البقر والغنم الذبح۔ فرمایا اور اونٹ کی قربانی کرنے مین نحر افضل ہی اور گائے و بکری مین ذبح کرنا افضل ہی۔ ف نحر یہ کہ اونٹ کو کھڑا کرکے بایان پانہ دوسرا کے باندھکر لبہ یعنی سینہ سے ملا ہوا حصہ دین کہ حلال ہوجاوے۔ اور ذبح حلق مین ہی ع۔ لقولہ تعالی فصل لربک وانحر۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ نماز پڑہ اپنے رب کے واسطے اور نحر کر۔ قیل فی تاویلہ البحر وز۔ اسکی تاویل مین کہا گیا کہ جزور کو۔ ف یعنی اونٹون کو نحر کر۔ پس انکا نحر کرنا افضل ہی۔ وقال اللہ تعالی ان تذبحوا بقرۃ۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم گائے کو ذبح کرو۔ ف تو گائے مین ذبح کرنا افضل ہوا۔ وقال اللہ تعالی وفدیناہ بذبح عظیم۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہم نے اسکو فدیہ دیا ذبح عظیم کے ساتھ۔ ف یعنی ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کو ذبح ہونے سے فدیہ کر دیا ذبح عظیم۔ والذبح۔ اور ذبح بکسر ذال ساعد للذبح۔ وہ جانور جو ذبح کے واسطے مہیا ہو۔ ف ذبح بفتح ذال حلال کرنا۔ اور معلوم ہی کہ فدیہ مذکور مینڈھا تھا تو بکری کے اقسام مین ذبح کرنا افضل ہی۔ وقد صح ان النبی علیہ السلام نحر الابل۔ اور صحیح ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹون کو نحر کیا۔ ف جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث طویل مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی۔ وذبح البقر والغنم۔ اور گائے و بکری کو ذبح فرمایا۔ ف چنانچہ ذبح غنم حدیث صحاح الستہ مین بنفس نفیس مروی ہی کہ اسکے کشانہ پر پانون رکھکر ذبح فرمایا۔ اور بقر ذبح کرنا صحیحین کی حدیث عائشہ رض مین ہی کہ یوم النحر کو ہمارے پاس گائے کا گوشت آیا تو مین نے اسکو پوچھا پس لوگون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج کی طرف سے گائے ذبح فرمائی ہی۔ چونکہ اس سے ظاہر ہی کہ عمدا ذبح فرمائی لہذا مصنف رح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا۔ حضرت ابن عمر رض نے ایک کو دیکھا کہ اونٹ کو بٹھلا کر نحر کرتا ہی تو فرمایا کہ اسکو اٹھا کر پانون باندھکر نحر کر یہ سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی۔ کما فی الصحیحین۔ اسی طرح اونٹ کھڑا کرکے نحر کرنا صحیحین کی حدیث انس رض اور ابو داؤد کی حدیث جابر رض عن عبد الرحمن بن سابط رض مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ مروی ہی اور یہ عمل ہی بنص قولہ تعالی فاذا وجبت جنوبہا الآیہ۔ یعنی جب بدنہ اپنے پہلو پر گرے تو الخ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ کھڑے ہوے نحر کیے جاوین تاکہ گرین۔ مف۔ لہذا فرمایا۔ ثم ان شاء نحر الابل فی الہدایا قیاما او اضجعہا۔ پھر چاہے تو ہدایا مین اونٹ کو کھڑے ہوے نحر کرے اور چاہے تو اسکو بٹھا دے۔ ف اور بٹھلا کر نحر کرے۔ وای ذلک فعل فحسن۔ اور جو طریقہ انمین سے اختیار کرے اچھا ہی۔ والافضل ان ینحرہا قیاما لما روی ان النبی علیہ السلام نحر الہدایا قیاما۔ اور افضل یہ کہ اونٹون کو کھڑا کرکے نحر کرے کیونکہ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایا کو یعنی اونٹون کو کھڑا کرکے نحر فرمایا۔ ف کما ثبت فی الصحیحین۔ واصحابہ کانوا ینحرونہا قیاما معقولۃ الید الیسری۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اونٹون کو نحر کرتے انکو کھڑا کرکے درحالیکہ بایان ہاتھ باندھ دیتے تھے۔ ف جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث جابر رض مین ہی اور صورت یہ کہ بایان ہاتھ موڑ کر باندھتے اور باقی تین ٹانگون پر کھڑا چھوڑتے۔ تاکہ بدک کر ضرر

نہ پہونچا دے - پھر مصنف نے اسکو سنت نہین بلکہ افضل اسواسطے کہا کہ یہ سنت عادت ہی نہ طریقہ عبادت
فافہم - م - ولا یذبح البقر والغنم قیاما - اور گاے وبکری کو کھڑا کیے ہوے ذبح نہین کریگا - ف
کیونکہ خلاف سلف ہی اور - لان فی حالۃ الاضطجاع المذبح ابین فیکون الذبح الیسیر - اسواسطے
کہ لٹانے کی حالت مین ذبح کرنے کی جگہ خوب ظاہر ہوتی ہی تو ذبح کرنا آسان ہوگا - والذبح ہو السنۃ
فیہما - اور ذبح ہی ان دونون مین سنت ہی - ف پس یہی اولی ہی - والاولی ان یتولی ذبحہا بنفسہ
اذا کان یحسن ذلک - اور اولی یہ کہ ہدایا کے ذبح کا خود متولی ہو جب کہ ذبح کرنا اچھی طرح کرسکتا ہو - لما روی
ان النبی علیہ السلام ساق مائۃ بدنۃ فی حجۃ الوداع فنحر ثیفا وستین بنفسہ - کیونکہ روایت ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین سو بدنہ چلائے پس (انمین سے) کچھ اوپر ساٹھ بدنہ بذات خود نحر فرمائے
ف یعنی ۶۳ - بدنہ جسقدر برسون کے آپ کی عمر شریف تھی خود نحر فرمائی - یہ تعداد صحیح مسلم کی حدیث جابر مین
ہی - وولی الباقی علیا رضی اللہ عنہ - اور باقیون کی نحر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو متولی فرمایا -
ف اور حکم دیا کہ ہر بدنہ مین سے ایک ٹکڑا پکایا جاوے جس سے خود تناول فرمایا اور حکم دیا کہ انکا گوشت
زکیں وجھول سب کو مساکین پر تقسیم کرے اور حکم دیا کہ انمین سے جزار یعنی قصاب کی اجرت نہ دی - کما صح فی الصحیح
وغیرہ - بالجملہ خود نحر و ذبح کرنا بہتر ہی بدلیل فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم - ولانہ قربۃ والتولی فی القربات
اولی لما فیہ من زیادۃ الخشوع - اور اس دلیل سے کہ نحر کرنا ایک قربت ہی اور طاعات مین بذات خود
متولی ہونا بہتر کیونکہ اسمین عاجزی زیادہ ہی - الا ان الانسان قد لا یہتدی لذلک ولا یحسنہ
فیجوز ان یتولیہ غیرہ - مگر اتنی بات ہی کہ آدمی کبھی خود اسکی راہ نہین پاتا اور اچھی طرح نہین کرسکتا پس ہم نے غیر
کو اس کام پر نائب کرنا جائز رکھا - ف چنانچہ ابو حنیفہ رح سے روایت ہی کہ مین نے کھڑا ہوا اونٹ نحر کیا
وہ بدک کر بھاگا قریب تھا کہ مین آدمیون کی ایک جماعت کو ہلاک کردن پس مین نے عہد کیا کہ بعد اسکے
نحر نہین کرونگا مگر سجلا کر پانون باندھکر اور ایسے شخص سے مدد لونگا جو مجھسے زیادہ اس کام مین قوی ہو اور اصل
مین ہی کہ مجھے پسند نہین کہ اسکو یہودی یا نصرانی سے ذبح کراؤن اور اگر اسنے ذبح کردیا تو جائز ہی - مف - مین
کہتا ہون کہ یہ ایسے یہودی یا نصرانی مین ہی جو ذبیحہ بطور توریت یا انجیل کرتا ہو اگرچہ وہ مشرک کافر ہو - اور ہمارے
زمانہ مین بکثرت نصرانی گردن مروڑ کر جائز رکھتے ہین پس انکا ذبیحہ مردار ہی اور کسی طرح جائز نہین ہی یہی میرے
نزدیک صواب ومختار ہی - واللہ تعالی اعلم - م - اور واضح ہو کہ نہین چاہیے کہ اللہ تعالی کے نام کے ساتھ مین ف
زبان سے کسی کا نام لاوے اگرچہ دعا مقصود ہو مثلا کہے - بسم اللہ اللہ اکبر اللھم تقبل من فلان - یعنی بسم اللہ
اللہ اکبر الٰہی اسکو فلان کی طرف سے قبول کر - بلکہ صرف اسکی نیت دل مین کافی ہی یا اسکو پہلے ذکر کرکے پیچھے تسمیہ
کہے کیونکہ حدیث مین ہی کہ تکبیر کو خالص الگ کہو - مف - اور اگر ذبیحہ پر اللہ تعالی وغیر کا نام مقصود ہو اگرچہ پیغمبر
یا ولی ہو تو ذبیحہ قطعا مردار ہی مثلا کہے کہ ذبح کرتا ہون اسکو اللہ تعالی ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر - اور اصل
اسمین یہ ہی کہ اگر ذبح کرنا خالص اللہ تعالی خالق عزوجل کے واسطے ہو یعنی اسکی جان کو اللہ تعالی کے واسطے
رکھے تو ذبیحہ حلال ہی اگرچہ گوشت سے مساکین کی دعوت وغیرہ مقصود ہو - اور اگر ذبح کرنا کسی مخلوق کی
تعظیم کے واسطے ہو تو ذبیحہ مردار ہی - مثلا گاے یا بکری وغیرہ کسی پیر یا پیغمبر کے نام کی کرے تو ذبیحہ مردار ہی اگرچہ
عادت کے موافق وقت گردن کاٹنے کے تکبیر کہے - اور یہ اصل کبیر ہمارے معتمد کتابون مین مصرح ہی - بلکہ فرض ہی

Marfat.com

کہ جانور کی جان فقط خالص تعظیم الٰہی عزوجل کے لیے ذبح کرے پھر ذبیحہ کو چاہے جس بزرگ یا مسکین کے واسطے ہدیہ ودعوت کرے۔ فاحفظہ۔ قال وتصدق بجلالہا۔ قدوری نے فرمایا اور صدقہ کردے ہدایا کے جلال کو۔ ف یعنی جھولوں کو جو جانور پر بطور لباس ڈالے جاتے ہیں۔ وخطامہا۔ اور انکے خطام کو۔ ف یعنی باگ کو جو اونٹ کی گردن میں ڈالتے ہیں ع۔ اور نکیل کو۔ ولا یعطی اجرۃ الجزار منہا۔ اور نہ دیوے جزار کی مزدوری کو ہدایا میں سے۔ ف یعنی قصاب کی مزدوری میں ہدایا کا گوشت یا کھال وغیرہ نہ دے۔ لقولہ علیہ السلام لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصدق بجلالہا وخطمہا ولا تعط اجرۃ الجزار منہا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ ہدایا کی جھولیں وباگیں صدقہ کردے اور انمیں سے جزار کی مزدوری مت دے۔ ف چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ کے بدنوں پر کار پرداز ہوں اور انکی کھالیں وجھولیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تمام بدنہ سب انکے گوشت وکھالیں وجھولیں مسکینوں میں تقسیم کروں اور مجھے حکم دیا کہ انمیں سے جزار کی اجرت نہ دوں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم جزار کی مزدوری اپنے پاس سے دیتے تھے۔ رواہ الجماعۃ الا الترمذی۔ متن۔ ومن ساق بدنۃ فاضطر الی رکوبہا۔ جس کسی نے بدنہ چلایا پھر اسکی سواری کی جانب مضطر ہوا۔ ف یعنی کسی قسم ہدی میں واجب خواہ نفل ہدی کا بدنہ چلایا اور خود پیدل چلا پھر تھک کر لاچار ہوا کہ اسپر سوار ہوکر راہ طے کرے۔ رکبہا۔ تو اسپر سوار ہوجانا جائز ہے۔ وان استغنی عن ذلک لم یرکبہا۔ اور اگر وہ سواری سے مستغنی ہو تو اس بدنہ پر سوار نہ ہو۔ ف یہ شامل ہے کہ جب مضطر ہوکر سوار ہولیا پھر دوسرے دن اسکو پیادہ چلنے کی قدرت ہے تو سوار نہ ہو یہانتک کہ جب مضطر ہو تو سوار ہونا جائز ہوگا۔ یہی ہمارا وشافعی رح کا قول ہے۔ کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ معروف طور پر بدنہ ہدی پر سوار ہو کے جب کہ اسکی جانب مضطر ہو۔ کما فی صحیح مسلم۔ پس حدیث میں شرط مذکور سے افادہ ہے کہ سواری منع ہے اور تائید اسکی یہ کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار نہیں ہوئے اور نہ کسی صحابی کو حکم کیا اور نہ صحابہ سے ثبوت ہوا اور اسی کو قیاس مفید ہے۔ متن۔ لانہ جعلہا خالصۃ للہ تعالیٰ فلا ینبغی ان یصرف شیئا من عینہا او منافعہا الی نفسہ الی ان یبلغ محلہا۔ کیونکہ اسنے بدنہ کو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے کردیا تو لائق نہیں کہ اسکی ذات یا منافع میں سے کچھ اپنی ذات کی طرف صرف کرے یہانتک کہ وہ اپنے محل پر پہونچ جاوے۔ ف یعنی حرم میں پہونچکر اپنے وقت پر نحر ہوجاوے پس جتنا پورا ہوا اسوقت اسکا کھانا اگر اس قابل ہو تو جائز ہوگا۔ کیونکہ تقرب تو خون بہانا تھا ورنہ وہ بھی فقراء کو تقسیم کرے۔ بالجملہ قبل محل کے اس سے انتفاع روا نہیں ہے۔ الا ان یحتاج الی رکوبہا۔ سوائے ایسی صورت کے کہ اسپر سواری لینے کا محتاج ہو۔ ف اور پیدل چلنے سے مضطر ہو۔ لما روی انہ علیہ السلام رای رجلا یسوق بدنۃ فقال ارکبہا ویلک۔ کیونکہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو دیکھا کہ وہ بدنہ ہانکتا ہے پس فرمایا کہ تیرا برا ہو اسپر سوار ہولے۔ ف اول اس سے فرمایا کہ سوار ہولے اسنے عرض کیا کہ یہ تو ہدی ہے فرمایا کہ ارے سوار ہولے تیرا برا ہو۔ یہ کلمہ زبان عرب میں ترحم کے طور پر جھڑکی ہوتی ہے اور ظاہری مفہوم مراد نہیں ہوتا۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں ابوہریرہ سے اور صحیح مسلم میں انس وجابر سے مروی ہے۔ پھر

یہ حدیث مطلق ہی کو دو حال سے خالی نہین کہ یا تو اُس شخص کو پیدل چلنے مین تکلیف تھی تو حکم دیا اور یا ضرورت نہ تھی جیسا کہ بعض علماء نے زعم کیا کہ مطلقاً ضرورت و بے ضرورت سوار ہونا جائز بلکہ بعض نے بنظر حکم کے سوار ہونا لازم کیا ہی حالانکہ یہ قول ثابت ضعیف ہی جب کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی عنہم اپنے بدون پر سوار نہین ہوے - پھر ہم نے صحیح مسلم کی حدیث جابر رض کو پایا جسمین شرط ہی کہ سوار ہوے جب کہ سواری کی جانب سے بیمار مضطر ہو اور قیاس مذکور بھی مفید ہی تو اسی پر جزم ہوا - وتاویله انه کان عاجزا محتاجا - اور حدیث کی تاویل یہ کہ وہ شخص پیدل چلنے سے عاجز اور سواری کا محتاج تھا - ف پس باہم احادیث مین اتفاق ہو گیا پس معلوم ہوا کہ بضرورت سوار ہونا جائز اور بغیر ضرورت کے ممنوع ہی اور بہر حال جاننا چاہیے کہ - ولو رکبها فانتقص برکوبه - اگر اسپر سوار ہو گیا پھر اُسکی سواری کی وجہ سے اُسمین نقص آگیا - ف یا زاد راہ واسباب لادنے سے ناقص ہوا - فعلیه ضمان ما نقص من ذلک - تو اسکی وجہ سے جو کچھ اسمین نقصان آوے وہ اسکا ضامن ہی - ف یعنی بقدر نقصان کے صدقہ کردے جب کہ وہ ذبح کے لائق ہو ورنہ حکم آتا ہی - اور اگر نقص نہ آیا تو کچھ لازم نہین ہی - وان کان لها لبن لم یحلبها - اور اگر ہدی مادہ کے دودھ ہو تو اُسکو نہ دوہے - لان اللبن متولد منها فلا یصرفه الی حاجة نفسه - کیونکہ دودھ اسی جانور سے پیدا ہی تو اُسکو اپنے ذاتی ضرورت مین صرف نہ کرے - وینضح ضرعها بالماء البارد حتی ینقطع اللبن - اور اسکے تھنون کو سرد پانی سے چھڑکتا رہے تاکہ دودھ آنا بند ہو جاوے - ف سوکھ جاوے - ولکن هذا اذا کان قریبا من وقت الذبح - لیکن یہ حکم نہ دوہنے و پانی چھڑکنے کا حکم اُسوقت کہ وقت ذبح سے نزدیک ہو - فان کان بعید امنه یحلبها ویتصدق لبنها کیلا یضر ذلک بها - اور اگر وقت ذبح سے دور ہو تو اُسکو دوہے اور اسکا دودھ مساکین کو صدقہ دے تاکہ تھنون کا دودھ اُسکو ضرر نہ پہونچاوے ف یا نہ دوہنا مضر نہ ہو - یہ اُسوقت کہ بچہ مر گیا ہو کیونکہ دودھ پیتے بچہ کو ماں سے جدا کرنا ممنوع ہی - وان صرفه الی حاجة نفسه تصدق بمثله - اور اگر دودھ کو اپنے ذاتی ضرورت مین صرف کیا تو دودھ کے مثل صدقہ کرے - ف کیونکہ دودھ مثلی ہی - او بقیمته - یا اسکی قیمت صدقہ کرے - ف کیونکہ قیمت بھی مثل معنوی ہی - لانه مضمون علیه - کیونکہ یہ دودھ اسپر ضمان ٹھہرا ہوا ہی - ف اور جس چیز کی ضمان لازم آوے اُسکا یہی حکم ہی کہ مثل دے جب کہ مثلی ہو اور اگر میسر نہ ہو تو قیمت دے - لیکن حقوق الٰہی مین بجاے مثل کے قیمت دیدینا جائز ہی اور شیخ تقی الدین نے امام مین لکھا کہ ابن ابی العوام الحافظ رح نے فضائل ابی حنیفہ رح مین روایت کی کہ اسحاق بن ابی اسرائیل حدثنا یحیی بن الیمانی حدثنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراہیم قال اذا درا اللبن من البدنة الخ - یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ جب بدنہ سے دودھ کا درور ہو تو پانی چھڑکے تاکہ سمٹ کر دودھ منقطع ہو اور اگر اسکی پشم یا صوف کاٹ لے تو اُسکو صدقہ کرے یا اُسکی قیمت دے اگر تلف کیا ہو - ع - ومن ساق هدیا فعطب - اور جس شخص نے ہدی چلائی پس وہ ہلاک ہو گئی - ف یعنی تھکن وغیرہ سے بدون اسکی حرکت کے مر گئی بدون اسکے کہ وہ اُسکو ذبح کرنے پاوے - ف - فان کان تطوعا فلیس علیه غیره - پس اگر وہ ہدی نفل ہو تو اُسپر دوسری واجب نہین ہی - لان القربة تعلقت بهذا المحل وقد فات - کیونکہ قربت تو اسی محل سے متعلق ہوئی تھی اور وہ محل جاتا رہا - ف بعض نے زعم کیا کہ تونگر نے اگر اضحیہ قربانی خریدی وہ گم ہو گئی پھر دوسری خریدی

Marfat.com

پھر دال ہو دونون مین سے جسکو چاہے قربانی کرے بخلاف فقیر کے کہ اگر اسکے ساتھ ایسا واقعہ ہو تو اسپر دونون قربانی کرنا واجب ہین حالانکہ نفل قربانی ہو تو یہان بھی بجاے اسکے دوسری یہی نفل قائم کرے - جواب یہ کہ فقیر کا مسئلہ اضحیہ اکثر مقام پر بدون قید کے مذکور ہو لیکن مراد یہ ہو کہ فقیر کے جو جانور نفل اضحیہ کے لیے خریدا تھا اسکو اپنی زبان سے اپنے اوپر واجب کر لیا تھا کہ اگر واجب نہ کرے تو خالی خریدنے سے اسپر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ نہ اسپر تعالی نے واجب کیا اور نہ اُسنے اپنے اوپر لازم کیا چنانچہ قاضیخان مین ہو کہ اگر فقیر نے اضحیہ خریدا وہ مرگیا یا گم ہوا تو اسپر دوسرا لازم نہین ہو - فاخفظہ - م ف - یہ اُسوقت کہ جانور مذکور نفل ہدی تھا - وان کان عن واجب - اور اگر وہ جانور ہدی کسی واجب سے ہو - ف جو راہ مین مرگیا - فعلیہ ان یقیم غیرہ مقامہ - تو اسپر واجب ہو کہ دوسرے کو اسکی جگہ قائم کرے - لان الواجب باق فی ذمتہ - کیونکہ واجب اسکے ذمہ باقی ہو - ف صرف خریدنے سے ذمہ پاک نہ ہوگا جب تک ہدی اپنے محل پر نہ پہونچ جاوے یعنی جسطرح چاہیے ادا ہو - یہ اُسوقت کہ ہدی مذکور مرگئی ہو - وان اصابہ عیب کثیر - اور اگر اسمین بہت عیب آگیا - ف مثلاً ان تہائی سے زیادہ جاتا رہا بقول ابی حنیفہ اور نصف سے زیادہ گیا بقول صاحبین جیساکہ کتاب الاضحیہ مین مفصل مذکور ہو - ف - یقام غیرہ مقامہ - تو اسکی جگہ دوسری ہدی قائم کیجاوے - ف جب کہ ہدی مذکور ازواجب ہو - لان المعیب کالمعدم - کیونکہ جو جانور عیبدار ہو ایسے عیب کے ساتھ کہ عیب کثیر ہو - لانہ تادی بہ الواجب فلا بد من غیرہ - اسکے ساتھ واجب ادا نہ ہوگا تو دوسرے کی ضرورت ہو - ف کیونکہ واجب کامل ہو نہ ناقص پس جو کامل یا خفیف عیب سے بنسبت کامل ہو اُسکو قائم کرے - وصنع بالمعیب ما شاء - اور اس عیبدار کثیر کے ساتھ جو چاہے کرے - ف یعنی کھا دے یا بیچے یا دیدے جو چاہے کرے - لانہ التحق بسائر املاکہ - کیونکہ یہ بھی اسکے باقی املاک مین مل گیا - ف جب کہ ہدی نہین رہا ہان اولی یہ کہ اُسکو صدقہ کر دے کیونکہ ایک مرتبہ اسپر ہدی کا نام آچکا - م - واذا عطبت البدنۃ فی الطریق - اور اگر راہ مین بدنہ ہلاک ہوا - ف یعنی ہدی کا بدنہ راہ مین ہلاک یعنی قریب ہلاکت ہوگیا کہ غالباً اسکی زندگی سے یاس ہو - فان کان تطوعا - پس اگر یہ بدنہ نفل ہو - ف تو اسپر دوسرا اُسکے قائم مقام واجب نہین ولیکن - نحرہا وصبغ نعلہا بدمہا وضرب بہا صفحۃ سنامہا ولا یاکل ہو ولا غیرہ من الاغنیاء - اسکو نحر کر دے اور اسکے نعل یعنی گردن کا قلادہ جو اکثر جوتی سے ہوتا ہو اس قلادہ کو اسکے خون مین رنگ کر کے اُسکے صفحہ کوہان پر مار دے یعنی چھاپہ مار دے اور اُسکو نہ کھا دے نہ خود اور نہ دوسرے تونگر لوگ - ف بلکہ وہ فقراء کا حق ہو - بذلک امر رسول اللہ علیہ السلام ناجیۃ الاسلمی - اسی کا حکم کیا تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجیہ اسلمی کو - ف چنانچہ حدیث اوپر گذری بروایت سنن اربعہ وغیرہ - اور معلوم ہوا کہ ہدی تطوع مین سے کھانا اُسوقت روا ہو کہ جب حرم مین پہونچکر قربان ہو جاوے - والمراد بالنعل قلادتہا - اور نعل سے مراد اسکا قلادہ ہو - ف یعنی پانون کا نعل مراد نہین بلکہ گردن مین اکثر نعل کا ٹکڑا قلادہ باندھتے ہین اسی واسطے حدیث کی بعض روایات مین بجاے نعل کے قلادہ مصرح ہو - الحاصل اس نعل کو خون مین تر کر کے اُسکے کوہان کے صفحہ یا شانہ پر چھاپہ مار دے - وفائدۃ ذلک ان یعلم الناس انہ ہدی فیاکل منہ الفقراء دون الاغنیاء - اور فائدہ اس نعل رنگکر چھاپنے کا یہ ہو کہ لوگ جان لین

Marfat.com

کریہ جانور ہدی تھا پس اسمین سے فقرا کھا دین نہ تو نگر لوگ - ف پس اگر فقرا فقیر ہون جو اُسی وقت اُسکو کھا جاوینگے تو چھاپہ مارنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی - م - بالجملہ اگر حرم مین ہدی پہونچکر ذبح ہوئی تو خود اور تونگر فقرا سب ہی کھاسکتے اور جب راستہ مین مرے تو نہین - وہذا الان الاذن یتناول معلق بشرط بلوغہ محلہ - اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے تناول کی اجازت مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنے محل کو پہونچ جاوے - ف یعنی قولہ تعالی فکلوا منہا واطعموا الخ - اس شرط سے کھانے کی اجازت ہے کہ اپنے محل پر ذبح ہوئی ہو - فینبغی ان لا یحل قبل ذلک اصلا - پس چاہیے تو یہ کہ اس سے پہلے اصلا حلال نہ ہو - ف نہ اپنے واسطے اور نہ فقرا کے واسطے کسی کو حلال نہ ہونا چاہیے - الا ان التصدق علی الفقرا افضل من ان یترکہ جزر السباع - مگر بات اتنی ہے کہ اسکو فقرا پر تصدق کرنا اس سے افضل ہے کہ وہ درندون کی غذا چھوڑے ف لہذا فقرا کو حلال ہے - وفیہ نوع تقرب - اور فقرا پر تصدق مین ایک طرح کا تقرب حاصل ہے والتقرب ہو المقصود - اور تقرب ہی مین مقصود ہے - ف یہ اُسوقت کہ ہدی تطوع ذبح کردالی ہو فان کانت واجبۃ اقام غیرہا مقامہا - اور اگر وہ ہدی واجب ہدی تھا تو بجاے اسکے دوسرا قائم کرے - ف کیونکہ واجب اسکے ذمہ باقی ہے - وصنع بہا ما شاء - اور ہدی مذبوحہ کے ساتھ جو چاہے کرے - ف یعنی فروخت وغیرہ جو چاہے کرے - ف - لانہ لم یبق صالحا لما جعلہ - کیونکہ یہ تو اُس چیز کے واسطے لائق نہین رہا جسکے لیے اُسکو نامزد کیا تھا - ف پس واجب مذکور سے اُسکا ہدی ہونا خارج ہو گیا - وہو ملکہ کسائر املاکہ - اور وہ ہدی اسکی ملک ہے جیسے اسکی دیگر املاک - ف پس جب اُسکی ملک مین عود کر گئی تو جو چاہے کرے - ویقلد ہدی التطوع والمتعۃ والقران - اور حاجی تقلید کرے ہدی یعنی ہدی نفل کی اور ہدی تمتع اور ہدی قران کے - ف یعنی اگر حاجی نے تمتع یا قران کیا اور شکریہ کی قربانی مین ہدی نہ دیا یا کسی نے نفل ہدی مین ہدی نہ دیا تو اُسکی تقلید کرے یعنی نعل وغیرہ کا قلادہ اسکی گردن مین ڈالے تاکہ ظاہر ہو کہ یہ جانور ہدی ہے حتی کہ اگر بھاگ کر کہین پانی یا گھاس پر پہونچے تو لوگ اُسکو دور نہ کرین اور کوئی فاسق اُسکو مار نہ کھاوے - لانہ دم نسک - کیونکہ یہ قربانی تقرب ہے - وفی التقلید اظہارہ وتشہیرہ - اور تقلید کرنے مین اسکے دم نسک ہونے کا اظہار کرنا اور شہرت دینا ہوتا ہے - فیلیق بہ - تو تقلید اسکے ساتھ لائق ہے - ف پس جائز ہے اور یون ہی اگر نذر کی ہدی ہو تو تقلید کرنا جائز ہے ع - ولا یقلد دم الاحصار ولا دم الجنایات - اور تقلید نہ کرے دم الاحصار کی اور نہ جرم کی قربانیون کی - ف ہمارے نزدیک محصر نے جو افعال کے حلال ہونے کی وجہ سے جو قربانی دی وہ کفارہ کی قربانی ہے اور جرمون کی قربانیان خود کفارہ ہین تو انکی تقلید نہ کرے - لان سببہا الجنایۃ - کیونکہ جرمون کی قربانیون کا سبب جرم ہے والستر لیق بہا - اور انکے حق مین پردہ رکھنا خوب لائق ہے - ف نہ تقلید سے اشتہار کرنا کہ مین نے دیکھو ایسے جرم کیے جنکے کفارے دیتا ہون - ودم الاحصار - اور احصار کی قربانی - ف اگرچہ جرم نہین مگر فقدان جرم کی طرح اس سے بھی ہیر نقصان ہوتا ہے - ثم دم الاحصار - جابر - جبر نقصان کرنیوالا ہے - فیلحق بجنسہا - تو یہ بھی اپنی جنس کے ساتھ لاحق کیا جائیگا - ف یعنی دم احصار کفارات کے ساتھ لاحق ہوگا جیسے انکی تقلید نہین ویسے اُسکی بھی نہ ہوگی - ثم ذکر القدوری - پھر قدوری نے ہدی کا لفظ ذکر کیا - وعراوہ البدنۃ لانہ لا یقلد الشاۃ عادۃ - اور اسکی مراد بدنہ یعنی اونٹ وگاے ہے کیونکہ بکری کو تقلید کرنے کی عادت نہین ہے

ف حالانکہ بدی مین بکری بھی داخل ہی۔ ولایسن تقلیدہ عندنا لعدم فائدۃ التقلید علی ما تقدم واللہ اعلم ف اور بکری کی تقلید ہمارے نزدیک مسنون نہین بوجہ تقلید کا فائدہ ندارد ہونے کے چنانچہ گذرا۔ واللہ اعلم۔ ف یعنی باب القران سے کچھ پہلے مذکور ہوچکا۔ (فروع) ظاہر الروایۃ مین مبسوط مین ہی کہ جسپر کوئی قربانی واجب ہوئی (پورا بدنہ نہ ہو) تو وہ چھ نفر کے ساتھ ایک بدنہ مین شریک ہوسکتا ہی بشرطیکہ ان چھ پر بھی دم واجب ہوا ہو اگرچہ اجناس مختلفہ ہون مثلاً کسی پر دم الاحصار اور کسی پر جزاء صید اور کسی پر دم متع وغیرہ ذلک ہون۔ اور اگر ایک ہی جنس ہون تو بہتر ہی۔ اگر متمتع نے ہدی تمتع کے لیے بدنہ خریدا تو اپنے واسطے واجب کرنے کے بعد اسمین چھ نفر کو شریک نہین کرسکتا مگر جب کہ خرید کے وقت نیت کی ہو کہ اسمین چھ نفر کو شریک کرونگا۔ افضل یہ کہ پہلے متفق ہوکر سب یا ایک باجازت باقیون کے خرید کرے۔ ہدی کا بدنہ اگر بچہ جنے تو بچہ اُسکے ساتھ ذبح کرے اور اگر بیچا تو قیمت صدقہ کرے یا اُسکی ہدی لیکر ذبح کرے۔ ایک شریک مرا پھر وارث راضی ہوا کہ میت کی طرف سے اُنکے ساتھ ذبح کرے تو استحسانا جائز ہی۔ اگر شرکاء مین سے کوئی کافر ہو یا مسلمان گوشت کا خواہان ہو نہ ہدی کا تو قربانی کسی کی طرف سے روا نہین ہی۔ یوم النحر کو جس شریک نے ذبح کردیا سب کی طرف سے جائز ہی۔ اگر غلطی سے ہر ایک نے دوسرے کی ہدی ذبح کردی تو استحسانا دونون سے ادا ہوگئی اول جیسے مختلط وشناخت نہونے مین ہوتا ہی۔ جو ہدی مین مذکور ہوا یہی اضحیہ بقر عید مین ہی۔ اگر بدنہ کو ہانکا اور نیت کچھ نہین پس اگر مکہ کی طرف ہو تو ہدی ہی یعنی بعد تقلید کے اُسکو مکہ کی طرف ہانکا۔ ف۔

مسائل منثورۃ۔ یہ مسائل منثورہ ہین۔ ف متن کی طرح نثر ہین۔ اس متبع پر مسائل متفرقہ اور مسائل گشتی۔ بھی کہتے ہین۔ یہ مسائل سابق ابواب مین سے ہین۔ منع۔ اہل عرفۃ اذا وقفوا فی یوم وشہد قوم انہم وقفوا یوم النحر۔ جامع صغیر مین ہی کہ اہل عرفہ نے ایک دن وقوف عرفات کیا اور ایک قوم نے گواہی دی کہ لوگون نے دسوین ذی الحجہ کو وقوف کیا ہی۔ ف مطلب یہ کہ وقوف عرفہ نوین کو لازم ہی اور دسوین کی فجر ہوتی ہی وقت وقوف نہین رہا پس وقوف عرفات نہین ہوا اور حج جاتا رہا تو یہ گواہی قبول نہین ہی اور۔ اجزاہم اور لوگون کو وقوف کافی ہوگیا۔ ف اور انکا حج پورا ہوگیا۔ والقیاس ان لا یجزیہم۔ اور قیاس یہ تھا کہ انکو کافی نہین ہوتا۔ اعتبارا بما اذا وقفوا یوم الترویۃ۔ بقیاس اس صورت کے کہ لوگون نے آٹھوین کو وقوف کیا۔ ف یعنی جب وقت وقوف سے پہلے لوگون نے وقوف کیا پھر معلوم کیا یا گواہون نے اسکی گواہی دی تو وقوف جائز نہ ہوا بلکہ وقت پر اعادہ کرین اسی طرح جب وقت سے پیچھے وقوف کرنا معلوم ہوا تو بھی جائز نہ ہوگا۔ وہذا لان الوقوف عبادۃ تختص بزمان ومکان۔ اور قیاس کے موافق یہ جواز نہ ہونا اسلیے ہی کہ وقوف عرفہ ایک ایسی عبادت ہی جو مختص بزمانہ ومکان ہی۔ ف زمانہ تو بعد زوال یوم ذی الحجہ سے طلوع فجر دہم تک ہی اور جگہ محدود معین وعرفات ہی پس اسمین عقل وقیاس کو کچھ دخل نہین۔ فلا یقع عبادۃ دونہا۔ تو بدون اس زمانہ ومکان کے وقوف کرنا عبادت واقع نہ ہوگا۔ ف بلکہ اگر کوئی شخص کسی اور مقام کو موقف عبادت بدون شرع کے تجویز کرے تو حرام بلکہ خوف کفر ہی جیسے طواف مخصصات کعبہ سوا سے ہر حتی کہ نووی رح وفاری رح نے مناسک مین کہا اگر کسی پیغمبر پیچھے مرقد مبارک کا طواف کرے تو خوف کفر ہی اور عالمون ومشائخ کے لباس مین جو جاہل لوگ گرد مزار مبارک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طواف کرتے ہین اُنکا کچھ اعتبار نہین ہی۔ انتہی مترجما۔ بالجملہ وقوف عبادت تو خاص مقام عرفات مین مخصوص وقت

زوال نہم سے تا فجر دہم ذی الحجہ ہو اور بدون اسکے وقوف کچھ عبادت نہ ہوگا - حتی کہ جس نے فجر دہم تک وقوف نہین پایا اسکا حج فوت ہوا - صدر الشریعہ نے وقوف یوم الترویہ کی صورت یہ بیان کی کہ لوگون نے بعد وقوف عرفہ کے جانا کہ آنھون نے حساب لگانے مین غلطی کی اور وقوف یوم الترویہ کو واقع ہوا ہو - پھر اگر یہ بات قبل فجر دہم کے معلوم ہوئی ایسے وقت کہ تدارک ممکن ہو تو امام حکم کرے کہ لوگ وقوف اعادہ کرین اور اگر بعد فجر دہم کے یا ایسے وقت معلوم ہوئی کہ اعادہ نہین ہو سکتا تو ممکن ہو کہ کہا جاوے کہ بنظر حج مذکور وقوف معتبر اور حج پورا ہوا اور بنظر اسکے کہ ادائے عبادت قبل الوقت کے کوئی نظر نہین ہو یہی حکم ہوگا کہ حج جاتا رہا - مترجم کہتا ہو کہ اسی طرف امام مصنف نے اشارہ کیا کہ حج نہ ہوگا چنانچہ اسی پر قیاس کرکے جب دہم کو وقوف واقع ہونے کی گواہی گذری تو حج نہ ہوگا - اور بدلیل استحسان اس صورت تاخیر مین یہ حکم مختار ہو کہ حج ہوگیا - وجہ الاستحسان ان ہذہ شہادۃ قامت علی النفی - استحسان کی وجہ یہ ہو کہ یہ گواہی ایسی گواہی ہو جو نفی پر قائم ہوئی - فـ اور جو گواہی نفی پر قائم ہوتی ہو وہ قبول نہین ہوتی مثلاً گواہ قائم ہوے کہ فلان شخص یوم النحر کو مکہ مین موجود نہین تھا یا زید و بکر مین نزاع بابت زمین کے ہو زید کے گواہون نے کہا کہ خالد نے یہ زمین فروخت نہین کی تو یہ گواہی قبول نہین ہو اسی طرح یوم النحر مین وقوف واقع ہونے کے گواہ بھی فی الحقیقت نفی حج پر قائم ہین - وعلی امر لا یدخل تحت الحکم - اور ایسے امر پر قائم ہین جو حکم کے تحت مین داخل نہین ہوتا - فـ اور جو گواہ کہ ایسے امر کی گواہی دین جو حکم قاضی کے تحت مین داخل نہ ہوگا تو گواہی باطل ہوتی ہو تو دونون وجہ سے لکر یہ گواہی باطل ہو - رہا بیان اسکا کہ یوم النحر کو وقوف واقع ہونے کی گواہی درحقیقت نفی کی گواہی ہو لان المقصود منہا نفی الحج - اسوجہ سے کہ اس گواہی سے مقصود لوگون کے حج کی نفی ہو - فـ گویا گواہون نے کہا کہ لوگون کا حج نہین ہوا کیونکہ انھون نے دہم کو وقوف کیا ہو - رہا یہ بیان کہ گواہی ایسے امر پر ہو جو قاضی کے تحت حکم نہین داخل ہوتا تو اسلیے کہ - الخ لا یدخل تحت الحکم - حج تحت حکم نہین داخل ہوتا - فـ کیونکہ تحت حکم وہ امور داخل ہوتے ہین کہ جنکی تعمیل پر قاضی کو شرعاً محکوم علیہ کے مجبور کرنے کا اختیار ہو اور حج ظاہر ہو کہ اس قسم کا نہین ہو - الخ - کیونکہ حج فرض عینی ہو قاضی بنظر فیصلہ قضاء کے محکوم علیہ کو مجبور نہین کر سکتا - فلا تقبل - تو گواہی قبول نہ ہوگی - فـ اگر کہا جاوے کہ مسئلہ طلاق مین عورت نے کہا کہ اسنے مجھے تین طلاق دین اور شوہر نے کہا کہ طلاقین نہین پڑین کیونکہ مین نے کہا کہ تجھپر تین طلاقین ان شاء اللہ تعالی ہین - عورت نے گواہ دیے کہ اسنے ان شاء اللہ تعالی نہین کہا تھا تو گواہی قبول ہو دیکھو یہ گواہی نفی پر قبول ہو - جواب دیا گیا کہ ہان مگر یہ امر حکم قاضی کے تحت مین داخل ہو اور ہمارے اس مسئلہ مین حج داخل حکم نہین پس ثبوت ہوا کہ گواہی یہان دو باتون سے ملکر قبول نہین اول یہ کہ نفی حج پر ہو دوم ایسے امر پر ہو جو حاکم کے تحت حکم نہین ہو سکتا تو حاکم ایسی گواہی نہین سنیگا - شیخ محقق ابن الہمام نے لکھا کہ یہ دلیل کچھ نہین ہو اسواسطے کہ گواہی مذکور نفی حج پر نہین بلکہ درحقیقت وجود پر قائم ہو گویا گواہون نے کہا کہ ہم لوگون نے چاند ایک روز پہلے دیکھا ہو چنانچہ لوگون کی نوبت ہمارے حساب سے دسوین پڑی ہان اس سے لازم آیا کہ انکا وقوف جائز نہ ہو نہ آنکہ انھون نے نفی حج کی گواہی دی تو گواہی بھی اثبات پر ہو اور جس امر پر گواہی ہو اسمین حکم قاضی کی حاجت نہین بلکہ فتوی سے حاصل ہوگا کہ لوگون کا فرض ساقط نہین ہوا اور یہی مراد ہو تو عیب دونون باتین ندارد ہوئین تو گواہی مذکور قبول ہو گویا ایسا ہوا کہ

Marfat.com

لوگون نے یون ہی چاند دیکھکر وقوف عرفہ مین سہو آتاخیر کی - پھر واضح ہو کہ گواہی قبول ہونے سے وقوف عرفہ باطل ہونا لازم نہین آتا ہی بلکہ شرعاً اُنکا وقوف عرفہ اپنے وقت پر واقع ہوا جب کہ اُنھون نے یوم وقوف کو دین تاریخ اعتقاد کیا تھا بدلیل اِس حدیث کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوم صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون وعرفتکم یوم تعرفون واضحاکم یوم تضحون - یعنی اللہ تعالی کے نزدیک وقوف عرفہ کا وقت وہی دن ہی جسکو لوگون نے اپنی کوشش رائے سے نوین ذی الحجہ اعتقاد کیا ہی - متن - مترجم کہتا ہی کہ شیخ محقق نے بناے تحقیق اِس قاعدہ پر رکھی کہ جو بات فرض قطعی ہو اُسکی تعمیل مین ظن ورائے واجتہاد جاری ہوتا ہی مثلاً نماز کے لیے وضو فرض قطعی ہی پھر پانی کے وجود اور پاکی مین غالب گمان واجتہاد کافی ہو جاتا ہی اور بیان کلام تحقیق طویل ہی جو اردو ترجمہ کے لائق نہین لہذا مین قلم روکتا ہون - واللہ تعالے ہوالموفق للصواب - بالجملہ یہ گواہی اگرچہ قبول ہی لیکن جب بعد وقت کے واقع ہوئی تو وقوف عرفہ جو پورے اعتقاد سے وقت صحیح پر ہو چکا ہی ادا ہو گیا اور آیندہ افعال مین گواہی کا وقت معتبر ہوگا اور حج پورا ہوگا - ولان فیہ بلوے عاما لتعذر الاحتراز عنہ - اور اِسوجہ سے کہ ایسے اشتباہ مین ابتلاے عام ہی یعنی اکثر اِسمین لوگ مبتلا ہوا کرتے ہین اسلیے کہ اِس سے بچاؤ دشوار ہی - ف کیونکہ چاند مین اکثر اختلاف واقع ہوتا ہی اور گواہی بعد وقوف کے گندی - والتدارک غیر ممکن - اور تدارک کرلینا غیر ممکن ہی - ف سواے اِسکے کہ حج دوسرے سال اعادہ کرنے کا حکم دیا جاوے - وفی الامر بالاعادۃ حرج بین اور اعادہ حج کا حکم کرنے مین کھلا ہوا حرج ہی - ف اِسکی دشواریان وپیچیدگیان ایسی ظاہر ہین کہ حاجت بیان نہین - اور حرج کو اللہ تعالی نے اپنے کرم سے عفو فرمادیا ہی - فوجب ان یکتفی بہ عند الاشتباہ تو لازم آیا کہ اشتباہ کے وقت مین وقوف عرفہ جو ہوا اُسی پر اکتفا کیا جاوے - ف یعنی نکل آیا کہ حکم اگلی ایسی صورت مین بوجہ حرج دور فرمانے کے یہی ہی کہ جو وقوف میسر ہوا وہ مقبول ہی اور حدیث مزبور اِسکے واسطے گویا نص صریح ہی - اِسلیے معلوم ہوا کہ مدار اِسکا حج پر ہی جب کہ تدارک ممکن نہین بدون حرج کے اور یہ اِسی صورت مین جب کہ نوین سے پیچھے وقوف واقع ہونے کی گواہی دے - بخلاف ما اذا وقفوا یوم الترویۃ - بخلاف اِس صورت کے کہ جب لوگون نے آٹھوین کو وقوف کیا - ف چنانچہ یہ وقوف معتبر نہین - لان التدارک ممکن فی الجملۃ - کیونکہ فی الجملہ تدارک ممکن ہی - ف بدون حرج شدید اعادہ کے - بان یزول الاشتباہ فی یوم عرفۃ - باین طور کہ عرفہ کے روز اشتباہ دور ہو جاوے ف کیونکہ آٹھوین سے لیکر دسوین کے طلوع فجر تک بہت وقت ہی اور بہت بعید کہ لاکھون آدمیون مین سے کسی کو حساب کی غلطی یاد نہ آوے - پس تدارک کرنا ممکن ہی تو نوین سے متقدم وقوف مین اور مؤخر وقوف مین دو طرح فرق ایک تو اسلیے کہ موخرین تدارک ممکن نہین اور متقدم مین غالباً ممکن ہی - آٹھوین کو دسوین کو بیان دوم - ولان جواز الموخر لہ نظیر - اسلیے کہ موخر جائز ہو جانے کے واسطے نظیر موجود ہی - ف جو موافق قیاس ہی مثلاً دار الحرب مین مسلمان قیدی نے اٹکل سے امسال رمضان کے روزے ادا رکھے حالانکہ وہ وقت رمضان کا نہ تھا پس اگر رمضان کے بعد کوئی مہینہ تھا تو ادا ہو گئے - ولا کذلک جواز المتقدم - اور متقدم جائز ہونا ایسا نہین ہی - ف یعنی اِسکی کوئی نظیر موافق قیاس موجود نہین ہی چنانچہ مسئلہ رمضان قیدی مین اگر رمضان سے پہلے تھا تو ادا نہونگے اور رہا زکوۃ و صدقۃ الفطر پیشگی ادا ہونا

Marfat.com

خلاف قیاس ہے م - قالوا ف ینبغی للحاکم ان لا یسمع ہذہ الشہادۃ - فقہاء مشائخ نے کہا کہ حاکم کو چاہیے کہ ایسی گواہی کی سماعت نہ فرماوے ر ف جو گواہ بنے ہین کہ لوگون نے یوم النحر کو وقوف کیا - ویقول قد تم حج الناس فانصرفوا - اور گواہون سے کہدے کہ لوگون کا حج تو پورا ہو گیا اب تم پھر جاؤ - ف ہمارے گواہی نہین سنونگا - لانہ لیس فیہا الا الفاظ الفتنۃ - کیونکہ اس گواہی مین کچھ نہین سوائے فتنہ جگانے کے - ف حالانکہ حدیث مین ہے کہ الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظہا - یعنی فتنہ خواب مین ہے اللہ تعالیٰ اسپر لعنت کرے جو اسکو جگا دے - خلاصہ یہ کہ اس گواہی کا کچھ فائدہ نہین سوائے اسکے کہ اسکی سماعت سے لوگون مین شہرت ہوگی اور عوام مسلمانون کے دل مین کدورت ہو جائیگی کہ آیا الحاج ہوا یا نہین پس انکے دل مضمحل ہو جائینگے جب وے اس طول مشقت و محنت کے بعد اس مخمصہ مین پڑینگے - پھر گواہون نے اگر پہلے تنہا وقوف کر لیا ہو تو روا نہین ہے اور واجب ہے کہ امام کے ساتھ وقوف کرین - کما روی عن محمد رح ہکذا ع - وعلی ہذا گواہون کو اس گواہی سے فتنہ جگانا بھی جائز نہین ہے - پھر یہ تو وقت گذر جانے کے بعد گواہی ہے اور اگر وقت ہو لیکن قابل تدارک نہ ہو تو بھی بمنزلہ گذرے کے ہے چنانچہ فرمایا م - وکذا اذا شہدوا عشیۃ عرفۃ برؤیۃ الہلال - اور یون ہی جب گواہون نے عرفہ کے آخری وقت مین چاند دیکھنے کی گواہی دی - ف جس سے معلوم ہوا کہ آج وقوف عرفہ کرنا چاہیے حالانکہ وقت وقوف مین سے رات یا کچھ رات باقی ہے - ولا یمکنہ الوقوف فی نفس اللیل مع الناس او اکثرہم - اور امام کو باقی رات مین سب لوگون یا اکثر لوگون کے ساتھ وقوف عرفہ کر لینا ممکن نہین ہے - ف کیونکہ سب لوگ یا انمین سے اکثر لوگ جو متفرق ہو چکے ہین اتنے وقت مین مجتمع نہین ہو سکتے ہین یا مجتمع ہو کر چلتے چلتے عرفہ پہونچنے تک فجر ہو جائیگی تو یہ گواہی بھی گویا بعد وقت جاتے رہنے کے واقع ہوئی - لہذا حکم یہ ہے کہ - لم یعمل بتلک الشہادۃ - امام اس گواہی پر عمل نہین کریگا - ف بلکہ سماعت نہ فرماوے - اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو اکثر لوگون کے ساتھ وقوف کرنا ممکن ہو تو اس گواہی پر عمل کرنا لازم ہے - کما فی الفتح - مسئلہ - قال ومن رمی فی الیوم الثانی الجمرۃ الوسطی والثالثۃ ولم یرم الاولی - امام محمد نے صغیر مین کہا کہ جس شخص نے دوسرے روز یعنی گیارھوین ذی الحجہ کو جمرہ درمیانی اور جمرہ سوم کو رمی کیا اور جمرہ اولی کو رمی نہین کیا - ف یعنی پہلا جمرہ چھوڑا اور باقی دونون کو رمی کیا - فان رمی الاولی ثم الباقیین فحسن - پس اگر وہ پہلے جمرہ کو رمی کر کے پھر باقیون کو رمی کرے تو بہتر ہے - لانہ راعی الترتیب المسنون - کیونکہ اسنے سنت ترتیب کی نگہداشت کر لی - ف اور جسکو چھوڑا تھا اسکو ادا بھی کر لیا پس ترتیب ہمارے نزدیک سنت ہے - اسکی نگہداشت سے خوبی ہوئی - ولو رمی الاولی وحدہا اجزاہ - اور اگر اسنے فقط جمرہ اول کو رمی کر لیا تو اسکو کافی ہو گیا - لانہ تدارک المتروک فی وقتہ کیونکہ اسنے چھوڑے ہوے کا تدارک اسکے وقت مین کر لیا - ف کچھ تاخیر نہ ہوئی تاکہ امام رح کے قول پر دم کفارہ لازم آوے - وانما ترک الترتیب - اور صرف اسنے ترتیب چھوڑی - ف کہ اول کو آخر کر دیا جس سے سنت ترک ہوئی اور یہ مسیا کیا لیکن کفارہ لازم نہ ہوگا - مگر شافعی رح کے نزدیک ترتیب بھی واجب ہے - وقال الشافعی لا یجزیہ ما لم یعد الکل - اور شافعی رح نے کہا کہ اسکو کافی نہ ہوگا جب تک کہ سب جمرون کو اعادہ نہ کرے - لانہ شرع مرتبا - کیونکہ رمی تو ترتیب کے ساتھ مشروع ہوئی ہے - ف پس جس صورت مین ترتیب ترک کی تو مشروع ادا نہ کیا - فصار کما اذا سعی قبل الطواف - تو یہ ایسا ہو گیا کہ جیسے کسی نے طواف البیت سے

Marfat.com

پہلے سعی صفا و مروہ کر لی - ف - خواہ یہ بے ترتیب با اتفاق نہین کافی - اور بدأ بالمروۃ قبل الصفا - یا اسنے (سعی مین) صفا سے پہلے مروہ سے شروع کی - ف - حالانکہ با اتفاق یہین کافی کیونکہ صفا سے شروع کرنا واجب ہے - ہم کہتے ہین کہ جمرہ کا ان دونون پر قیاس مع الفارق ہے - ولنا - اور ہماری دلیل - ف - دونون مین فرق بیان کرنے کی اصطلاح ہے کہ - ان کل جمرۃ قربۃ مقصودۃ بنفسہا - ہر جمرہ (یعنی ہر جمرہ کو رمی کرنا) خود ایک قربت مقصودہ ہے - ف - مجموعی ایک قربت نہین اور نہ ایک دوسرے کے تابع ہے - فلا یتعلق الجواز بتقدیم البعض علی البعض - تو ہر رمی کا جائز ہونا کچھ بعض کو بعض پر مقدم کرنے سے متعلق نہین ہوگا - ف - یعنی ترتیب سے رمی ہونا ضرور نہین بلکہ جو متفرق ہے وہ ادا ہو جائیگا اگرچہ اول متقدم ذبانی متوسط و ثالث آخر نہ ہو اور قضاء نمازون مین بھی حال یہی تھا لیکن صاحب الترتیب کے حق مین خلاف قیاس نص وارد ہونے سے ہم نے وہان ترتیب واجب کہی ہے اور باقی ہر جگہ جو چیز کہ خود مقصود ہو اسکا جائز ہونا دوسرے کی ترتیب پر متعلق نہین لہذا ہر جمرہ کی رمی جائز ہوگی - بخلاف السعی - بخلاف سعی کے - ف - جبکہ طواف سے پہلے کر لی - کیونکہ سعی خود قربت مقصودہ نہین ہے - لانہ تابع للطواف - کیونکہ وہ طواف کے تابع ہے - ف - تو اصل مقصود طواف اور اسکی تابع سعی ہے - لانہ دورہ - کیونکہ سعی تو طواف سے کم رتبہ پر ہے - ف - چنانچہ طواف بدون سعی کے مشروع اور سعی بدون اسکے نہین ہے پس حاصل یہ کہ ہر جمرہ کی رمی بذات خود مقصود عبادت ہے اب دوسرے کے تابع نہین - اور سعی تابع طواف ہے - والمروۃ عرف منتہی السعی بالنص - اور مروہ سعی کا منتہی بحکم نص معلوم ہوا ہے - ف - یعنی مروہ سے ابتدا کرنا اسوجہ سے جائز نہین ہوا کہ نص سے ہم نے جانا کہ سعی کرنے مین جان سعی ختم ہو وہ مروہ ہے اسلیے کہ نص مین حکم دیا کہ صفا سے شروع کرو - فلا یتعلق بہا البدایۃ - تو مروہ سے ابتدا کرنا متعلق نہ ہوگا - ف - کیونکہ سعی سات پھیرے ہین پس اگر مروہ سے شروع کرین تو صفا پر ختم ہوگی اور یہ خلاف نص ہے - اسوجہ سے مروہ سے ابتدا کرنا جائز نہ ہوا - اگرچہ سعی کے حد ہونے مین صفا و مروہ دونون برابر ہین اور رمی الجمار مین ہر جمرہ کا رمی کرنا ایک پوری عبادت ہے - م - مسئلہ - قال ومن جعل علی نفسہ ان یحج ماشیاً فانہ لا یرکب حتی یطوف طواف الزیارۃ - امام محمد نے جامع صغیر مین کہا کہ جس شخص نے اپنے اوپر لازم کیا کہ پیدل حج کریگا تو وہ سوار نہ ہو یہانتک کہ طواف زیارت پورا کر لے - ف - یعنی حج کے سب افعال پیدل ادا کرے حتی کہ طواف زیارت - وفی الاصل خیرہ بین الرکوب والمشی - اور مبسوط مین یہ حکم لکھا کہ اس نذر کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے سوار ہو اور چاہے پیدل رہے - ف - پس مبسوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیدل ہونے کی نذر کچھ لازم نہین بلکہ حج لازم آویگا خواہ پیدل جاوے یا سوار ہو جاوے - وہذا اشارۃ الی الوجوب اور یہ (جو جامع صغیر مین مذکور ہے) اشارہ ہے واجب ہونے کا - ف - یعنی پیدل نذر لازم ہے - وہو الاصل اور اصل یہی ہے - ف - کہ نذر مذکور واجب ہو - یہی صحیح ہے التبیین - لانہ التزم القربۃ بصفۃ الکمال فیلزمہ بتلک الصفۃ - کیونکہ اسنے قربت کا بصفت کمال التزام کیا تو اسی صفت کے ساتھ لازم ہوگی - ف - یعنی حج کو پیادہ ہو کر ادا کرنے کی نذر کی اور پیادہ ہونا حج مین کامل ہونے کی صفت ہے تو اسی کمال کے ساتھ نذر لازم ہوگی - واضح ہو کہ جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے اگر وہ سواری نہ پاوے اور پیادہ چل سکے تو اسپر پیادہ حج کرنا لازم ہوتا ہے - ف - تو پیادہ ہونے کی نذر بھی صحیح ہوئی - م - اور ابو حنیفہ رح نے پیادہ حج کو جانا مکروہ کہا اسواسطے کہ تکلیف برداشت کرنے مین بد خلقی و بد مزاجی کریگا جسکو دیکھکر لوگون کو نفرت ہوگی ورنہ کچھ شک نہین کہ زیادہ

Marfat.com

مشقت کے ساتھ خوشی سے عبادت کرنا کامل تر افضل ہی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جب آنکھیں معذور ہوگئیں تو فرمانے لگے کہ مجھے سب سے زیادہ اسکا افسوس رہا کہ میں نے پیادہ حج نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیادوں کو مقدم بیان فرمایا فی قولہ تعالیٰ یاتوک رجالا وعلی کل ضامر الآیۃ۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کو حج کے لیے پکارنے میں فرمایا کہ لوگ آوینگے تیرے پاس پیادے اور ہر دبلی ہوئی سواری پر الخ۔ اسمیں پیادوں کو مقدم فرمایا۔ اور آنحضرت صلعم سے روایت ہی کہ جسنے پیدل حج کیا اسکے واسطے ہر قدم کے بدلے حرم کی نیکیوں سے ایک نیکی لکھی جاویگی اور حرم کی ہر نیکی سات سو گونہ ہی۔ مف۔ الحاصل سواری کو حج فرض ہو جانیکی شرط میقات سے باہر والوں کے واسطے ہی یعنی کہ جب میسر ہو تو اسپر قطعاً حج کرنا لازم ہی۔ جب پیادہ ہی تو فرض نہیں لیکن باوجود اسکے اگر ادا کرے تو افضل ہی اور جب نذر کر لیا تو پیادہ ادا کرنا لازم ہی۔ کما اذا نذر الصوم متتابعا جیسے کسی نے روزے رکھنے کی نذر متتابعت کی صفت تو اسی صفت کے ساتھ یعنی نذر رکھنا لازم ہی حتی کہ اگر مثلاً دس روزے نذر کیے پھر درمیان میں کسی روز ناغہ کیا تو نذر ادا نہ ہوگی تاوقتیکہ نذر پورے نہ کرے۔ اسی طرح حج بھی اس صفت کے ساتھ پیدل واجب ہی۔ وافعال الحج تنتہی لطواف الزیارۃ فیمشی الی ان یطوف اور حج کے افعال طواف زیارت پر ختم ہوتے ہیں تو برابر پیدل رہیگا یہانتک کہ طواف زیارت کرلے۔ ف بعد اسکے پیدل رہنا لازم نہیں ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس بیان سے ظاہر ہی کہ جامع صغیر کی روایت مختار ہی یعنی حج میں پیدل ادا کرنے کی نذر لازم ہی اور اصل یعنی مبسوط کی روایت پر لازم نہیں اور وجہ اسکی یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حج واجب ہونیکے لیے سواری شرط فرمائی حتی کہ بدون سواری کے وجوب نہیں پس بندہ کی نذر سے بھی وجوب نہ ہوگا تاکہ بندہ کے واجب کرنے کا مرتبہ ایجاب الٰہی عزوجل سے زائد نہو۔ یا یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ بندہ پر اسی قدر بندگی واجب فرماتا ہی جو اسکی استطاعت میں ہو اور مشقت کو دور فرمایا ہی لہذا سواری پر حج واجب فرمایا اور پیدل دور کر دیا پس اگر بندہ کے واجب کرنے سے پیدل واجب ہو جاوے تو معارضہ لازم آوے کیونکہ نذر بھی اللہ تعالیٰ ہی کے واجب کرنے سے واجب ہوتی ہی پس لازم آتا ہی کہ پیدل حج کو اللہ تعالیٰ نے واجب نہیں کیا کہ حج ہی اور اللہ تعالےٰ نے واجب کر دیا کہ نذر ہی لہذا اصل میں کہا کہ پیادہ لازم نہیں ہی بلکہ حج لازم ہی اور کہا گیا کہ یہی باقی ائمہ ثلثہ رح کا قول ہی۔ فافہم وکلام آتا ہی ہم۔ ثم قیل یتمادی المشی من حین یحرم۔ پھر واضح ہو کہ ایک قول یہ ہی کہ پیدل چلنا اسوقت سے شروع کرے جب سے احرام باندھے۔ ف حتی کہ اگر میقات سے احرام باندھے تو وہاں سے پیدل ہو جاوے فتح القدیر میں کہا یعنی میقات سے پیدل ہو اور گھر سے میقات تک سوار جاوے۔ عینی نے لکھا کہ اسی پر فخر الاسلام و شیخ عتابی وغیرہ نے فتوی دیا ہی اور یہی صحیح ہی ع۔ میں کہتا ہوں وجہ صحت یہ کہ راحلہ کی قید جو باہر والوں کے واسطے ہی اسوقت نہیں رہی کیونکہ داخل میقات ہو گیا تو یہاں سے پیدل ہونا جب کہ طاقت ہی واجب ہوا اور اسمیں ایجاب الٰہی عزوجل سے موافقت ہی پس یہ اصح وانقہ ہی۔ م۔ وقیل من بیتہ لان الظاہر انہ ہو المراد اور دوسرا قول یہ کہ نذر کنندہ گھر سے پیدل چلے کیونکہ ظاہر یہ کہ اسکی یہی مراد تھی۔ ف کہ گھر سے پیدل جا کر حج کریگا۔ یہی صحیح ہی۔ قاضیخان۔ اور یہی اصح ہی۔ مف۔ ولو رکب اراق دما لانہ ادخل نقصانہ۔ اور اگر وہ سوار ہو گیا تو قربانی کرے کیونکہ اسمیں نذر میں نقص داخل کر دیا۔ ف بقول اول میقات احرام سے اور بقول دوم گھر سے سوا حج کیا تو کفارہ کی قربانی دے اور نذر رہ گئی حالانکہ پورے روزہ کے قیاس پر چاہیے تھا کہ جب پیادہ نہیں کیا تو ادا نہ ہو لیکن یہاں نص موجود ہی اور وہ حدیث ابن عباس رض ہی کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نذر کی تھی کہ پیدل حج ادا کریگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حکم کیا کہ سوار ہو اور ہدی دے

رواہ ابو داؤد باسناد حسن - اور دوسری روایت مین ہی کہ عقبۃ بن عامر نے عرض کیا کہ وہ پیدل ادا کرنے کی طاقت نہین رکھتی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی تیری بہن کے پیدل چلنے سے غنی ہی اسکو چاہیے کہ سوار جاوے اور بدنہ ہدی دے - ابن الہمام نے کہا کہ اول روایت مین مطلق ہدی ہی اور اسکی اسناد قوی ہی تو اسی پر عمل ہوا اور بدنہ کی خصوصیت نہین ہی - لیکن میرے نزدیک یہ مشکل ہی اسواسطے کہ واقعہ ایک ہی تو جب دوسری روایت مین سے عاجزی کی قید اعتبار کی تو بلا وجہ بدنہ کی قید کیون ترک ہوگی کیونکہ تعارض مطلق و تقید مین نہین رہا جب کہ واقعہ واحد ہی علاوہ برین صحیح مسلم کے اقوی روایت مین وارد ہی کہ آپ نے حکم دیا کہ وہ پیدل چلے اور سوار ہوے - فعلی ہذا حکم یہ ثابت ہوا کہ جس شخص کو تمام راہ مین پیدل کی طاقت نہو وہ اپنے ساتھ سواری لیکر پیدل روانہ ہو جب تھک جاوے تو سوار ہو جاوے وعلی ہذا القیاس پس جانتک پیدل چل سکتا ہی پیدل چلے اور عاجزی کے وقت سوار ہو اور بدنہ کفارہ دے - اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پیدل چلنے کی نذر لازم ہی پس جامع صغیر کی روایت مختار کے واسطے یہ حجت قوی ہی اور یہی روایت اصل تو وہ بر بناے عاجزی ہی چنانچہ امام مصنف رح نے کہا کہ - قالوا انما یرکب اذا بعدت المسافۃ وشق المشی - مشائخ نے فرمایا کہ سوار جب ہی ہوگا کہ مسافت بعید ہو اور پیدل چلنا دشوار ہو - فـــ جیسا کہ روایت الاصل ہی - واذا قربت والرجل ممن یعتاد المشی ولا یشق علیہ ینبغی ان لا یرکب - اور جب مسافت نزدیک ہو اور آدمی انمین سے ہو جو چلنے کی عادت رکھتا ہی اور اسپر چلنا دشوار نہین ہی تو اسکو چاہیے کہ سوار نہ ہو - فـــ جیسا کہ جامع صغیر کی روایت ہی - پھر قریب و بعید مین چار میل کہ میقات احرام حد ہو پس اللہ تعالی نے شرط سواری واسطے اُن لوگون کے مشروط فرمائی کہ میقات سے خارج ہین اور اسی معنی مین فخر الاسلام وغیرہم نے پیدل چلنے کا فتوی میقات سے دیا ہی - حاصل یہ ہوا کہ بندہ کی نذر کا قیاس اللہ تعالی کے واجب کرنے پر ہی - پس جب مسافت بعید یا عاجزی ہو تو بحکم حدیث معلوم ہوا کہ اللہ تعالی اسکے پیدل رفتار سے غنی ہی پھر چونکہ اسنے جرات کی تو اسپر کفارہ ہدی لازم ہی اور اللہ تعالی نے میقات سے باہر والون کے اوپر حج واجب ہونے مین سواری شرط کر دی پس جب یہ شخص میقات پر پہونچے تو اسکی نذر بھی بقیاس ایجاب الہی عزوجل کے لازم ہوگی پس اگر پیدل ادا کی تو خیر ورنہ سواری مین کفارہ قربانی ہی - فافہم - واللہ تعالی اعلم بہم - (فروع) اگر کسی نے مسجد بیت المقدس یا مسجد مدینہ منورہ یا کسی اور مسجد و مقام کی جانب پیدل چلنے کی نیت کی سواے بیت اللہ کعبہ کے تو نذر کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ تمام مساجد مین بلا احرام داخل ہونا جائز ہی - اگر کہا کہ مجھپر پیدل مکہ یا کعبہ جانا واجب ہی تو مثل اس قول کے مجھپر بیت اللہ کو پیدل جانا واجب ہی - اگر کہا کہ مجھپر حرم یا مسجد الحرام مین پیدل جانا واجب ہی تو ابو حنیفہ کے نزدیک کچھ لازم نہین کیونکہ یہ معاوضہ نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اسپر حج یا عمرہ لازم ہی اور جس شخص نے نذر کی کہ مین فلان سال حج کرونگا پھر اس سے پہلے نذر ادا کر دی تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور یہی اجنس ہی - خہ فالمحمد رح - اگر زید نے بکر کو کہا کہ مجھپر حج ہی اگر بکر چاہے پس بکر نے کہا کہ مین نے چاہا تو زید پر حج واجب ہوگا - پھر بکر کا چاہنا کچھ اسی مجلس تک یا جس جلسہ مین اسکو زید کے قول کی خبر پہونچی ہی مقصور نہین ہی حتی کہ بکر اسی جلسہ تک چاہے یا نہ چاہے بلکہ جب چاہے زید پر واجب ہو جائیگا اور یہی اصح ہی - مف بہ مسئلہ واضح ہو کہ غلام و باندی نے جب بدون اجازت آقا کے احرام باندھا تو آقا کو اختیار ہی کہ اسکو بدون ہدی کے حلال کرے باین طور کہ کمتر درجہ کی کوئی بات جو احرام مین منع ہی اسکے ساتھ کرے جیسے ناخن کترے - اور اگر مولی کی

اجارت سے احرام باندھا پھر مولی نے چاہا کہ اسکو حلال کرلے تو حلال ہوجائیگا مگر مکروہ ہے۔ ف۔ ومن باع جارية محرمة قد اذن لها في ذلك فللمشتري ان يحللها ويجامعها ۔ اور جس شخص نے اپنی باندی کو جو احرام مین ہے فروخت کیا حالانکہ بائع نے مالک سے احرام کی اجازت دی تھی تو (تو) بیع کرنا جائز ہے) مشتری کو روا ہے کہ باندی کو حلال کرلے اور اس سے جماع کرے۔ ف جب کہ مشتری احرام مین نہ ہو۔ وقال زفر ليس له ذلك اور زفر رح نے کہا کہ مشتری کو یہ اختیار نہین ہے۔ ف بلکہ چاہے محرمہ ہونے کے عیب کی وجہ سے واپس کردے لان هذا عقد سبق ملكه۔ کیونکہ یہ احرام ایک عقد ہے جو مشتری کے مالک ہونے سے پہلے ہو چکا ہے۔ فلا يتمكن من فسخه۔ تو مشتری کو اسکے توڑنے کا اختیار نہ ہوگا۔ كما اذا اشترى جارية منكوحة۔ جیسے اسنے کوئی منکوحہ باندی خریدی۔ ف جسکو بائع نے کسی مرد کے ساتھ قبل فروخت کے نکاح کردیا ہے تو مشتری کو یہ اختیار نہین کہ نکاح توڑ کر خود مجامعت کرے بلکہ اگر واقف نہ تھا تو اب عیب کی وجہ سے واپس کردے پس یہی حکم محرمہ باندی مین ہوگا۔ ولنا ان المشتري قائم مقام البائع۔ اور ہماری حجت یہ کہ مشتری قائم مقام بائع کا ہوا۔ وقد كان للبائع ان يحللها۔ اور بائع کو یہ اختیار تھا کہ باندی محرمہ کو حلال کرلے۔ ف اگرچہ بعد اجازت کے مکروہ ہے۔ فكذا للمشتري۔ تو مشتری کو بھی یہی اختیار ہے۔ ف اور اسکو مکروہ بھی نہین کیونکہ اسنے خود اجازت نہین دی تھی۔ الا انه يكره ذلك للبائع لما فيه من خلف الوعد وهذا المعنى لم يوجد في حق المشتري۔ مگر فرق یہ کہ بائع کے واسطے ایسا کرنا یعنی حلال کرلینا مکروہ ہے کیونکہ اسمین وعدہ خلافی ہے اور یہ بات مشتری کے حق مین نہین پائی گئی۔ ف تو مشتری کو بغیر کراہت کے حلال کرلینا جائز ہے بخلاف النکاح۔ برخلاف نکاح کے۔ ف حتی کہ منکوحہ باندی کو مشتری تصرف مین نہین لاسکتا۔ لانه ما كان للبائع ان يفسخه اذا باشر باذنه۔ کیونکہ بائع کو خود یہ اختیار نہ تھا کہ نکاح کو فسخ کردے جب کہ اسکی اجازت سے نکاح ہوا ہے۔ فكذا لا يكون ذلك للمشتري۔ تو یون ہی مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا۔ ف کیونکہ وہ تو بائع کا قائم مقام ہے پس منکوحہ پر محرمہ کا قیاس صحیح نہین ہے۔ ثابت ہوگیا کہ مشتری اس محرمہ باندی کو حلال کرسکتا ہے۔ واذا كان له ان يحللها لا يتمكن من رد ها بالعيب عندنا۔ اور جب مشتری کو اختیار ہوا کہ محرمہ باندی کو حلال کرلے تو ہمارے نزدیک مشتری کو یہ قابو نہ ہوگا کہ باندی مذکورہ کو بوجہ عیب کے واپس کرے۔ ف کیونکہ یہ نہین ہوسکتا کہ محرمہ ہونے سے میرے کام کی نہین ہے۔ وعند زفر يتمكن لانه ممنوع عن غشيانها۔ اور زفر رح کے نزدیک مشتری واپس کرسکتا ہے کیونکہ وہ اس باندی کو اپنے تحت مین لانے سے ممنوع ہے۔ ف بوجہ احرام کے جسکو زفر رح کے نزدیک نہین توڑ سکتا۔ وذكر في بعض النسخ اويجامعها۔ اور جامع صغیر کے بعض نسخون مین مذکور ہے۔ اویجامعها۔ ف تو مسئلہ مذکورہ مین یہ معنی ہونگے کہ مشتری اس محرمہ باندی کو حلال کرلے یا اسکے ساتھ جماع کرلے اور محصل یہ کہ اسکو جماع سے حلال کرے یا پہلے کسی اور طور سے حلال کرلے۔ اور جو عبارت کہ کتاب مین اختیار کی وہ بداد ہے۔ والاول يدل على انه يحللها بغير الجماع بقص شعرا وبقلم ظفر ثم يجامع۔ اور اول یعنی جو کتاب مین اختیار کی وہ دلالت کرتی ہے کہ جماع کے سوائے کچھ بال کترنے یا ناخن کترنے وغیرہ سے اسکو حلال کرے پھر جماع کرے۔ والثاني يدل على انه يحللها بالمجامعة لانه لا يخلو عن تقديم مس يقع به التحليل۔ اور عبارت دوم دلالت کرتی ہے کہ اسکو مجامعت سے حلال کرلے کیونکہ جماع خالی نہین پہلے کسی مساس سے جسکے ساتھ تحلیل واقع ہوجائیگی۔ ف تو جماع مین بھی

Marfat.com

پہلے کسی مساس وغیرہ سے حلال ہو کر تب جماع دائر ہوگا۔ بالجملہ سوائے جماع کے حلال کرنا تو ظاہر ہے اور بعض نسخون
ان عبارت سے نکالکر جماع سے بھی حلال کرنا جائز ہے لیکن جماع قصد کرنے مین اگرچہ پہلے چھونے وغیرہ سے تحلیل
ہو جائیگی لیکن چھونا وغیرہ بھی مانند جماع کے ہے۔ والاولی ان یحللہا بغیر الجامعۃ۔ اور اول یہ کہ اسکو حلال
کرلے سوائے مجامعت کے۔ ف اور سوائے بوسہ و مساس وغیرہ کے جو مانند مجامعت کے ہے تعظیما لامر الحج
بغرض تعظیم امر حج۔ ف واحرام کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فروع) خلاف نہین کہ حالی اس کہنے سے کہ مین نے
تجھے حلال کردیا حلال نہ ہوگی جب تک کہ اسکے ساتھ ایسا فعل نہ کرے جو احرام مین نہین ہوتا ہے یا وہ اسکے حکم
سے منع احرام کا ارتکاب کرے مثلاً کنگھی کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ رضہ
کو فرمایا کہ کنگھی کر اور عمرہ چھوڑ دے۔ کما فی الصحیح۔ اگر اپنی باندی کا کسی کے ساتھ نکاح کیا پھر باندی کو حج کی اجازت
دی تو اسکا شوہر اسکو منع نہین کرسکتا کیونکہ منافع اسکے مالک کے ہین۔ اگر احصار حج فرض مین واقع ہوا تو دوسرے
سال وہ قضا کی نیت نہ کرے کیونکہ وقت ادا تمام عمر ہے اگرچہ حج فرض ہوا اور اسنے تاخیر کی تو تاخیر سے گنہگار ہے
لیکن جب ادا کرے وہ ادا ہوگا بلا خلاف۔ منہ۔ (فضائل حج) حضرت عائشہ رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم سب سے افضل عمل تو حج جانتے ہین تو کیا ہم لوگ جہاد نہ کرین فرمایا کہ لیکن جہاد مین سے افضل و اجمل حج مبرور ہے پس تم پر یہی
کو لازم پکڑنا۔ حضرت عائشہ رضہ نے کہا کہ جب سے مین نے سنا مین حج نہین چھوڑتی ہون۔ رواہ البخاری والنسائی
نقہ حدیث یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی مین کوشش کرنا جہاد ہے ازانجملہ کافرون سے قتال کا نام مردون کے لیے خاص
جہاد پڑ گیا اور عورتون کے لیے حج ہے اور بوڑھون کا لازم پکڑنا واسطے ذکر و تسبیح و نوافل کے ہے۔ حدیث سہل
بن سعد رضہ مین ہے کہ عمرہ سے عمرہ تک درمیانی گناہون کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی کچھ جزا نہین سوائے جنت کے
رواہ الستہ الا ابا داؤد۔ حدیث عائشہ رضہ مین ہے کہ یوم النحر مین کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے
محبوب تر نہین ہے۔ الترمذی۔ م۔ ابن الہمام رح نے خاتمہ مین تین مقاصد بیان فرمائے ہین سے بعض مسائل
لیتا ہون۔ مقصد اول۔ اپنے اوپر ہدی واجب کرنا۔ نذر سے ہدی واجب ہوتی ہے خواہ اللہ تعالیٰ کے واسطے
کہے یا اپنے اوپر کہے کیونکہ وہ بہرحال خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے خواہ نذر مشروط ہو یا نہ ہو۔ اور مطلق ہدی مین
بکری بھی جائز ہے ورنہ بکرا گائے یا اونٹ جو نیت ہو۔ اقول کثر ہدی بکری ہے یہ ابن عباس رضہ سے مروی ہے۔
م۔ اور بکری واجب ہو اور گائے یا اونٹ دیا تو بہتر ہے اور برعکس نہین۔ اور جب ہدی نذر ہو تو نیت ایک روایت
مین جائز ہے اور دوسرے مین نہین اور یہی احسن ہے۔ منہ۔ مین کہتا ہون کہ قیمت مین صرف تصدق ہے نہ قربانی
اور مطلوب قربانی ہے۔ کما فی الحدیث م۔ دو بکریون کی نذر کی اور انکے برابر ایک بکری یا قیمت دی تو نہین جائز
ہے۔ اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ اپنے فرزند کو ذبح کرون تو قیاساً اسپر کچھ نہین ہے اور استحساناً
اسپر ایک بکری کی قربانی لازم ہے۔ مقصد دوم۔ مکہ مین مجاور ہونا بعض شافعیہ و صاحبین کے نزدیک مستحب ہے
اگرچہ کہ کسی ممنوع مین مبتلا ہونے کا خوف ہو تو مکروہ ہے اور امام ابوحنیفہ و مالک کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے اور
یہی احوط ہے اور ابن عباس و ابن مسعود و عمر و سعید بن المسیب سے احترام مکہ اور وہان ارتکاب خطار سے اجتناب
کرنے مین جو روایات مین اسی کو مؤید ہین اگرچہ مسجد الحرام مین ایک نماز کا ثواب بہ نسبت مسجد نبوی کے ایک
لاکھ کو نہ زائد ہے۔ لیکن ایسے نفوس قدسی کنز ہین جو وہان دل مین گناہ کا خطرہ نہ لاوین اور اس ثواب عظیم کو
دائمی احترام سے نہ ٹھاوین۔ کیونکہ وہان خطار بلکہ دل مین خطرہ خطار پر مواخذہ اور اسی قدر شدید ہے۔ واضح ہو کہ

Marfat.com

باطنی تعظیم واحترام مدینہ منورہ مین بھی مثل کہ معظمہ کے ہی اور جو لوگ مدعی ہین اُنکے دعوی سے ابھی تعجب ہی پس کبھی جرارت نہ ہونا چاہیے کہ شاید دوام سکونت سے دلون کا احترام مٹ جاوے یا گناہون کی شامت مین ماخوذ ہون نعوذ باللہ من ذلک - ہان مبارک اُنکو جنھون نے دنیا و تمام مافیہا سے دل خالی کیا اور بارگاہ نبوت کے دروازہ پر ادب و تعظیم و اجلال کے ساتھ مقیم رہکر مر گئے کہ حدیث مین ہی جس نے مدینہ کی سختیون پر صبر کرکے انتقال کیا مین اُسکے واسطے قیامت کو شفیع اور شاہد ہون - کما فی صحیح مسلم والترمذی - **مقصد سوم** - زیارت مزار مبارک حضرت سرور عالم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم - زیارت مبارک سب مندوبات مین سے افضل ہی اور مناسک الفاسی و شرح المختار مین لکھا کہ واجب کے قریب ہی جسکو قدرت ہو - بزار رح نے حدیث روایت کی کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اُسکے لیے میری شفاعت واجب ہوئی - ورواہ الدارقطنی ایضاً - اور حدیث ہی کہ جو کوئی میری زیارت کو آیا کہ سوائے میری زیارت کے اِسکا کچھ کام نہین تو مجھپر حق ہی کہ قیامت مین اُسکا شفیع ہون - رواہ الدارقطنی حدیث ہی کہ جس نے حج کیا اور بعد میرے موت کے میری قبر کی زیارت کی تو گویا اُسنے میری زندگی مین میری زیارت کی - رواہ الدارقطنی - مف - واضح ہو کہ آپ کی شفاعت سے جب گنہگار لائق دوزخ کو دوزخ سے نجات بلکہ عظیم کرامت یعنی جنت کی نعمت ہی کہ جسمین سے ایک ہاتھ پھر مقام تمام دنیا و مافیہا سے افضل ہی تو سمجھو کہ بندہ مغفور لائق جنت کو آنحضرت سرور عالم حبیب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کیسا مرتبہ عظمی عطا ہوگا م - پھر اگر حج فرض ہو تو بہتر یہ کہ اول حج ادا کرے پھر زیارت کو جاوے اور اگر حج نفل ہو تو اُسکو اختیار ہی کہ چاہے جسکو پہلے ادا کرے - مف - بلکہ جو شخص اپنے اعمال پر اعتماد نہین کرتا اور یہی صالحین کا طریقہ ہی تو وہ زیارت کو مقدم کریگا کیونکہ وہ عمل قریب اور وسیلۂ شفاعت ہی اور نفل طور پر زیارت بیت اللہ صرف عمل قربت ہی - فافہم م - پھر مشائخ نے کہا کہ جب زیارت مرقد مبارک کی نیت کرے تو چاہیے کہ ساتھ مین مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کرلے کیونکہ حدیث مین ہی کہ لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد الخ - یعنی سفر کے کجاوے نہ باندھے جاوین مگر تین مسجدون کی جانب ایک مسجد الحرام اور دوسری مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سوم مسجد بیت المقدس کما فی الصحیح - مف - یہان اہل علم کے دو قول ہین اول یہ کہ زیارت کے واسطے مطلقاً سفر کرنا ممنوع ہی سوائے ان تین مساجد کے پس ان لوگون کے نزدیک صرف مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے سفر کرے پھر جب مسجد مین پہونچ جاوے اور اُسمین نماز پڑھکر مسجد بیت المقدس کے برابر ثواب پاوے تو وہ اب مدینہ مین ہی پس وہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے - چنانچہ بخاری مین کوہ طور کی زیارت کو جو صحابی گئے تھے اُنکا دوسرے صحابی نے اِسی حدیث کی دلیل سے قائل کیا - قول دوم یہ کہ یہ حدیث صرف مساجد کے حق مین ہی یعنی کسی مسجد کی زیارت کے واسطے سفر کرنا نہ چاہیے سوائے اِن تین مساجد کے - مخفی نہین کہ حدیث مزبور مین مطلقاً سفر سے ظاہراً ممانعت ہی سوائے ان مساجد کے حالانکہ سفر تجارت اور سفر طلب علم اور سفر حج بلاشبہہ جائز بلکہ فی الجملہ فرض ہین تو معلوم ہوا کہ حدیث اپنے ظاہری الفاظ پر مقصور نہین ہی اور تعمیم کی کوئی دلیل نہین اور اگر ہو تو زیارت کی احادیث جنمین سے بعض مذکور ہوچکین اگر تسلیم کیا جاوے کہ طرق منفرداً ضعف رکھتے ہین تو کچھ شک نہین کہ کثرت طرق سے قوت بدرجۂ حسن ہی پس یہ بھی مستثنی ہی اور حق یہ کہ مساجد چونکہ ہر جگہ ثواب مین بمنزلہ واحد ہین سوائے ان تین مساجد کے لہذا حدیث مین مساجد کے سفر سے منع کردیا کہ بے فائدہ تعب لغو جائز نہین باستثنا ان تین مساجد کے کہ انمین ثواب کثیر ہی - رہا اسفار حج و طلب علم و ملاقات و تجارت و زیارت شریف یہ سب اپنے

وں سے مرغوب ہین اور لانکو اس حدیث کی ممانعت سے کچھ تعلق نہین ہی اور قول اول ضعیف ہی پس اصح ومختار
قول دوم ہی لہذا زیارت شریف کے قصد مین مسجد کی نیت کچھ ضرورت نہین ہی اور اگر کسی کو یہی ہوس ہو تو چاہیے
کہ اصل نیت تو زیارت شریف کی ہو اور اسکے ذیل مین ابھی سے زیارت مسجد کی بھی نیت کرلے اور مختار
میرے نزدیک قول شیخ محقق ابن الہمام رحمہ اللہ ہی کہ فتح القدیر مین لکھا کہ اس بندہ ضعیف کے نزدیک بہتر یہ
کہ زیارت مرقد شریف کے واسطے اکیلی خاص نیت کرے پھر جب وہ مدینہ منورہ پہونچ گیا تو وہی اسکو مسجد
مقدس کی زیارت نصیب ہوجائیگی کیونکہ ایسا کرنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واجلال مزید ہی
ف - یعنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتبجیل فرض ہی بقولہ تعالی لتؤمنوا ورسولہ وتوقروہ الآیۃ - اور یہ جو بعض
عوام مین مشہور ہی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بڑے بھائی کی سی تعظیم ہی کیونکہ اللہ تعالے
نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے قوم کا بھائی فرمایا اور خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکرموا اخاکم - سے تصریح کی
مترجم کہتا ہی کہ آیت وحدیث مین کچھ شک نہین لیکن ان عوام نے اپنے فہم ناقص مین اسکا مفہوم باطل سمجھا یا
کیونکہ حضرت موسی وعیسی وغیرہم علیہم السلام آپ کی تعظیم مین اپنے امام وبھائی کی سرداری تسلیم کرتے ہین بلکہ
آپ تمام انبیاء ورسولون کے سردار وامام ہین اگرچہ حدیث مین ہی کہ انبیاء علیہم السلام علاتی بھائی ہین باپ
ایک اور مائین متعدد ہین پس اس عامی احمق کی سمجھ اپنے بڑے بھائی کے اسطرح حضرت ہارون وموسی کی
اپنے بھائی کے کس اندازہ پر اس عامی نے رکھی ہی اور شک نہین کہ عظمت قدر وکرامت منزلت آنحضرت صلعم
کی علماے محققین کے نزدیک عرش کی منزلت سے بہت زیادہ ہی امید ہی کہ اتنی زیادہ ہو جیسے آفتاب و
ماہتاب کو تارے پر فضل ہی کیونکہ عرش وہی جو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات سے جنبش مین آیا
اور عرش کی خاطر سے مخلوقات کا ظہور نہین ہوا پس صواب یہ تھا کہ کسی عالم کی زبان سے ایسے کلمات نہ نکلین
جس سے عوام ایسی حماقت وجہالت مین پڑین - سان عوام کو عظمت وجلال الٰہی عزوجل سمجھانی چاہیے اور
کون اس عظمت کو سمجھ سکتا ہی کہ جہان خالق جل شانہ کی عظمت قدیم لایزال بے انتہا ہی بندہ اس عظمت کے
سامنے فنا ہی اور حضرت خالق جل شانہ کے مقابلہ کا نام مخلوق سے بے ادبی کہ کہان خالق عزوجل اور کہان اسکی
پیدا کی ہوئی مخلوق - پس معنی یہ ہین کہ مخلوقات تمام وکمال مین آنحضرت صلعم کی تعظیم وتوقیر سب سے اعلی واشرف
اور ہم پر فرض شریف ہی تو جس بات مین یہ فرض ادا ہو وہ بات احسن لہذا خالص آپ کی زیارت کی نیت اولی واجب
ہی ۱۲ - پھر خالص نیت کرکے روانہ ہو اور راہ مین درود شریف کی کثرت کرے - جب قریب پہونچے تو بہتر ہی کہ باہر
اُتر پڑے اور پیدل چلے اور داخل ہونے سے پہلے افضل ہی کہ غسل کرکے نئے کپڑے پہنے اور ہر شرعی ادب جس سے
تعظیم واجلال زیادہ ہو بہتر ہی اور نہو سکے تو وضو اور پاکیزہ کپڑے پہنکر پیادہ داخل ہو اور کہے بسم اللہ رب ادخلنی مدخل
صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا - اللہم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ رسولک
وحبیبک ما رزقت اولیائک واہل طاعتک واغفرلی غفرانا ورحمۃ واسعۃ یا ارحم الراحمین - اور چاہیے کہ تواضع وفروتنی
ودل عاجزی کے ساتھ احترام وتعظیم کا لحاظ کیے ہوے داخل ہو - ف - اور مترجم کو اگر اللہ تعالی یہ کرامت نصیب فرماوے
تو اسکو سب سے بڑھکر خوف دیجاوے اس امر کی ہونا چاہیے کہ عاصی ذنا پاتی سے وہ اس لائق نہین کہ ایسے متبرک
مقام مین داخل ہو اور کس منہ سے سامنے جاوے کہ وہان ابرار اخیار صحابہ کبار ہین مگر اس امید پر کہ دریاے رحمت
نجاسات کو پاک کرتا ہی ۱۲ - پھر حضور دل کے ساتھ آنحضرت صلعم وآل واصحاب رضی اللہ عنہم پر درود پڑھتے ہین تو

Marfat.com

نہ کرے ۔ ف ۔ اور اگر ہو سکے تو روز دو بار اور ایسی حالت مین کہ ہر وقت باوضو ہو اور فشار وغیرہ مین کمی حتی الامکان مرعی رکھے ۔ م ۔ اور چاہئے کہ یہ وہ مقام ہی جسکو اللہ تعالی نے رسول اشرف المرسل صلعم کے واسطے دار ہجرت و مرقد و منبع ایمان و صدر اسلام قرار دیا اور بدون تلوار کے قرآن و نور نبوت سے مفتوح و روشن فرمایا ۔ اور امیدوار ہو کہ شاید اسکا قدم اس جگہ پر جا دے جہان حضرت سرور عالم صلعم کا قدم مبارک پڑا ہی ۔ امام مالک رح فرماتے کہ مجھکو شرم آتی ہی کہ اس پاک زمین کو سواری کے گھرون سے روندون جسمین رسول اللہ صلعم ہین ۔ پھر طریق سنت کو بسر و چشم بجالاوے یعنی پہلے مسجد مین باداب مسجد داخل ہو اور روضۃ الجنۃ کا قصد کرے جو درمیان ممبر و مرقد شریف ہی اور کرانی و اختیار مین ہی کہ اس نعمت عظمی کے لیے سجدہ شکر بجالاوے بعد دو رکعت تحیۃ المسجد کے ۔ مف ۔ پھر اگر وقت نماز فریضہ ہو تو جماعت مین فرض سے پچاس ہزار کا ثواب حاصل کرلے م ۔ پھر مزار شریف مین قبلہ کی طرف حاضر ہو اسطرح کہ منہ قبلہ کی طرف مائل ہو یعنی قدمون کی طرف جھکا ہوا کھڑا ہونے مین گویا حضور کی نظر مبارک کے سامنے ہی اور یہ اگرچہ کہ مخفی ہی لیکن اپنی نظر ادب نیچی رکھے اور مقام ادب مین کھڑا ہو کر کہے ۔ السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا خیرتہ من جمیع خلقہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا سید ولد آدم ۔ ف ۔ السلام علیک یا خاتم النبیین السلام علیک یا رحمۃ للعالمین م ۔ السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ یا رسول اللہ انی اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و انک عبدہ و رسولہ اشہد یا رسول اللہ انک بلغت الرسالۃ و ادیت الامانۃ و نصحت الامۃ و کشفت الغمۃ فجزاک اللہ تعالی عنا خیرا افضل ما جزی نبیا عن امتہ ۔ پھر جناب باری تعالی جل شانہ مین دعا کرے اللہم اعط سیدنا عبدک و رسولک محمدا الوسیلۃ و الفضیلۃ و الدرجۃ الرفیعۃ و ابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد ۔ ف ۔ اور بندہ ضعیف کے نزدیک اس سے پہلے اللہ تعالی پر صلوۃ کی دعا کرے اللہم صل علی سیدنا و مولانا عبدک و رسولک محمد و آلہ کما صلیت علی ابیہ ابراہیم الخ ۔ پھر دعاے وسیلہ کرے م ۔ پھر آنحضرت صلعم کے توسل سے اپنی مراد مانگی اور سب سے اعلی مراد اس موقف مین دعاے حسن ایمان و ایسر خاتمہ و مغفرت ہی ۔ پھر آنحضرت صلعم سے شفاعت کی درخواست کرے ۔ مف ۔ اور بندہ ضعیف کے نزدیک یہ بھی دعا مین شامل کرے حتی کہ دعا و وسیلہ مین ارزقنا شفاعتہ یوم القیامہ ۔ لاوے م ۔ پھر جس شخص نے مسلمانون مین سے اپنا سلام کہا ہو وہ حضور مین اسکے نام سے پہونچاوے ۔ عمر بن عبد العزیز اپنے سلام کے واسطے قاصد بھیجتے تھے اور سلف صالحین مین سے ایک جماعت نے فرمایا ہی کہ اس موقع حضوری مین جہانتک ممکن ہی دیر نہ لگاوے اور نہ طول طویل باتین کرے بلکہ حسن ادب سے موجز مختصر ادا کرے ۔ مف ۔ مترجم اگر اس قابل ہوتا تو اس سے امید نہین کہ ضروری عرض بھی پوری کرسکتا شاید کہ اسکی زبان بند ہو جاتی ؎ اُحِبُّ مناجاتِ الحبیب بأوجہٖ ۔ ولکن لسانَ الذنبِ بینی و بینہٗ ۔ یہ کچھ معاذ اللہ خاموشی استغنا نہین لیکن گنہگارون کی زبان ہی گونگی ہوتی ہی ۔ اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ صلوۃ طیبۃ زاکیہ عدد خلقک و رضا نفسک و زنۃ عرشک و مداد کلماتک ۔ و السلام کما اثنی علی نفسہ سبحانہ ذو الجلال والاکرام ۔ م ۔ پھر ایک ہاتھ اتر کر حضرت سید الصدیقین ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام کرے السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ السلام علیک یا صاحبہ و ثانیہ فی الغار السلام علیک یا رفیق الرسول صلعم فی الاسفار و امینہ علی الاسرار جزاک اللہ عن امتہ محمد خیر الجزاء و افضل ما جزی اماما عن امتہ النبی ۔ پھر ایک ہاتھ اتر کر حضرت فاروق اعظم پر سلام کرے السلام علیک یا امیر المومنین السلام علیک یا من اعز اللہ بہ الاسلام و المسلمین جزاک اللہ عن الامۃ خیر الجزاء ۔ پھر ادب کے ساتھ بعد حمد و ثنا اور درود اور دعا کے حسنین والدین کو بلکہ احباب کو نہ بھولے آمین پر ختم کرکے باہر آوے پھر جب تک قیام مسر ہی کوشش کرے کہ مسجد مین فریضہ نماز ترک نہ ہو اور روضۃ الجنۃ مین کثرت سے درود اور دعا کرتا رہے ۔ بقیع الغرقد ۔ جہان ستر ہزار آدمی قیامت کے روز بلا حساب داخل جنت ہونگے جنکے چہرے مثل چاند کے ہونگے ۔ کما فی الحدیث ۔ ہر روز جا کر

Marfat.com

بطریق سنت زیارت کیا کرے۔ وہان مرقد حضرت عثمان بن عفان خلیفہ سوی رسول اللہ صلعم اور عثمان بن مظعون اول مدفون
و مرقد عباس بن عبد المطلب و مرقد حسن بن علی و مرقد زین العابدین و محمد باقر و جعفر صادق اور مرقد صفیہ بنت عبد المطلب
و فاطمہ بنت اسد ہی اور حضرت بیدۃ النساء فاطمہ کی مرقد مبارک مین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ بقیع کی مسجد فاطمی مین اور بعض
نے کہا کہ اپنے مکان مین اور یہی اظہر ہی اور بقیع مقابر ازواج مطہرات اور قبر عقیل و عبد اللہ بن جعفر و قبر ابراہیم بن رسول اللہ
صلعم و مرقد عبد الرحمن بن عوف وغیرہم رضہ ہین۔ احد پر پنجشنبہ کی نجر کو جاوے اور اول مرقد حمزہ بن عبد المطلب سید الشہدا
پھر تمام شہداء احد کی زیارت کرے۔ خود کوہ احد کی زیارت کرے۔ کہ وہ جنت کے پہاڑون سے ہی اور آنحضرت صلعم و
اصحاب کو دوست رکھتا تھا۔ حدیث مین ہی کہ احد پہاڑ ہی کہ ہمکو محبوب رکھتا ہی اور ہم اسکو محبوب رکھتے ہین۔ کما فی الصحیح
اور ابن ماجہ کی روایت مین ہی کہ احد جنت کے نرعون مین ایک نرعہ پر ہی اور کوہ عیر جہنم کے نرعون مین سے ایک نرعہ
پر ہی۔ اور صحیح مین ہی کہ آپ مع ابوبکر و عمر رضہ کے احد پر تشریف لیگئے اسکو جنبش ہوئی تو فرمایا کہ ساکن ہو کہ تجھپر کوئی نبی اور
پیغمبر و صدیق و شہید کے سوا اور نہین ہی اور مجتہد نے مجتمع کیا ان نصوص کو جنسے ثابت ہی کہ پہاڑون و جمادات و حیوانات مین سوائے انس و
جن کی قوت ادراک و تسبیح ہی اور یہی مذہب ہی سلف صالحین رضہ کے۔ ابن عمر رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم کا گذر مصعب
بن عمیر رضہ کی طرف ہوا۔ یہ احد مین لشکر کے نشان بردار تھے اور بعد کو شہید ہوے ہین آپ وہان کھڑے ہو کر فرمایا کہ مین گواہ
ہون کہ تم اللہ تعالی کے نزدیک زندہ ہو اور فرمایا کہ تم لوگ انکی زیارت کیا کرو اور انپر سلام کہا کرو پس قسم اس ذات کی جسکے
قبضہ مین میری جان ہی کہ نہین کوئی انپر سلام کہیگا مگر آنکہ یہ لوگ قیامت تک اسپر سلام بھیجتے رہینگے۔ ف۔ شاید یہ مراد ہو کہ
قیامت تک انکی شان اسی طرح ہی اور شاید یہ کہ جواب مین انکی طرف سے ایک سلام کا عوض قیامت تک ہی اور یہی اظہر ہی
واللہ اعلم۔ پھر مستحب ہی کہ سنیچر کو مسجد قبا مین آوے کیونکہ حضرت صلعم ہر سنیچر کو سوار ہو کر اس مسجد مین تشریف لاتے تھے
کما فی الصحیحین۔ اور یہ اول مسجد ہی جو اسلام مین بنائی گئی اور پہلا پتھر اسمین رسول اللہ صلعم نے رکھا ہی پھر ابوبکر صدیق رضہ نے
پھر عمر رضہ نے۔ پس اسکی زیارت کی نیت کرے مع اسمین نماز کے۔ اور صحیح حدیث مین آیا کہ اسمین ایک نماز کا ثواب عمرہ
کے برابر ہی اور وہان بیر اریس کی زیارت کرے جسمین آنحضرت صلعم نے آب دہن مبارک ڈالا جس سے وہ شیرین خوشگوار
ہو گیا اور اسی مین حضرت عثمان رضہ سے آنحضرت صلعم کی انگوٹھی گری ہی پس اسمین سے وضو کرے و اسکا پانی پیے اور
مسجد الفتح کی زیارت کرے جو کہ کوہ سلع کے مغرب جانب پہاڑ پر واقع ہی وہان نماز پڑھے اور دعا مانگے اور حضرت جابر رضہ
نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے اسمین تین روز تک احزاب کفار پر دعا کی پس چہارشنبہ کے روز آپ کی دعا انپر
قبول ہوئی۔ اور جو مساجد وہان ہین انمین سے ایک مسجد بنی ظفر ہی اسمین ایک پتھر ہی جسپر آنحضرت صلعم نے جلوس فرمایا
اور مشہور ہی کہ جس عورت کو فرزند کی آرزو ہو جب وہ اسپر بیٹھیگی اللہ تعالی اسکو فرزند عطا فرماویگا اور کہتے ہین کہ تمام مساجد
و مشاہد جو مدینہ منورہ مین ہین سب ۳۰ ہین انکو اہل مدینہ جانتے ہین اور سات کنوین ہین جنسے آنحضرت صلعم نے وضو کیا
اور پانی پیا ہی اسمین سے بیر بضاعہ ہی۔ ف۔ کتاب الصلوۃ مین بیر بضاعہ کے مشابہ کی روایت ابوداؤد رح سے نقل
ہو چکی ہی۔ **فصل**۔ جب اپنے وطن کی واپسی کا قصد مصمم ہو تو مسجد مین جاکر نماز پڑھے اور جو دعا بہتر و مرغوب ہو مانگے
اور مزار مبارک پر رخصت کے واسطے حاضر اور سلام کر کے دعا مانگے جسطرح اسکو پسند ہو اپنے واسطے اور والدین و اولاد
و مال کے لیے اور اللہ تعالی سے یہ بھی دعا کرے کہ اسکو دنیا و آخرت کی بلاؤن سے محفوظ فرما کر وطن مین پہونچا دے اور
رسول اللہ صلعم سے وداع نہ کرے بلکہ درخواست کرے کہ اگر اللہ تعالی چاہے تو مجھے دربار حرمین شریفین مین لاوے
مع عالیت کے اور یہ دعا رفتہ الحجۃ مین بعد نماز کے اور نزدیک مزار مبارک کے زیادہ مانگے۔ مین کہتا ہون کہ محفوظ

Marfat.com

مصرح ہو کہ دعا مانگے کہ الٰہی میرا یہ آخری عہد مزار مبارک سے نہ فرمائیو بلکہ مجھے دوبارہ آنا نصیب فرمائیو اے ذوالجلال والاکرام ۔ ۱۲ ۔ اور اسوقت آنسوؤن کا جاری ہونا نشان قبول سے ہو اور چاہیے کہ جو کچھ ہو سکے مجاوران مقام پاک کے واسطے ہدیہ کرے پھر فراق سے حسرت کھا کر روتا ہوا وہان سے واپس ہو ۔ واضح ہو کہ بعضے بدنصیب اس سفر پر ندامت ظاہر کرتے اور آیندہ عزم کرتے ہین کہ پھر نہ آوین اور دوسرون سے کہتے ہین کہ خبردار اب ایسی حرکت نہ ہو کہ دوبارہ آوے اور مانند اسکے کلمات کہتے ہین تو خوب جانو کہ ایسے کلمات وحرکات دلیل ہین کہ اس سے کچھ قبول نہین ہوا اور وہ خشم وغضب مین گرفتار بے نصیب رہا نعوذ باللہ من ذلک ۔ اہل سعادت بغیر حزن وحسرت کے اس بارگاہ رحمت کو نہین چھوڑ سکتے ہین اور یہ چھوڑنا مقتضاے ادب اور فرمانبرداری ہو والحمد للہ علی فضلہ لاہل السعادۃ من المومنین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ خیر الخلق وآلہ وصحبہ اجمعین ۔ (آداب رجوع) واپسی مین ہر بلندی پر تکبیر کہے اور حضرت سرور عالم صلعم سے ثابت ہو کہ نزدیک مدینہ منورہ پہونچکر فرماتے آئبون تائبون عابدون ساجدون حامدون لربنا وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ ۔ پس آقتدا اور یہ کلمات کہے اور پڑھے کل شی ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون اور جب وطن سامنے ہو تو دعا کرے اللہم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین فانا نسالک خیر ہذہ القریۃ وخیر اہلہا وخیر ما فیہا ونعوذ بک من شرہا وشر اہلہا وشر ما فیہا اللہم اجعل لی فیہا قرارا وارزقنا رزقا حسنا ۔ پھر اپنے اہل کے پاس آدمی بھیجدے جو انکو آگاہ کرے اور اچانک انکے وہان داخل نہ ہو جاوے اور نہ رات مین داخل ہو کیونکہ حدیث مین منع ہو ۔ پھر جب محلہ مین پہونچے تو پہلے مسجد مین داخل ہو کر دو گانہ پڑھے جب کہ وقت مکروہ نہ ہو ۔ پھر گھر مین جاوے اور وہان دو رکعت پڑھے ۔ اور اللہ تعالی کی حمد وثنا کرے اس نعمت عظمی پر جو عطا فرمائی اور سلامتی کے ساتھ واپس لایا ۔ اور اسپر جبتک زندہ ہو حمد وشکر کرتا رہے اور ہمیشہ جبتک زندہ ہو ممنوعات سے پرہیز کرنے مین کوشش کرے خصوص ایسے قول وفعل سے نہایت خوفناک رہے جو اعمال کو مٹا دیتے ہین اور حج مبرور اور مقبول کی علامت یہ ہو کہ اول کی نسبت اسکی حالت دین مین بہتر ہو جاوے ہذا ملخص ما قال الشیخ رحمہ اللہ فی الفتح مع زیادات من المترجم عفا اللہ عنہ وجعلہ من یعلمہم بفضلہ وکرمہ وہو ذو الفضل العظیم وعلی ما یشاء قدیر والحمد للہ رب العالمین ۔ (ملحقات) حج کبیرہ گناہون کا کفارہ ہو اور بعض کے نزدیک سوائے حقوق العباد کے ۔ اور قاضی عیاض رح نے کہا کہ اہل السنۃ نے اجماع کیا کہ کبائر کا کفارہ نہین سوائے توبہ کے اور قرضہ ساقط ہونے کا کوئی قائل نہین اگرچہ قرضہ انہی مانند قضاے نماز وغیرہ ہو ۔ ہان اداے قرضون مین دیر کرنا وغیرہ معاف ہونگے ۔ لباس کعبہ کو خرید کر پہننا منع نہین ہو ۔ آب زمزم سے استنجا مکروہ ہو نہ غسل کرنا ۔ حرم مدینہ مین اختلاف ہو اور میرے نزدیک حق یہ کہ جیسا کہ بیت اللہ کے گرد حرم ہو دونون لابتین مدینہ کے بیچ مین حرم ہو لیکن دونون حرم کے احکام مختلف ہین حتی کہ حرم مدینہ مین شکار ودرخت کاٹنا وغیرہ جائز ہین نہ حرم مکہ مین ۔ اور حرم مدینہ مین بعض احکام خاص مذکور ہین انمین جملہ کثرت ثواب طاعات ہو وکمال اجتناب معصیت ۔ راجح قول یہ کہ مدینہ سے مکہ افضل ہو لیکن جتقہ زمین مرقد کہ جسم پاک حضرت سرور عالم صلعم سے ملی ہو وہ مطلقا افضل ہو حتی کہ بیت کعبہ وعرش وکرسی سے افضل ہو ذکرہ القاضی عیاض رح اور مترجم کہتا ہو کہ اسی پر فتوی دیا جاوے اور باطن وحقیقت کا علیم اللہ تعالی علام الغیوب جل شانہ ہو ۔ وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین ۔ یہ ربع اول عین الہدایہ بفضل اللہ سبحانہ تعالی وحسن توفیق حق سے تمام ہوا ربع دوم اسی التزام سے اسکے بعد لاحق ہو وعلی اللہ تعالی التوکل وبہ الاعتصام وبہ الثقۃ علی توفیق حسن الاختتام ان ربی حسبی ونعم المجیب

تم ربع الاول بحمد اللہ سبحانہ ویتلوہ الثانی بحسن توفیقہ

Marfat.com

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ سبحانہ تعالیٰ شانہ کہ مطبع ہذا کو کتاب عین الہدایہ کے طبع و ترجمہ پر موقع افتخار ہی کہ جسکی نظیر ان دیار و امصار مین موجود نہین اور اہل اسلام جہان تک اسکی قدر کرین زیبا ہی چند فوائد عظیمہ پر لحاظ فرمائیے اور کتاب ہاتھ مین ہی دیکھ لیجیے کہ بیان ذیل محض نمونہ ہی۔ اول ترجمہ فصیح سلیس عام فہم زبان مین ہر استعداد کے سمجھ کے لائق ہی۔ دوم کسی قدر عربی جاننے والے کو ہدایہ شریف کا معلم ہی اور کیون نہین کہ ہر ہر فقرہ کے عربی ترجمہ کو توضیح بیان سے اسطرح مربوط کیا گیا کہ مطلب تحقیق حل ہو جاوے۔ سوم فقہا جن قیود کو علماء کے فہم پر چھوڑ گئے ہین مترجم علام نے انکو ذیل بیان مین ظاہر کر دیا۔ چہارم متن کامل تین اجزا ہین۔ جزو اول عقائد حقہ جنکو فقہ اکبر کہتے ہین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ عقائد کا نام فقہ اکبر رکھا دوم علم اخلاق۔ سوم علم اعمال جوارح۔ اس کتاب جامع مین زیادات عظیمہ سے یہ کہ اول رسالہ عقائد امام اعظم مع رسالہ وصیت و فوائد حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ مع متن و تحقیقات لطیفہ داخل ہی اور لباب افادات شروح عقائد نسفی و رسالہ مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ ہی۔ اردو مین اسوقت تک عقائد کا ایسا ترجمہ نہین ہوا مطلب یہ کہ جم اصل کتاب علیحدہ لوح کے ساتھ جسمین فضائل اعمال کی حدیث جامع اور ہر مسئلہ عربی کی ذیل مین فائدہ کے طور پر ان جنس کے مسائل مع دلائل کہ لباب لباب شرح عینی و فتح القدیر و تخریج زیلعی وغیرہ ہی ششم تحریر دلیل مین جس حدیث سے استدلال ہی اسکی تصحیح جہان تک کسی امام فن سے ملی کافی وافی ہی ہفتم اگر ائمہ حدیث مین بابت تصحیح اختلاف ہوا تو جس راوی کے وجہ سے کلام ہی اسی کی توثیق پر مدار ہوا تا کہ جن راویون مین اتفاق ہی بیفائدہ طول کلام نہو جس سے اصل مطلب سمجھنے مین پریشانی لاحق ہو بیان اگر اتفاقاً کسی حدیث مین جدید کلام کی ضرورت ہی تو تعدیل رواۃ کی ضرورت ظاہر ہی حاصل یہ کہ حدیث صحیحین و موطا امامی صحیح ہین بس حوالہ کافی ہی۔ دیگر مین اگر امام ترمذی نے تصحیح کی تو کافی ہی لیکن اگر دوسرون نے جرح کی تو صرف محل اختلاف راوی یا اضطراب مین کلام کیا گیا تا کہ عوام کا ذہن منتشر نہو کیونکہ زیادہ تر انھین کا افادہ مقصود ہی ہشتم مسئلہ مین جو قیود ہین صاف بیان کر دیے گئے جس سے عربی جاننے والے بھی بڑا فائدہ اٹھا سکتے ہین کیونکہ انکی معرفت دقیق ہی حتی کہ بعض علما نے فرمایا کہ فتاوای شمس الائمہ و امام اسبیجابی و قاضی خان وغیرہ صرف وہی افادات ہین جو مختصر جامع صغیر کے قیود سے نکالے گئے ہین پس یہ ہر شخص کو میسر نہین اور فقہ کا علم اسی امتحان پر دائر ہی نہم جو مسائل ہدایہ شریف مین منصوص ہین اکثر اصول مسائل ہین جو امام رح و صاحبین سے ماثور ہین حضرت مترجم علم فقیہ نے نہایت لطافت کے ساتھ ان اصول مسائل کے ذیل مین فتاوای مشایخ و مسائل مذہب کو اصول معتبرہ معتمدہ سے بڑھا کر جامع کر دیا یعنے عین الہدایہ دیکھو تو مسائل اصول ہین اور تذییل دیکھو تو مسائل مذہب و فتاوی ہین دہم سب سے عمدہ صنعت و کامل سعی بلیغ یہ ہی کہ تذییل مین مسائل مذہب و فتاوی مین سے صرف وہی مسائل لیے جن پر فتوی ہی اور باقی اقوال ترک کر دیے کیونکہ عموماً اسی حکم کی ضرورت ہی جو مفتی بہ ہو اور اسکے ساتھ خوبی نفیس یہ ہی کہ حوالہ کتاب مذکور ہی کہین صریح نام ہی اور کہین رمز و اشارہ ہی کیونکہ حوالہ کتاب سے غرض اعتماد اور علم طبقات مسائل وغیرہ ہی تا کہ ائمہ سابقین کے افادات مین انکے نام کا ذکر برکت و نزول رحمت ہی لیکن ہر جگہ مثلاً یہ مسئلہ امام قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین مذکور ہی" لکھنا تطویل سمجھکر صرف رموز ذیل پر اکتفا کیا گیا ہی

Marfat.com

شرح شیخ الاسلام	ح	شرح الباب ابن الہمام	ف	فتح القدیر مع	م معہ	افادات شامی	ش	مبسوط امام محمد مع	المبسوط		
عینی مع		صاحب فتح القدیر	الفتح	افادہ مترجم	م ت	درمختار	د	مع شروح			
ملخص عینی	مع	,, ملخص	معہ	فتاوی قاضیخان	القاضیخان	تنویر الابصار	الدر ت	مبسوط امام سرخسی	مبسوط		
مترجم مع عینی یا	م ع	ملخص عینی فتح قدیر	مفع	,, شرح جامع صغیر	ق	تخریج حدیث	ت	یعنی شرح الکافی			
ملخص	م مع		معہ	افادہ بحر الرائق	البحر		تخ				
فتاوائے ہندیہ	ع	صدر الشریعہ	المصد	نتایج الافکار	ن	چلپی	ح	امام زیلعی شارح کنز	زیلعی		

اور جامع نفیس فتاوائے عالمگیریہ یا اسکے ترجمہ فتاوائے ہندیہ سے جو مسائل نقل کیے گئے ہین نہین اصل کے موافق حوالہ کتاب مذکور ہی اور ہدایہ و تہذیب و مضمرات وغیرہ نفائس کتب نایاب سب اسی فتاوائے بے نظیر سے منقول ہین لیکن کمال اہتمام سے صرف انھین اقوال کو لیا گیا جن پر فتوی ہی اور جاننا چاہیے کہ فتوی کے علامات مانند اصح و صحیح و ارجح و معمول و مفتی بہ وغیرہ کے مقدمہ مین مصرح ہین۔ (تنبیہ) جیسے دلائل حنفیہ مذکور ہین اسیطرح امام مصنف نے جو دلائل شافعیہ نقل فرمائے انکی بھی کافی تحقیق لکھی گئی اور آخر تنبیہ کیا گیا کہ اختلاف نہین ملکہ سبیل اجتہاد مین تفاوت ہی تاکہ سب لوگ جان لین کہ ہمارے ائمہ اہل السنۃ مین مخالفت نہین ملکہ اجتہادی طریقہ ہین مثلاً امام شافعی رح حدیث مرسل سے حکم نہین نکالتے بدون تقویت کے تو اسکے موافق ایک حکم حاصل ہوگا اور امام ابو حنیفہ و جمہور بدون اسکے حکم نکالتے ہین تو لامحالہ نتیجہ دوسرا نکلا اور اسی طرح قیاس کی توضیح و اجتہاد کی تحقیق سے یہ کتاب اسم بامسمی عین الہدایہ ہی اور دیگر مرغوب نفائس ملاحظہ و استفادہ پر موقوف ہین چونکہ اس زمانہ مین اہل اسلام کو نماز و زکوۃ و صوم و حج و عقائد حقہ کی مزید ضرورت ہی لہذا جلد اول ہدایہ جو تین سو صفحہ اصل ہی ان فوائد کے الحاق سے مجلد ضخیم ہوگئی اور جن بلدات مین مسائل وکالت و حدود و مکاتب وغیرہ ہین انھین زیادہ تطویل سوجہ سے نہین ہی کہ بالفعل مسلمانون کو انکی ضرورت نہین ہی۔ البتہ محاکمہ کے مسائل بشرائط اس غرض سے واضح کیے گئے کہ اہل اسلام صدق دیانت سے باہمی قضایا کا فیصلہ موافق شریعت کرلین تاکہ باوجود حکم شریعت حاصل ہونے کے حکام وقت کو کلفت ندین اور حوزہ بیجا اخراجات کی بربادی سے محفوظ رہین۔ اسی طرح اصل ہدایہ مین کتاب الفرائض مسائل میراث نہین تھے لہذا حضرت مترجم غم فیضہ نے جلد چہارم کے آخر مین کتاب الحیل و کتاب الفرائض کے الحاق سے تکملہ کردیا۔

Marfat.com

جلد اوّل

زَیَّنَ اللّٰہُ رَبُّ الْعِبَادِ خَیْرَ الْفِقْہِ فِی الدِّیْنِ

عین الہدایہ

مترجمہ

علّامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مترجم

فتاویٰ عالمگیری ۔ تفسیر مواہب الرحمٰن

قانونی کتب خانہ ○ کچہری روڈ ○ لاہور

Marfat.com

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

الحمد للہ والمنہ کہ فقہ الحنفیہ مین کتاب جامع وارد مستعملیہ علماء عامۂ بلاد اسلام مثل بخارا و بلخ
و کابل و ماوراء النہر و ہندوستان و عرب و روم و شام اعنی الہدایہ کا ترجمہ

مدلل بطریقہ اجتہاد آیات و احادیث و اصول و اعتبارات فروع مع تذییل مسائل فتوی ہے اظہار
الفہامہ جامع فروع و اصول حاوی منقول و معقول مولانا السید امیر علی مترجم فتاوی عالمگیری نے بخاب

قانونی کتب خانہ ○ کچہری روڈ ○ لاہور